اُردو

دہم

جماعت

(لازمی)

ترمیم شدہ
اشاعت

شمس بُکس پبلشر ٹوپی (صوابی)

نزد MCB بینک مین بازار ٹوپی 0938-271274

شمس نوٹس

اُردو

خیبر پختونخوا کے تمام بورڈ کیلئے

- مشکل الفاظ و معنی
- تعارف، سبق کا خلاصہ، مرکزی خیال
- کثیر الانتخابی سوالات
- مشقی سوالات کے جوابات
- اہم مضامین

مصنف: محمد شارق ایم اے اُردو۔
دی قائداعظم پبلک سکول زیدہ (صوابی)

نظر ثانی: جاوید اقبال ایم اے اُردو۔ ایم ایڈ

عارف حسین ایم اے اُردو۔ ایم اے پشتو۔

SHAMS BOOK PUBLISHER TOPI SWABI
Near MCB Bank Main Bazar Topi 0938-274274

awazeghar.com

نقالوں سے ہوشیار رہیں

شمس نوٹس کا مونوگرام دیکھ کر خریدیں

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہے

کوئی ادارہ یا کوئی شخص اس کتاب کے نام اور اس کے کسی حصہ یا مواد کو ناشر اور مولف کی اجازت کے بغیر شائع کرنے کا مجاز نہ ہوگا

اس کتاب کو بہت احتیاط اور تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے تاکہ کوئی غلطی نہ رہ جائے، پھر بھی کوئی غلطی سامنے آئے تو اسے تقاضائے بشریت سمجھتے ہوئے براہ کرم ادارہ کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ انشاءاللہ اس کی آئندہ اصلاح کی جائے گی۔

نام کتاب : اُردو

مؤلف : محمد شارق

ناشر : شمس پبلیشر

قیمت :

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	حصہ نثر			حصہ غزل	
1	سبق نمبر۱ مولوی عبدالحق شاہد احمد دہلوی	1	19	غزل نمبر۱ حسرت موہانی	129
2	سبق نمبر۲ پرنانی اشرف صبوحی	7	20	غزل نمبر۲ علی سکندر جگر مرادآبادی	137
3	سبق نمبر۳ علامہ اقبال کا تصور وطنیت ڈاکٹر وحید قریشی	13	21	غزل نمبر۳ فراق گورکھپوری	147
4	سبق نمبر۴ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ سجاد حیدر یلدرم	19	22	غزل نمبر۴ ادا جعفری	157
5	سبق نمبر۵ ایک کہانی بڑی پرانی ہاجرہ مسرور	25		حصہ مضامین	
6	سبق نمبر۶ ماں کی نصیحت (لوک کہانی) اجمل نیازی (مترجم)	39	23	تندرستی ہزار نعمت ہے	166
7	سبق نمبر۷ نام دیو مالی مولوی عبدالحق	46	24	علم کی دولت	168
8	سبق نمبر۸ سراب منزل قدرت اللہ شہاب	55	25	خدمت والدین	172
9	سبق نمبر۹ تاشقند اور بخارا حکیم محمد سعید	63	26	موسم بہار	175
	مکاتیب		27	صبح کی سیر	177
10	سبق نمبر۱۰ مکتوب غالب	70	28	ورزش کی اہمیت	179
11	سبق نمبر۱۱ مکتوب رشید احمد صدیقی	75	29	ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا	181
	حصہ نظم		30	پابندی وقت	183
12	نظم نمبر۱ آزادی احسان دانش	78	31	انفارمیشن ٹیکنالوجی	186
13	نظم نمبر۲ مزار قطب الدین ایبک حفیظ جالندھری	86	32	ٹیلی وژن کے فوائد نقصانات	188
14	نظم نمبر۳ نمود صبح میر ببر علی انیس	95	33	میرا پسندیدہ کتاب	190
15	نظم نمبر۴ کسان جوش ملیح آبادی	103	34	میرا پسندیدہ شخصیت	193
16	اے دیس کی ہواؤں جمیل الدین عالی	111			
17	کراچی کی بس دلاور فگار	118			
18	مسلمانان الجزائر مرزا محمود سرحدی	124			

باب نمبر ا

﴿مولوی عبدالحق﴾

شاھد احمد دھلوی

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ہاپوڑ	ایک قصبے کا نام	ناظم	انتظام چلانے والا
ایڈیٹر	اخبار یا رسالے کو ترتیب دینے والا	جانشین	قائم مقام
شرفِ ملاقات	ملاقات کا شرف	گریجویٹ	بی۔اے پاس
انجمن	دفتر	جان کا لاگو ہونا	جان کا دشمن ہونا
اچھنبا	حیرت	آڑ	زد
ہم عصر	برابر کا۔ ہم جولی	تل جانا	آمادہ ہونا، تیار ہونا
خارج البلد	شہر سے نکالے گئے لوگ	کانگریس پارٹی	ہندوؤں کے مفاد کے لئے بنائی گئی پارٹی
ڈٹے ہوئے تھے	مقابلے کے لئے تیار تھے	گڑھ	مرکز
مدافعت	بچاؤ	غارت گری	لوٹ کھسوٹ
مٹھی میں کر لینا	قابو میں کرنا	بے چوں و چرا	بلا عذر
ناک کے بال بن جانا	زیادہ قریب ہونا	برسرِ اقتدار	اقتدار میں
دارالترجمہ	وہ دفتر جہاں مختلف کتابوں کا ترجمہ ہوتا ہے۔	دیو ہیکل	دیو جیسی قد
مترجم	ترجمہ کرنے والا	بھدّے بھونڈے	بدنما
علوم و فنون	علم و فن کی جمع	پیشوائی کرنا	ثبوت دینا
وجاہت	چہرہ روشن ہونا، رعب	میانہ قد	درمیانہ قد

awazemuqlab.com

قائداعظم	بزارہنما۔	لڑتے بھڑتے تھے	لڑتے جھگڑتے تھے
پیر طریقت	صوفیوں، بزرگوں کا طریقہ	اُگاہنا	چندہ جمع کرنا
مقربین	مقرب کی جمع۔دوست	رئیس	مالدار
تبسم	مسکرانا	مشی	آہستہ آہستہ چلنا
علالت	بیماری	نقاہت	کمزوری
سرگوشی	آہستہ سے کان میں کچھ کہنا	داماں	دامن کی جمع

☆☆☆☆☆

﴿خلاصہ﴾

شاہداحمد دہلوی کہتے ہیں کہ دلّی کے قصبے کی دو چیزیں بہت مشہور ہیں۔ پاپڑ اور مولوی عبدالحق۔ پاپڑ بھی بڑے مشہور تھے اور مولوی عبدالحق کا جواب بھی آج تک نہ ہوسکا۔

مصنف کہتے ہیں کہ اردو رسالہ جس کے ایڈیٹر مولوی عبدالحق تھے۔ میرے والد صاحب کے پاس آتا تھا۔ اور جب میں کالج میں تھا کہ اسی رسالے میں مرزا فرحت اللہ بیگ کا ایک مضمون چھپا۔ جس کا عنوان تھا ''نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی''۔

۱۹۳۰ء میں 'ساقی' کے ذریعے مرزا فرحت اللہ بیگ سے خط و کتابت شروع ہوئی اور مولوی عبدالحق کو پہلی بار جانا پہچانا۔ مولوی صاحب سے ملاقات کا بڑا غرض تھا اور کئی دفعہ حیدرآباد گیا مگر مولوی صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی۔ اس بات پر مجھے بڑی حیرت ہوتی تھی۔ کہ حیدرآباد سے کئی ہستیوں کو خارج البلد کیا گیا لیکن مولوی صاحب تھے کہ طویل مدت تک حیدرآباد میں جمے رہے اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ حیدرآباد کے تمام بڑے لوگوں سے گہرے مراسم بھی تھے۔

مولوی صاحب نے ریاست کے بڑے بڑے کام بھی کیے۔ ''انجمن ترقی اردو'' کو پورے ہندوستان کا مرکز بنایا۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں دارالترجمہ قائم کیا۔ اور کئی اعلیٰ قابلیتوں کا چناؤ کیا۔ اس ادارے کے پہلے ناظم آپ ہی تھے۔ مصروفیات بڑھنے سے مفتی ذکاءاللہ کے بیٹے مولوی عنایت اللہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ گاندھی جی اور ہندوستانیوں نے جب اردو کی مخالفت شروع کی تو مولوی صاحب نے دفتر اورنگ آباد سے دہلی منتقل کردیا۔ اور اس انجمن کے لئے ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی کرایہ پر لے لی۔

اس انجمن کے لئے مولوی صاحب نے بڑی خدمت کی اور ایک اجلاس میں اعلان کیا کہ اس نے اپنا کُل اثاثہ انجمن کی نذر کیا جو تقریباً پانچ لاکھ کا تھا۔ مولوی صاحب اردو کے لئے لڑتے بھڑتے تھے اور گاندھی جی سے ٹکر لینے کے بعد اردو کے قائداعظم بن گئے تھے۔ اور سارے اخراجات اپنی پنشن سے پورے کرتے تھے۔

مولوی صاحب بڑے نفیس مزاج آدمی تھے۔ صاف ستھرے اور عمدہ کپڑے پہنتے تھے۔ اردو یونیورسٹی قائم کرنے کا شوق تھا لیکن یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ چرانوے پچانوے سال کی عمر میں بیمار رہنے لگے۔ اس وقت ملک کے صدر ایوب خان تھے۔ ایوب خان نے پنڈی بلوا کر بڑے ہسپتال میں داخل کروایا۔ یہاں کینسر کا مرض تشخیص ہوا۔ اکثر بے ہوش رہتے اور جب ہوش میں آتے تو قریب رہنے والے لوگ دو ہی لفظ سنتے ''انجمن اور اردو''۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

مولوی عبدالحق نے اپنی غیر معمولی ذہانت سے بڑے بڑے لوگوں کو اپنی مٹھی میں کرلیا تھا۔ انہوں نے ریاست کے لئے بڑے بڑے کام کیے اردو زبان کی اشاعت اور ترویج کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان کی ذہانت وعلمیت، حلیہ اور لباس پر شاہداحمد دہلوی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب ذہنی خدمات کی بدولت بابائے اردو کہلائے۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: درست الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

جواب: الف۔ مولوی عبدالحق دلی کے ایک قصبے <u>پاپوڑ</u> کے رہنے والے تھے۔

ب۔ ہاپڑ کی دو چیزیں مشہور تھیں پاپڑ اور <u>مولوی عبدالحق</u>

ج۔ اردو کے فروغ کے لئے مولوی عبدالحق نے اورنگ آباد میں ایک تعلیمی <u>ادارہ</u> قائم کیا تھا۔

د۔ گاندھی اردو کی بجائے <u>ہندی</u> کو قومی زبان بنانا چاہتے تھے۔

ہ۔ گاندھی سے ٹکر لینے کے بعد وہ اردو کے <u>قائداعظم</u> بن گئے تھے۔

و۔ مولوی صاحب کے آخری الفاظ انجمن اور <u>اردو</u> تھے۔

awazeinqilab.com

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات:۔

سبق کا نام	مولوی عبدالحق
مصنف کا نام	شاہد احمد دہلوی
صنف نثر	مضمون
ماخوز زار	بزم خوش نفساں

سوال نمبر۲: مولوی عبدالحق نے ریاست حیدرآباد دکن میں کیا اہم خدمات انجام دیں؟

جواب: مولوی عبدالحق نے ریاست حیدرآباد دکن میں اردو کے لئے یہ خدمات انجام دیں کہ انہوں نے ریاست کے بڑے بڑے کام کیے اور ''انجمن ترقی اردو'' کو فروغ دیا۔ پورے ہندوستان کو اردو کا مرکز بنایا اور اپنی غیر معمولی ذہانت سے حیدرآباد کے بڑے بڑے لوگوں بشمول وزیراعظم حیدری کو اپنی مٹھی میں کر لیا تھا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کا منصوبہ بنایا۔ اس کے لئے دار ترجمہ قائم کیا جس میں اعلیٰ قابلیت والے ترجمان جمع کیے اس سے تمام علوم وفنون کو اردو میں منتقل کر لیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ اردو بھی کامیاب ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے۔

سوال نمبر۳: مولوی عبدالحق نے ''انجمن ترقی اردو'' کا دفتر اورنگ آباد سے دہلی کیوں منتقل کیا؟

جواب: مولوی عبدالحق نے ''انجمن ترقی اردو'' کا دفتر اورنگ آباد سے دہلی اس لیے منتقل کیا کہ گاندھی جی اردو کی جان کے دشمن بن گئے تھے۔ اور ہندوستانیوں کی باتوں میں آکر ہندی کو ہندوستان کی سرکاری زبان بنانے پر آمادہ ہو گئے تو مولوی عبدالحق نے ''انجمن ترقی اردو'' کا دفتر دہلی منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا اور دریائے گنج کے کنارے ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی کرائے پر لے لی اور اسے اردو کا گڑھ بنایا۔

سوال نمبر۴: مولوی عبدالحق کو ''بابائے اردو'' کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: مولوی عبدالحق نے اپنی ساری زندگی اردو کے لیے وقف کر دی تھی۔ انہوں نے اپنی غیر معمولی ذہانت سے ریاست کے بڑے بڑے کام کیے اور انجمنِ ترقی اردو کو فروغ دیا۔ اور پھر اس انجمن کو ہندوستان کا گڑھ بنایا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کا منصوبہ بنایا اور گاندھی جی سے ٹکر لینے کے بعد اردو کے قائداعظم بن گئے اور بابائے اردو کہلانے لگے۔ آپ نے اپنا کل اثاثہ جو کہ اس وقت ۵ لاکھ کا تھا۔ انجمن کی نذر کر دیا تھا اور تمام اخراجات اپنی پنشن سے پورے کرتے تھے۔

سوال نمبر۵: مندرجہ ذیل محاورات کو جملوں میں استعمال کریں۔

الفاظ	جملے
ناک کا بال بن جانا	آج کل اکثر لوگ اپنے ذاتی مفاد کے لیے دوسروں کے ناک کے بال بن جاتے ہیں۔
ہاتھ بٹانا	ہمیں اپنے بے بس پڑوسیوں کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔
مٹھی میں کر لینا	آج کل اکثر بیویاں شوہروں کو مٹھی میں کر لیتی ہیں۔
بکھیڑوں میں اُلجھنا	ہمیں دوسروں کے بکھیڑوں میں نہیں اُلجھنا چاہیے۔
پیشوائی کرنا	علماء کرام دینی معاملات میں عوام کی پیشوائی کرتے ہیں۔
قدم جمانا	جنید خان نے اپنی بہترین بولنگ سے قومی ٹیم میں قدم جما لیے۔

سوال نمبر۶: سیاق وسباق کا حوالہ دے کر مندرجہ ذیل عبارت کی وضاحت کریں۔

''گاندھی جی سے ٹکر لینے کے بعد مولوی صاحب اردو کے قائداعظم بن گئے تھے۔ اور بابائے اردو کہلانے لگے تھے۔ یہ صرف مولوی صاحب تھے جو اردو کے لئے لڑتے بھڑتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔ اور تمام اخراجات اپنی پنشن سے پورے کرتے تھے۔

جواب: حوالہ متن: یہ پیراگراف ''شاہد احمد دہلوی'' کے سبق مولوی عبدالحق سے لیا گیا ہے اور بزمِ خوش نفساں سے ماخوذ ہے۔

سیاق وسباق: مولوی صاحب نے ایک کانفرنس ''کل ہند کانفرنس'' علی گڑھ میں کی تھی۔ جس میں سر راس مسعود بھی شریک تھے۔ بڑے قد آور اور دیو ہیکل آدمی تھے۔ مگر شکل سے بدرنگ نہیں لگتے تھے۔ ذہانت ان کی چہرے سے ٹپکتی تھی اور وجاہت ان کی پیشوائی کرتی تھی یہ اجلاس ختم ہوا تو مولوی صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہال سے باہر نکل آئے۔ مولوی صاحب میانہ قد کے مالک تھے۔ مگر سر مسعود پہلو میں بونے نظر آرہے تھے۔ مولوی صاحب اس انداز سے باتیں کر رہے تھے جیسے کوئی اپنے سے چھوٹے سے

تشریح: مولوی صاحب نے جب یہ انجمن بنایا تو تو اس حصے میں ایک کالج بھی کھول دیا۔ اس کالج میں تمام مضامین اردو میں پڑھائے جانے لگے۔ مولوی صاحب نے اس کالج کو وزارتِ تعلیم سے تسلیم کرایا۔ اور یہ بات منظور کر لی گئی۔ کہ امتحانات کے پرچوں کے جوابات اردو میں دیے جاسکتے ہیں۔ گاندھی جی سے ٹکر لینے کے بعد مولوی صاحب اردو کے قائداعظم بن گئے تھے اور بابائے اردو کہلانے لگے تھے۔ اور یہ مولوی صاحب ہی تھے۔ جو اردو کے لیے دن رات محنت کرتے تھے اور لڑتے بھڑتے تھے اس تمام اخراجات اپنی پنشن سے پورے کرتے تھے۔

www.shamsiqbalab.com

سوال نمبر۷: جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کے تین تین جملے لکھ کر ان کی تقطیع کریں۔

جواب: جملہ اسمیہ:

۱۔ وجاہت کا بھائی اچھا ہے۔

مضاف الیہ	حروف اضافت	مضاف	خبر	فعل ناقص
وجاہت	کا	بھائی	اچھا	ہے

۲۔ عمران اور حمزہ حاضر تھے۔

معطوف الیہ	حروف عطف	معطوف	خبر	فعل ناقص
عمران	اور	حمزہ	حاضر	تھے

۳۔ گلاب کا پھول خوبصورت ہے۔

مضاف الیہ	حروف اضافت	مضاف	خبر / صفت	فعل ناقص
گلاب	کا	پھول	خوبصورت	ہے

جملہ فعلیہ:

۱۔ علی سبق پڑھتا ہے۔

فاعل	مفعول	فعل
علی	سبق	پڑھتا ہے

۲۔ عثمان نے دودھ پیا۔

فاعل	علامت فاعل	مفعول	فعل
عثمان	نے	دودھ	پیا

۳۔ کامران نے کتاب خریدی۔

علامت	علامت فاعل	مفعول	فعل
کامران	نے	کتاب	خریدی

باب نمبر۲

﴿پرانی﴾

اشرف صبوحی

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بہادر شاہ ظفر	مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ	گدڑی	مختلف کپڑوں کے ٹکڑوں سے بنی رضائی
کنبہ	خاندان	دانت نکوسنا	دانت نکالنا
غدر	1857ء کی جنگ کا نام	تانا بانا	لمبائی چوڑائی
تاراج کرنا	برباد کرنا	دلائی	لحاف / رضاعی
ڈھنڈار مکان	کھنڈر یا ویران مکان / وسیع مکان	رنڈاپا	جوانی میں بیوہ ہونا
بسورنا	رونا	اپلے	گوبر کی ٹکیاں
دل بہل جانا	خوش ہو جانا	سفیدی	صفائی
دماغ چوٹا	بد دماغ / چھوٹے دماغ والا	گڑگودڑ	پرانے کپڑے
الگنی	وہ رسی جس پر کپڑے لٹکائے جاتے ہیں۔	سائن	کپڑا
خود کماؤ	خود کمانے والا	دقیانوسی خیال	پرانا خیال
دندناتے پھرنا	اکڑ اکڑ کر چلنا	قاعدہ	قانون۔ طور طریقہ
آفت ناگہانی	اچانک آفت	ندامت	شرمندگی
بیسیوں	کئی	مال مفت دل بے رحم	مفت مال کی کوئی پرواہ نہیں کرتا
پکا پان	بہت پرانا	لگا لگنا	نیلامی لگنا

awaziqilab.com

پانچ سیر کا گھی کھانا	دیہاتی/خالص چیزیں کھانا	رہن	گروی
رونکھی	روٹی	کثرت	کب ٹکڑا
بڑھاپے میں مٹی خراب ہونا	بڑھاپے میں ذلیل ہونا	کارِ خیر	نیک کام
بال پڑا مٹکا	پرانا مٹکا جس پر دراڑیں ہوں	وداع ہونا	رخصت ہونا
کرشمہ	انوکھی بات	چہتی	پیاری
ریشمی کپڑا	ایک قسم کا کپڑا	قبالہ	جائیداد کا کاغذات
مخفی خزانے	پوشیدہ خزانے	کڑھنا	ناراض ہونا

☆☆☆☆☆

﴿خلاصہ﴾

پرنانی صرف اپنے خاندان ہی کی نہیں بلکہ سارے محلے کی پرنانی تھی۔ محلے کے تمام چھوٹے بڑے ان کو پرنانی کہا کرتے تھے۔ پرنانی نے اپنی جوانی دہلی کے لال قلعہ میں گزاری تھی۔ بہادر شاہ ظفر جیسے بادشاہ ان کی آنکھوں کے سامنے تخت پر بیٹھے اور پھر جیل بھیج دیے گئے۔ پرنانی کا اپنا خاندان بھی بڑا تھا۔ اور ایک وقت تھا کہ وہ اپنی تمام دولت پر بیٹھی راج کیا کرتی تھی۔ اس کے خاندان کے کچھ لوگ غدر کی نذر ہو گئے تھے۔ اتنے بڑے خاندان میں صرف ایک نواسی جس کا نام آمنہ تھا۔ صرف آمنہ تھی جو اس بے چاری کا خیال رکھتی تھی۔ لیکن آمنہ کا خاوند احمد مرزا بڑا بے کار انسان تھا۔ کوئی کام کاج نہیں کرتا تھا۔ باپ کی وفات کے بعد کرائے کا مکان چھوڑ کر پرنانی کے پاس ڈیرہ جما لیا۔ شروع شروع میں بڑی بی کی خوب خاطریں ہوئیں۔ لیکن بعد میں احمد مرزا اور بیوی آمنہ نے مکمل طور پر گھر پر قبضہ کر دیا۔ اور اس بیچاری بڑھیا کو بال پڑے مٹکے کی طرح کوٹھڑی میں ڈال دیا۔ بوڑھی اپنی حالت زار پر روتی اور وہ تمام چیزیں جسے اس نے نہایت محنت کے ساتھ جمع کیا تھا۔ ان پر آمنہ اور اس کے شوہر مسلط ہو گئے۔ اور قبالے کی وصولی کے لیے مطلب براری پر آمادہ ہو گئے۔ جب قرض خواہوں نے ناک میں دم کر دیا تو بڑی بی کی خوب خاطریں ہونے لگیں۔ وہی جیسے کاٹ کباڑ سمجھ کر آمنہ نے سفیدی کے دوران ایک کوٹھڑی میں پھینک دیا تھا۔ نصیرہ نے دیکھ لیا۔ پرنانی کاٹ کباڑ اور گڑ گودڑ کو دیکھ کر رونے لگی اور کہا کہ یہ گڑ گودڑ نہیں بلکہ اس میں میرے پھولوں کی بُو بسی ہے۔

پرنانی نے کہا کہ خدا کے لیے اس کو مجھ سے نہ چھینو۔ صبح کا چراغ ہوں۔ پھونک مار کر کیوں بجھاتے ہو۔ خود بخود بجھ جائے گا۔ یہ باتیں سن کر آمنہ اور اس کے شوہر احمد مرزا بہت شرمندہ ہو گئے اور پرنانی کے سامنے اپنی تمام خطاؤں کا اعتراف کیا۔ اور بڑی بی کو دعائیں دینے لگے۔ آمنہ اور احمد مرزا کی یہ حالت دیکھ کر بڑی بی کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور ساری افسردگی دور ہونے لگی۔ وہ اپنی دھلائی جیسے آمنہ نے بے کار سمجھ رکھا تھا کو بڑی سلیقے سے ادھیڑتے ہوئے کہا کہ یہ ہزار جامہ کی دھلائی نہیں بلکہ ہزار ہندوستان ہے۔ نانی کا مکان تم پر صدقے اور اللہ تم کو اس گھر میں آباد رکھے اور اپنے بچوں کا سکھ دیکھ سکو۔

﴿مرکزی خیال﴾

اس سبق میں پرنانی جس کی عمر ایک سو پچاس برس تھی دہلی کے لال قلعے میں زندگی گزری۔ مغلوں کا دوران کی آنکھوں کے سامنے گزرا بہادر شاہ ظفر ان کے گود میں پلے اور تخت پر بیٹھے۔ اور پھر ایک ایسا وقت آیا کہ اتنے بڑے خاندان میں صرف ایک نواسی جس کا نام آمنہ تھا کبھی کبھی دن بھر کو آجاتی اور بیچاری کا دل بہل جاتا۔ پرنانی کو شاہی خاندان کے اس بڑے ڈھنڈار مکان کی ایک کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا۔ لیکن پرنانی نے صبر سے کام لیا اور مرنے سے پہلے پہلے اپنی یادگار چیزوں، سوانح حیات اور مکان آمنہ اور اس کے شوہر کی آنکھوں کا تارا بن کر رہ گئی۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر ۱: درست جواب کے شروع میں (✓) کا نشان لگائیں۔

جواب: الف: انگریزوں نے مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو جلاوطن کر کے کہاں بھیجا؟

(i) رنگون (ii) انگلستان (iii) مالدیپ (iv) سری لنکا

ب: آمنہ کے شوہر کا کیا نام تھا؟

(i) سخاوت علی (ii) میاں منظور مرزا (iii) میاں احمد مرزا (iv) باسط علی مرزا

ج: آمنہ کی والدہ کا کیا نام تھا؟

(i) راشدہ (ii) رقیہ (iii) نصیرہ (iv) شاہدہ

awazeinqilab.com

و: آمنہ کا پرنانی کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟

(i) آمنہ کی پرنانی تھی (ii) آمنہ کی نانی تھیں (iii) آمنہ کی دادی تھیں (iv) آمنہ کی نانی کی بہن تھیں۔

ہ: گھر میں کون سی بچی "پرنانی" کا زیادہ خیال رکھتی تھی؟

(i) سلمیٰ (ii) کریمہ (iii) نصیرہ (iv) آمنہ

سوال نمبر۲: کہانی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: خلاصہ سبق کے شروع میں ملاحظہ کیجئے۔

سوال نمبر۳: خلاف روزمرہ فقرے درست کریں۔

نمبر شمار	غلط فقرے	درست فقرے
الف	آج صبح سے سر کے اندر درد ہو رہا ہے۔	آج صبح سے سر میں درد ہو رہا ہے۔
ب	اس کے سر کے اوپر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔	اس کے سر پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔
ج	فی الحقیقت میں دلائی بہ نامے کی تجوری تھی۔	فی الحقیقت دلائی بہ نامے کی تجوری تھی۔
د	تم بھی جھوٹ نہیں بولنا۔	تم کبھی جھوٹ نہ بولنا۔

سوال نمبر۴: ان الفاظ و تراکیب کے معنی بتائیں۔

کنبہ، فتا کی آندھی، ڈھنڈار مکان، تسلط، بال پڑا الٹکا، کم خواب وزربفت، انہماک، مرقع، آثار قدیمہ، دقیانوسی خیال، قبالہ، حلال خوری۔

جواب:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
کنبہ	خاندان	کم خواب وزربفت	ایک قسم کا ریشمی کپڑا
فتا کی آندھی	موت	انہماک	غور، توجہ
ڈھنڈار مکان	خالی اور خستہ مکان	مرقع	جس میں پیوند لگے ہوں
تسلط	غلبہ	آثار قدیمہ	پرانی عمارتیں / پرانے زمانے کی نشانیاں

بال پڑا الٹکا	پرانا ٹوٹا مٹکا	دقیانوسی خیال	پرانے زمانے والے خیال
قبالہ	ملکیت کے کاغذات	حلال خوری	بھنگی کا پیشہ / حرام کھانا

سوال نمبر۵: درجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔

خون میں ابال آنا، الّلے تلّلے کرنا، آفت ناگہانی، ناک میں دم کرنا، بلائیں لینا، بڑھاپے میں مٹی خراب ہونا، مال مفت دل بے رحم، دقیانوسی خیال۔

جواب:

الفاظ	جملوں میں استعمال
خون میں ابال آنا	جب اکرم نے خالد کی بے عزتی کی تو خالد کے خون میں ابال آ گیا۔
الّلے تلّلے کرنا	بے جا الّلے تلّلے کرنے والا شخص ہمیشہ مقروض رہتا ہے۔
آفت ناگہانی	ہمیں ہر وقت یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں آفت ناگہانی سے بچائے
ناک میں دم کرنا	شیر پر پڑوسی نے ناک میں دم کر دیا تھا۔
بلائیں لینا	ماں اپنے اکلوتے بیٹے کی ہر وقت بلائیں لیتی ہیں۔
بڑھاپے میں مٹی خراب ہونا	وہ لوگ جو اپنے والدین کی خدمت نہیں کرتے ان کی بڑھاپے میں مٹی خراب ہوتی ہے۔
مال مفت دل بے رحم	بیٹے نے باپ کی جمع کی ہوئی رقم مال مفت دل بے رحم سمجھ کر اڑا دیا۔
دقیانوسی خیال	جو لوگ اپنی پرانی روایات پر قائم رہتے ہیں۔ ان کو دقیانوسی خیال والا کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر۶: مندرجہ ذیل جملوں کی ترکیب نحوی کریں۔

الف۔ حمید کا بھائی بیمار ہے۔

ب۔ عبداللہ اور شہریار نیک ہیں۔

ج۔ پاکیزہ نے پھول توڑا۔

د۔ طلحہ نے پودا لگایا۔

ہ۔ یہ آم میٹھا ہے۔

ر۔ ہارون اور عامر عقل مند ہیں۔

awaisenglishlab.com

جواب: ترکیب نحوی

الف۔ حمید کا بھائی بیمار ہے۔

مضاف الیہ	حروف اضافت	مضاف	خبر	فعل ناقص
حمید	کا	بھائی	بیمار	ہے

ب۔ عبداللہ اور شہریار نیک ہیں۔

معطوف الیہ	حروف عطف	معطوف	خبر	فعل ناقص
عبداللہ	اور	شہریار	نیک	ہیں

ج۔ پاکیزہ نے پھول توڑا۔

فاعل	علامت فاعل	مفعول	فعل
پاکیزہ	نے	پھول	توڑا

د۔ طلحٰہ نے پودا لگایا۔

فاعل	علامت فاعل	مفعول	فعل
طلحٰہ	نے	پودا	لگایا

ہ۔ یہ آم میٹھا ہے۔

اسم اشارہ	مشار الیہ	خبر	فعل ناقص
یہ	آم	میٹھا	ہے

ر۔ ہارون اور عامر عقل مند ہیں۔

معطوف الیہ	حروف عطف	معطوف	خبر / صفت	فعل ناقص
ہارون	اور	عامر	عقل مند	ہیں

☆☆☆☆☆☆

باب نمبر ۳

﴿علامہ اقبال کا تصور وطنیت﴾

ڈاکٹر وحید قریشی

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مملکت	سلطنت	خدوخال	حدود
محور	مرکز	داعی	دعوت دینے والا
خطہ ارض	زمین کا ٹکڑا	دھرتی پوجا	وطن کی عبادت
جغرافیائی حدود	زمینی حدود	ترک کرنا	ختم کرنا
ملت	قوم	ضابطہ حیات	زندگی گزارنے کے طریقے
وحدت	وجود	امتیازات	امتیاز کی جمع، فرق
قومی تشخص	قومی غیرت / خصوصیت	تغیر و تبدل	بدلنا
نصب العین	اصل مقصد	ملی عزائم	قومی ارادے
متصادم	کے خلاف، کے برعکس	لسانی	زبانوں سے متعلق
بانگِ درا	علامہ اقبال کی نظموں کی کتاب	الجھے ہوئے	کٹھن، مشکل
قیود	قید کی جمع	عمرانی	لوگوں کے رہن سہن کا علم
گرد وطن	وطن کی مٹی	ربط	تعلق
دامان	دامن کی جمع	تقویٰ	پرہیزگار
کنعان	حضرت یوسفؑ کا وطن	شعوب	شعب کی جمع۔ قبیلہ

awaziqbalab.com

لونی	رنگ	پرستش	عبادت
شائبہ	شک وشبہ	مناقشت	تنازعہ، جھگڑا
فکرِ اقبال	اقبال کی سوچ	ملتِ بیضاء	مسلمان قوم

☆☆☆☆☆

﴿خلاصہ﴾

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔اور پاکستان حاصل کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دنیا کے نقشے پر ایک ایسا ٹکڑا قائم ہو جو اسلام کی تجربہ گاہ ہو اور جہاں اسلامی قدروں کا فروغ ہو۔ دنیا میں وطنیت دو طرح کی ہے۔ایک مغربی تصور وطنیت اور دوسری اسلام کا تصورِ ملت۔

مغربی تصورِ وطنیت میں رنگ، نسل، زبان، اور جغرافیہ قومی تشخص متعین کرتے ہیں۔اور اسلامی تصور ملت میں اسلام بنی نوع انسان کی وہ وحدت ہے جو رنگ و نسل اور زبان سے بالاتر ہے۔شروع شروع میں اقبال بھی مغربی تصور وطنیت کے قائل تھے۔ لیکن بہت جلد اس اثر سے باہر آئے اور مغربی تصور وطنیت کی کھلم کھلا مخالفت کی۔

پاکستان قائم ہونے کے بعد کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مقامی اور مہاجر کے امتیازات ابھرے اور تہذیبی سطح پر کئی تبدیلیاں ظاہر ہوئیں۔ پہلے یہاں بسنے والے مسلمان ''ہندی مسلمان'' کہلاتے تھے۔ اب ہندی مسلمان اور پاکستانی مسلمان میں کون کون سے اختلافات پیدا ہوئے؟

جب پاکستان ایک نظریے اور ایک عقیدے کے بنیاد پر قائم ہوا۔ وہ مسلمان جو پاکستان میں رہتے بستے ہیں۔اور پھر وہ مسلمان جو ہندوستان میں رہ گئے۔آیا مغرب کے وطنی تصور کو قبول کرنا ہوگا یا اسے رد کر کے اپنے تشخص کو ملی عزائم کے ساتھ منسلک کرنا ہوگا۔ قرآن مجید کی سورۃ الحجرات سے ثابت ہے کہ ذاتیں اور خاندان محض شناخت کے لیے ہیں۔اصلی شرف اور فضیلت کا معیار نسب نہیں، بلکہ تقویٰ ہے۔

تمام شعوبی قبائل اور لسانی اختلافات پر اسلامی نصب العین کو فوقیت تسلیم کی جاتی ہے۔ اسی طرح زبانیں بھی صرف اظہار کا وسیلہ ہیں۔ وسیلے کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں۔مسلمان جہاں بھی گئے۔ وہاں کی مقامی زبان کو اظہار وسیلہ بنایا اور تبلیغ وہدایت کا ذریعہ بھی۔ عالم اسلام میں کبھی بھی زبان پر لڑائی یا جھگڑا نہیں ہوا۔کیونکہ زبان اظہار کا وسیلہ ہے۔اور وسیلہ اگر مقصد بن جائے تو اس سے کئی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔اور ہمارے لسانی مسائل میں یہی خرابیاں راہ پا چکی ہیں۔فکر اقبال سے ہم ان پر قابو پا سکتے ہیں۔

﴿مرکزی خیال﴾

ڈاکٹر وحید قریشی نے "علامہ اقبال کا تصور وطنیت میں" یہ نکتہ اُجاگر کیا ہے پاکستان اسلامی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا ہے۔ اسلام کا تصور وطنیت سے قطعی مختلف ہے۔ مغربی تصور وطنیت کا دارومدار رنگ، نسل، زبان اور جغرافیہ پر ہے جبکہ اسلام ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔علامہ اقبال کا تصور وطنیت بھی اسلامی سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ وہ قبائلی، نسلی، لونی اور لسانی امتیازات پر اسلامی نصب العین کی فوقیت (برتری) تسلیم کرتے ہے اور یہی علامہ اقبال کا تصور وطنیت ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل الفاظ کی مدد سے خالی جگہوں کو پُر کریں۔

جواب: الف۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔

ب۔ عالمِ اسلام کی ثقافتی زبان فارسی رہی ہے۔

ج۔ پاکستان کی قومی زبان اردو ہے۔

د۔ زبانیں اظہار کا وسیلہ ہیں، بت نہیں کہ ان کی پوجا کی جائے۔

ہ۔ اصلی شرف، فضیلت کا معیار نسب نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات:۔

سبق کا نام	علامہ اقبال کا تصور وطنیت
مصنف کا نام	ڈاکٹر وحید قریشی
صنف نثر	مضمون
ماخوز از	اساسیات اقبال

سوال نمبر ۲: مغرب کے تصور وطنیت اور اسلامی نظریہ قومیت کے درمیان بنیادی فرق وامتیاز کیا ہے؟

جواب: مغرب کا تصور وطنیت چند بنیادی امور پر مشتمل ہے۔ جو صرف رنگ، نسل، زبان اور وحدت تک قائم ہیں۔جن سے مختلف

awazenqilab.com

ملکوں کے باشندے اپنا قومی تشخص متعین کرتے ہیں اور اسلامی نظریہ قومیت یہ ہے کہ اسلام بنی نوع انسان کی وہ وحدت ہے جو کہ رنگ و نسل اور زبان سے بالاتر ہے۔

سوال نمبر۳: اقبال زبان پرستی اور وطن پرستی کے کیوں مخالف تھے؟

جواب: اقبال زبان پرستی اور وطن پرستی کے اس لیے مخالف تھے۔ کہ یہ دونوں نظریات اسلامی تعلیمات کے روح کے منافی تھے۔ شروع شروع میں اقبال مغرب کے تصورِ وطنیت کے قائل تھے۔ لیکن بعد میں کھلم کھلا مخالفت کی اور وطن کو جغرافیے کی قید سے آزاد کیا۔ اور اپنے صدارتی خطبے میں تصورِ پاکستان کی شکل میں پیش کیا۔

سوال نمبر۴: اس جملے کا مطلب واضح کریں۔ ''اصل اہمیت زبانوں کو نہیں مطالب کو حاصل رہی''۔

جواب: زبانیں صرف اظہار کا وسیلہ ہوتی ہیں مقصد نہیں۔ عالمِ اسلام میں کبھی بھی لڑائی جھگڑے زبانوں پر نہیں ہوئے۔ مسلمان جہاں بھی گئے۔ وہاں کی مقامی زبان کو اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اور جس علاقے میں گئے۔ وہاں کی علاقائی زبان کو اپناتے ہوئے دین و تبلیغ اور ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ اس لیے اصل اہمیت مطالب کو حاصل ہے اور زبانوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ صرف اظہار کا ایک وسیلہ ہے۔

سوال نمبر۵: سورہ الحجرات میں شعوب و قبائل کا اصل مقصد کیا بیان کیا گیا ہے؟

جواب: سورہ الحجرات سے ثابت ہے کہ دنیا میں ذاتیں اور خاندان صرف شناخت کے لیے ہیں۔ اصلی شرف و فضیلت کا معیار نسب نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔

سوال نمبر۶: مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مطلب واضح ہو جائے۔

نصب العین، متصادم، خدوخال، دھرتی پوجا، تغیر و تبدل، لسانی اختلافات، سرچشمہ، ثانوی حیثیت۔

جواب:

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
نصب العین	محنت کے بغیر ہم اس دنیا میں اپنا نصب العین حاصل نہیں کر سکتے۔
متصادم	پاکستان میں کوئی بھی قانون قرآن و سنت کے متصادم نہیں بنایا جاتا۔
خدوخال	عمران کی شخصیت کے خدوخال بڑے پُرکشش ہیں۔
دھرتی پوجا	جس قوم میں دھرتی پوجا ہوتی ہے وہ اپنے ملک کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔

تغیر و تبدل	زلزلے اور ناگہانی آفت زمینی تغیر و تبدل کا سبب بنتے ہیں۔
لسانی اختلافات	ہمیں اپنے لسانی اختلافات بھلا کر ملکی ترقی کا سوچنا چاہیے۔
سرچشمہ	مدرسہ اکوڑہ خٹک دینی علوم کا سرچشمہ ہے۔
ثانوی حیثیت	اردو زبان کو بطور دفتری زبان آج بھی ثانوی حیثیت حاصل ہے۔

سوال نمبر۷: نیچے دی ہوئی عبارت کو پڑھیں اور ذو معنی الفاظ کے سات جوڑے تلاش کریں اور جملوں میں استعمال کریں کہ دونوں مطالب واضح ہو جائیں۔

عبارت: ان دنوں زہیر دمشق میں تھا۔ ایک بار اس نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ ملک شام میں ایک پہاڑی علاقے میں سونے کی ایک کان موجود ہے۔ اس نے سامان سفر اونٹ پر بار کیا اور خزانے کی تلاش میں چل دیا۔ شام کا اندھیرا ہونے سے پہلے وہ اس علاقے میں پہنچ گیا۔ اچانک ایک جھاڑی سے ایک زخمی ہرن نکلا جو زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا تھا۔ زہیر نے اسے پکڑ کر تیز چھری سے ذبح کیا اور اس کا گوشت مزے سے کھایا۔ اس کا خیال تھا کہ کل صبح اپنے کام کا آغاز کر دے گا لیکن یہ جان کر اسے پریشانی ہوئی کہ خزانے کی نشان دہی کرنے والی مشین کی کوئی کل خراب تھی۔ وہ دیا جلا کر اسے ٹھیک کرنے لگا۔ جلد ہی اسے کامیابی مل گئی تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس رات اس کے کان میں ہلکا ہلکا درد ہو رہا تھا۔ اس لئے اسے آرام سے سونے کا موقع کم ہی ملا۔

جواب:

الفاظ	معانی	جملوں میں استعمال
بار	دفعہ	میں نے پانچ بار لاہور کی سیر کی ہے۔
بار	لادنا	میں نے گدھے پر اپنا سامان بار کیا۔
شام	غروب کا وقت	شام کا اندھیرا پھیل گیا ہے۔
شام	ملک کا نام	آج کل ملک شام میں حکومت کے خلاف بغاوت ہو رہی ہے۔
کان	سننے کا عضو	میرے کان میں درد ہو رہا ہے۔
کان	معدن	ہمارے گاؤں میں کوئلے کی کان موجود ہے۔

awazelmqlab.com

سونے	نیند کرنا	میں رات دس بجے سونے کے لیے اپنے کمرے میں جاتا ہوں۔
سونے	دھات	بلوچستان میں سونے کی کانیں ہیں۔
جان	روح	شیر کو دیکھ کر میری جان نکل گئی۔
جان	معلوم کرنا	مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرا بھائی امتحان میں پاس ہوا۔
کل	مشینی	میری گاڑی کے کل پرزے ٹھیک کام کر رہے ہیں
کل	گزرا ہوا دن	میں کل پشاور گیا تھا۔

سوال نمبر۸۔ نیچے دیے گئے جملوں میں محاوروں کی درستی کریں۔

	غلط جملے	درست جملے
الف	یہاں تو اُلٹی جمنا بہہ رہی ہے۔	یہاں تو اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے۔
ب	اس نے تو اپنے پاؤں پر خود ہتھوڑا مارا ہے۔	اس نے تو اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔
ج	ہر کوئی اپنا بھالو سیدھا کرنے میں لگا ہے۔	ہر کوئی اپنا اُلو سیدھا کرنے میں لگا ہے۔
د	تم نے جیسے جلتی پر پانی ڈال دیا۔	تم نے جیسے جلتی پر تیل ڈال دیا۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر۴

﴿مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ﴾

سجاد حیدر یلدرم

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
حالتِ زار	بری حالت	ہٹا کٹا	مضبوط جسم والا
اسپیچ	انگریزی لفظ۔تقریر	نحیف ونزار	کمزور
پیرایہ	طریقہ	نفرین	لعنت۔برا بھلا کہنا
مسخ	خراب۔بگڑی	جمِ غفیر	ہجوم
صدا	آواز	شناسائی	آشنائی۔جان پہچان
شقی القلب	سخت دل والا۔	بھڑ بھڑیا	ہلکے پیٹ والا
غریب الوطن	مسافر۔پردیسی	معقول	مناسب،عقلمندی
تعجب	حیرت	نچلا	آرام سے
امور	امر کی جمع۔حکم	بھونچال	زلزلہ
بدرجہا	کئی درجے	خصلت	عادت
رشک	حسد۔فخر	حرج	سختی۔نقصان
بشاشت	تازگی	ہُوحق کرنا	تعریف کرنا
حسرت	ارمان	منجھلی لڑکی	درمیانی لڑکی
تخلیہ	تنہائی	لٹریچر	ادب
ریویو	تبصرہ	کلیجے پر پتھر رکھنا	زیادہ صبر کرنا

www.zeinqlab.com

﴿خلاصہ﴾

مصنف کہتے ہیں کہ ایک دن میں دلی کے چاندنی چوک میں سے گزر رہا تھا۔ کہ میری نظر ایک فقیر پر پڑی جو بڑے مؤثر طریقے سے اپنی حالت زار لوگوں سے بیان کرتا تھا۔ وہ اپنی یہ درد بھری تقریر بار بار دھراتا تھا اور یہی صدا لگا رہا تھا کہ اے مسلمان بھائیوں! میں سات بچوں کا باپ ہوں روٹیوں کو محتاج ہوں۔ میں یہاں مسافر ہوں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ خدا کے لیے مجھ بد نصیب کا حال سنو۔ اتنا کچھ مل جائے کہ اپنے وطن پہنچ سکوں۔

مصنف کہتے ہیں کہ فقیر صدا لگاتا ہوا خیرات لیتا ہوا آگے بڑھا۔ لیکن میرے دل میں چند خیالات پیدا ہو گئے اور مجھے خود تعجب پیدا ہوا کہ اس فقیر کی حالت میری حالت سے بہتر ہے۔ یہ صحیح ہے کہ میں کام کرتا ہوں، تعلیم یافتہ ہوں اور مفت خوری میں دن گزارتا ہوں۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہوں۔ اور وہ جاہل ہے، گندھے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ لیکن اس کی حالت میری حالت سے بدرجہا اچھی تھی۔ میں رات دن فکر اور سوچوں میں گزارتا ہوں جبکہ وہ اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے اور باوجود بسورنے اور رونی صورت بنانے کے اس کے چہرے سے بشاشت (تازگی) نمایاں ہے۔

اس زمانے میں بھی اس کا کوئی دوست نہیں اور میرے اتنے دوست ہیں کہ ہر ایک نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ مثلاً ان کے ایک دوست احمد مرزا جب کمرے میں آتے ہیں۔ تو شور مچاتے ہیں اور تمام چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیتے ہیں۔ ان کا آنا بھونچال سے کم نہیں ہوتا تھا۔ اور دروازے کو اس زور سے کھولتے ہیں کہ گویا گولہ آ کے لگا۔ اور جاتے وقت نہایت محبت سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور جوش میں آ کر میرے ہاتھ کو اس قدر دباتے ہیں۔ کہ انگلیوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ اور غیر ضروری باتیں کرتے کرتے تھکا دیتے ہیں کہ میرے بنے بنائے خیالات کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

اسی طرح میرے ایک دوسرے دوست جن کا نام محمد تحسین ہے۔ تحسین صاحب کی خصلت ہے کہ رات دن اپنے بچوں کی فکر میں رہتے ہیں۔ جب کبھی ملنے آتے ہیں۔ تو تیسرے پہر کے قریب آتے ہیں۔ ان کے پاس باتیں کرنے کے لیے سوائے اپنی بیوی بچوں کی بیماری کا اور کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ اور جب کسی عام جلسے میں آتے ہیں تو اپنے بچوں کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔

مصنف کہتے ہیں کہ دوستوں کو چھوڑنا مشکل ہے لیکن ایک نہ ایک دن ان پیارے دوستوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ خواہ ایسا کرنے سے دل کو دکھ کیوں نہ پہنچے۔

﴿مرکزی خیال﴾

سجاد حیدر یلدرم کا افسانے "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مصنف اپنے دوستوں سے سخت تنگ اور نالاں

ہے۔ وہ اس بات کا رونا روتا ہے کہ اس کے دوست اسے کام کیلئے فارغ نہیں چھوڑتے چونکہ اس کا کام تصنیف و تالیف سے ہے اسلئے لکھائی کے دوران اس کے دوست آ کر اس کے خیالات منتشر کر دیتے ہے جب آرام کا وقت آتا ہے تو اس وقت بھی دوستوں کی آمد سے وہ بے آرامی کا شکار ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال ۱۔ متن کے مطابق درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ مصنف کی نظر چاندنی چوک میں پڑی۔

۱۔ شخص پر ۲۔ دوست پر **۳۔ فقیر پر** ۴۔ بچے پر

۲۔ فقیر حسرت سے کہہ رہا ہے:

۱۔ میرا کوئی رشتہ دار نہیں ۲۔ میرا کوئی اپنا نہیں ۳۔ میرا کوئی بھائی نہیں **۴۔ میرا کوئی دوست نہیں**

۳۔ مصنف کا بھڑ بھڑیا دوست ہے:

۱۔ احمد مرزا ۲۔ محمد مرزا ۳۔ حامد مرزا ۴۔ اسد مرزا

۴۔ مصنف کے دوسرے دوست محمد تحسین ہمیشہ فکر میں رہتے ہیں۔

۱۔ والدین کی ۲۔ بال بچوں کی ۳۔ نوکری کی ۴۔ دوستوں کی

۵۔ فقیر خوش قسمت آدمی ہے کیوں کہ:

۱۔ وہ بے گھر ہے ۲۔ وہ بھوکا ہے **۳۔ اس کا کوئی دوست نہیں** ۴۔ وہ غریب الوطن ہے

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات:۔

سبق کا نام	مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ
مصنف کا نام	سجاد حیدر یلدرم
صنف نثر	افسانہ
ماخوذ از	خیالستان

owaziqlab.com

سوال نمبر۲: افسانے کے فقیر کا حلیہ بیان کریں۔

جواب: فقیر کا حلیہ کچھ اس طرح تھا کہ قد کا لمبا اور جسم خوب موٹا تازہ تھا۔ اس کا چہرہ اتنا بدصورت نہیں تھا۔ لیکن بدمعاشی اور بے حیائی نے کسی حد تک صورت بگاڑ دی تھی۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا۔ اور باوجود اتنی پریشانیوں کے اس کے چہرے سے بشاشت نمایاں تھی اور بڑا مطمئن دکھائی دیتا تھا۔

سوال نمبر۳: فقیر کی صدا کا حال اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: فقیر دلّی کے چاندنی چوک میں سے گزر کر یہ صدا لگا رہا تھا۔ کہ اے میرے مسلمان بھائیو! مجھ غریب کی مدد کرو۔ میرے سات بچے ہیں۔ روٹیوں کو محتاج ہوں۔ میں یہاں مسافر ہوں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ میں نے کبھی بھیک نہیں مانگی۔ لیکن مجبور ہوں۔ مجھ سے صرف اتنی مدد کی جائے کہ اپنے وطن چلا جاؤں۔ خدا کے لیے میری سنو۔

سوال نمبر۴: فقیر کی صدا سن کر افسانہ نگار کے دل میں کیا خیال پیدا ہوا؟

جواب: فقیر کی صدا سن کر افسانہ نگار کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس فقیر کی حالت تو اس کی حالت سے بدرجہا اچھی ہے۔ یہ پھٹے پرانے کپڑوں اور اتنی اُلجھنوں کے باوجود ایسی خوشحال زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اس حالت میں بھی اس کے چہرے سے بشاشت نمایاں ہے۔ میں ہوں کہ تعلیم یافتہ بھی ہوں، عمدہ لباس بھی پہنتا ہوں۔ اور مفت خوری سے دن گزارتا ہوں اور دن رات فکر میں گزارتا ہوں۔ پھر بھی فقیر کی حالت مجھ سے کئی گُنا اچھی ہے۔ وہ ہٹا کٹا ہے اور میں نحیف ونزار۔ اس کا کوئی دوست نہیں جبکہ میرے کئی دوست ہیں جنہوں نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔

سوال نمبر۵: افسانہ نگار اپنے دوستوں سے کیوں تنگ آ گیا تھا؟

جواب: افسانہ نگار اپنے دوستوں سے اس لیے تنگ آ گیا تھا۔ کہ تمام دوست اس کے لیے دردِ سر بن گئے تھے۔ مصنف کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تھا کہ وہ کچھ لکھنے کے لیے بیٹھ جائے اور اس کے دوست تھے کہ باری باری ملاقات کے لیے آتے تھے۔ اور زیادہ وقت گپ شپ میں گزارتے تھے۔ ان دوستوں میں ایک دوست جب مصنف سے ملنے آتے ہیں۔ تو آندھی کی طرح آتے ہیں۔ تمام چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیتے ہیں۔ اور معمولی سی بات پر چیخنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور دروازے کو اس زور سے کھولتے ہیں۔ کہ خدا کی پناہ۔ ایک دوسرے دوست جو نہایت محبت سے مصافحہ کرتے ہیں۔ لیکن جوش میں آ کر ہاتھ کو اس قدر دبا لیتے ہیں کہ انگلیوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ ان کے دوستوں میں ایک دوست اور بھی جو عین اس وقت ملنے آتا ہے۔ جب آرام کا وقت ہوتا ہے۔ اور سوائے بیوی بچوں کی بیماری کا اور کوئی ذکر نہیں چھیڑتے۔

سوال نمبر۶: مندرجہ ذیل میں سے مذکر مؤنث بولے جانے والے الفاظ الگ کر کے لکھیں۔

صدا، حالت، قول، واسطہ، جوش، طبیعت، انکار، ملاقات، نعمت۔

جواب:۔ مذکر الفاظ: قول، واسطہ، جوش، انکار۔

مؤنث الفاظ: صدا، حالت، طبیعت، ملاقات، نعمت۔

سوال نمبر۷: واحد جمع لکھیں۔

واحد	جمع	واحد	جمع
غریب	غرباء	خیال	خیالات
جاہل	جہلاء	لقب	القاب
شکل	اشکال	تصنیف	تصانیف
لفظ	الفاظ		

سوال نمبر۸: اعراب لگائیں۔

جواب: نَفُرِیْن ، مَجْمَعْ ، نَحِیْف ونَزَارْ ، اَحْبَابَ ، قِیَامَتْ

سوال نمبر۹: مندرجہ ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

حالتِ زار، غریب الوطن، بشاشت، قابل رشک، قلم بند، جمِ غفیر، شناسائی، مصافحہ۔

الفاظ وتراکیب	جملوں میں استعمال
حالتِ زار	ناگہانی آفت سے متاثرہ لوگوں کی حالت زار پر ہمیں رحم کھانا چاہیے۔
غریب الوطن	غریب الوطن لوگوں کے ساتھ نیک سلوک روا رکھنا چاہیے۔
بشاشت	صبح کی سیر سے چہرے پر بشاشت پیدا ہوتی ہے۔
قابلِ رشک	اچھے اخلاق اپنا کر ہم اپنے آپ کو قابل رشک بنا سکتے ہیں۔
قلم بند	جج نے مدعی کا بیان قلم بند کر دیا۔
جمِ غفیر	عید کے دنوں میں بازار میں لوگوں کا جمِ غفیر تھا۔

www.shamsnotes.com

شناسائی	ہر کسی سے شناسائی نہیں رکھنی چاہیے۔
مصافحہ	مصافحہ کرنا سنت رسولؐ ہے۔

سوال نمبر۱۰ : غلط فقرات کو درست کر کے لکھیں۔

	غلط جملے	درست جملے
الف	یہ سنگِ مرمر کا پتھر ہے۔	یہ سنگِ مرمر ہے۔
ب	ابن بطوطہ ایک سیاہ تھا۔	ابنِ بطوطہ ایک سیاح تھا۔
ج	مالی نے گل نرگس کا پھول توڑا۔	مالی نے گلِ نرگس توڑا۔ یا مالی نے نرگس کا پھول توڑا۔
د	اکبر نے پانی پی لی ہے۔	اکبر نے پانی پی لیا ہے۔
ہ	ہارون میرا اہم جماعتی ہے۔	ہارون میرا اہم جماعت ہے۔

سوال نمبر۱۱: مندرجہ ذیل عبارت کو غور سے پڑھیں اور بتائیں۔ کون کون سے تشبیہات استعمال ہوئی ہیں؟

جواب:۔ تشبیہات:۔

گویا گولہ آ کر لگنا: یعنی دروازہ زور سے کھولنا۔

آندھی کی طرح آنا: یعنی جلدی اور تیز رفتاری سے داخل ہونا۔

بھائیوں کی طرح محبت: یعنی گہری دوستی یا بھائیوں جیسی دوستی۔

سوال نمبر۱۲: آپ مندرجہ بالا تشبیہہ کی مثالوں کے علاوہ اپنی طرف سے سوچ کر تشبیہہ کی پانچ مثالیں دیں۔

جواب: تشبیہات:۔

۱۔ مہران لومڑی کی طرح چالاک ہے۔

۲۔ چشمے کا پانی برف کی طرح ٹھنڈا ہے۔

۳۔ پیرس کی سڑکیں آئینہ کی طرح صاف ہیں۔

۴۔ علی شیر جیسا بہادر ہے۔

۵۔ نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

☆☆☆☆☆

باب نمبر۵

﴿ایک کہانی بڑی پرانی﴾

ہاجرہ مسرور

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ساڑھی	ایک قسم کی لمبی دھوتی	باپ لکھا نہیں بھلا ماں	امیر کبیر باپ سے غریب اور ان پڑھ ماں اچھی ہوتی ہے۔
		پسنہاری بھلی	
بین کرنا	رونا	پھندہ	تار یا رسی کا حلقہ
ریزگاری	ٹوٹے پیسے	پراونڈنٹ فنڈ	نوکری چھوڑنے کے بعد حکومت سے ملنے والی فنڈ
گرہ	گٹھڑی	دھمک	ہلکا درد سر
اٹکا ہونا	لگنا	ناقدرہ	جس کو قدر معلوم نہ ہو
لنگڑی	ٹانگوں سے معذور	ہسٹریا	بیماری
چڑچڑا کر بولنا	زیادہ غصے سے بولنا	منصفی	انصاف کی بات
آتش بازی	آگ کا کھیل۔ ایک پٹاخہ	سادھوؤں	درویش، فقیر
ہتک	بے عزتی	دیا سلائی	ماچس
تیاگیوں	تارک الدنیا	نیم وا آنکھیں	آدھی کھلی آنکھیں
اوندھا	الٹا	سینی ٹوریم	ٹی بی کا ہسپتال
تمتمایا ہوا رنگ	سرخ رنگ	دکھڑا	دکھ بری کہانی
لو کے جھونکے	گرم جھونکے	کھسک جانا	حرکت کرنا۔ جگہ بدلنا

awaziqlab.com

چھچھوری	کمینی	تپائی	ٹپائی۔ چھوٹی میز تین پایوں والی
سبھوں کو	تمام لوگوں کو	کشتی	ٹرے
لچھا گوٹا	گوٹا کناری	خدا لگتی کہنا	سچ بات کہنا
دیوان	سیڑھی	نگ	نگینہ
سکپکا کر	کانپ کر	پھوپھا	باپ کی بہن کا شوہر
کیل سے چھبوتے	کیل سے چھبتا	پیسہ دانتوں سے پکڑنا	بچت کرنا
مجولا بھالا	سیدھا سادہ	وارڈ	ہسپتال میں مریضوں کے لئے بڑا ہال
کھولاؤ	غصہ	نیک شگون	نیک فالی
ہراساں	گھبرائی	کٹیلہ لہجہ	سخت لہجہ
باوا	باپ	ڈھنگ	طریقہ
لت	عادت	جان کھپانا	محنت کرنا
دترے رہنا	جمے رہنا	طمانیت	اطمینان
قصیدہ	تعریف کرنا	طنطنے میں	غصے میں
گھی کا تار	کھانے میں گھی ڈالنا	دھول نکالنا	گرد نکالنا
جمعدارنی	گھر کی صفائی کرنے والی عورت	سدا	ہمیشہ
نند	شوہر کی بہن		

☆☆☆☆☆

خلاصہ

''ایک کہانی بڑی پرانی'' ہاجرہ مسرور کا ایک بہترین افسانہ ہے۔ اس افسانے میں مصنفہ نے ایک بیوی کی کہانی قلم بند کی ہے۔ جو نہایت ایماندار، پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ لیکن اس کے شوہر بڑے بدمزاج اور سخت طبیعت والے آدمی ہیں۔ معمولی سی بات پر غصے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہر وقت بیوی کو ڈانٹتے ہیں۔ اور بالآخر بیوی ان لڑائی جھگڑوں سے تپ دق جیسی بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ بیماری کے باوجود وہ اپنے خاوند اور گھر والوں کا پورا پورا خیال رکھتی ہے۔ گھر کی خوشحالی میں کسی قسم کی کسر نہیں چھوڑتی۔ ڈاکٹر نے عمدہ خوراک کی تجویز دی ہے۔ لیکن بیوی خاوند اور گھر کے اخراجات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پیسہ پیسہ بچاتی ہے۔ گھر کی تعمیر میں اپنا پروایڈنٹ فنڈ (Providant fund) اور اپنے چھ تولے سونے کا سیٹ بھی خرچ کر لیتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود خاتون خانہ اور میاں صاحب کے درمیان لڑائی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

ایک دن ان کے نوکر بخشو میاں جو بیگم صاحبہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر گھر سے رخصت ہو رہے تھے کہ راستے میں میاں صاحب نے روک دیا اور گھر واپس لے کر کہنے لگا کہ آپ نے پھر بخشو میاں کو گھر سے نکالا۔ بیوی کہتی ہے کہ میں نے اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ یہ خواہ مخواہ منہ پھلائے روانہ ہوئے۔ میں نے اسے کیا کہا ہے؟ اور ہاں اس گھر کے لیے میں نے اپنی جان کھپا دی اور آپ لوگوں کے ہاں میری کوئی قدر نہیں۔ یہ باتیں سن کر بھی میاں صاحب پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوا۔

میاں صاحب کی خصلتوں میں یہ شامل ہے کہ جب گھر میں لڑائی ہوتی ہے۔ تو چند مخصوص رشتہ داروں کو گھر بلا لیتے ہیں۔ ایک دن جب یہ تمام لوگ ایک جگہ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ اور میاں کی ہر بات پر ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ کہ معمولی سے بات پر خاوند اور بیوی کے درمیان لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ بیوی سب کے سامنے شوہر سے کہہ رہی ہے کہ آپ مجھے ہر وقت طعنے دیتے ہیں۔ اس گھر کے لیے میں نے کیا نہیں کیا۔ پیسہ پیسہ جمع کیا۔ اپنا پروایڈنٹ فنڈ اور سونا بیچ کر اس گھر پر لگایا۔ یہ باتیں سن کر میاں صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ آج تو مجھے زیور کا طعنہ دے رہی ہے۔ تیرا کئی دفعہ علاج کیا۔ میں نے تیرے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ لیکن بیوی جواب دیتی ہے۔ کہ نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ اس پر میاں بیوی اس بات کو بہت دور لے جاتے ہیں۔ خاتون خانہ اپنی کلائی سے چوڑیاں اور کانوں سے بالیاں اتار لیتی ہیں۔ میاں بیوی اتنا شور مچاتے ہیں۔ کہ بالآخر تنگ آ کر شوہر بیوی کو طلاق دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

avazeenglab.com

﴿مرکزی خیال﴾

اس افسانے کا خیال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں عورت ہمیشہ مظلوم اور بے بس چلی آرہی ہے۔ شادی کے بعد تو اس کا وہ مقام و مرتبہ نہیں رہتا۔ اس افسانے میں خاتون خانہ جو کہ پڑھی لکھی عورت ہے۔ تپ دق جیسی بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہے لیکن بیماری کے باوجود اپنے گھر بار کا خیال رکھتی ہے۔ پیسہ پیسہ بچا کر گھر پر لگاتی ہے۔ مگر خاوند کے پاس اس کی کوئی قدر نہیں۔ بات بات پر بیوی کو ٹوکتے ہیں۔ اور طعنے دیتے ہیں۔ نہ بیوی کی بیماری کا خیال رکھتے ہیں نہ بال بچوں کی۔ بیوی کو ترساتے ہیں اور آخر میں طلاق دے دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: اس افسانے کا مرکزی خیال بیان کریں؟

جواب: مرکزی خیال سبق کے شروع میں ملاحظہ کیجئے۔

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات:۔

سبق کا نام	ایک کہانی بڑی پرانی
مصنف کا نام	ہاجرہ مسرور
صنف نثر	افسانہ
ماخوذ از	چاند کے دوسری طرف

سوال نمبر۲: خاتون خانہ کے کردار کے بارے میں اظہارِ خیال کیجیے؟

جواب: خاتون خانہ ایک پڑھی لکھی شریف اور کفایت شعار عورت ہے۔ پیسہ پیسہ بچاتی ہے۔ میاں اور بچوں کی خدمت میں مشغول رہتی ہے۔ بیماری میں بھی پورے گھر کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ اپنے گھر کو ہر وقت صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ گھر کی تعمیر میں اپنا پراونڈنٹ فنڈ اور زیور خرچ کرتی ہے۔ گھر کی آرائش و زیبائش کا خیال کرتی ہے۔ گھر میں مہمان آجائیں تو ان کی خوب خاطر مدارت کرتی ہیں۔ اپنے خاوند کو راضی رکھتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ وہ ان کے پاس بیٹھے گپ شپ لگائے اور بچوں کا

ذکر چھیڑے۔ لیکن بیوی کی خاوند کے ہاں کوئی عزت نہیں۔ خاوند بیوی سے دوری پسند کرتا ہے۔ گھر میں بیوی کی حیثیت ایک ملازمہ کی سی ہے۔

English

سوال نمبر۳: اس افسانے سے آپ کیا سبق اخذ کرتے ہیں۔

جواب: اس افسانے سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ گھر میں کبھی کبھار میاں بیوی کے درمیان ''تُو تُو میں میں'' ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن ایسے میں میاں بیوی دونوں کو بات بڑھانی نہیں چاہیے۔ ایک آدمی اگر غصے میں ہے تو دوسرے کو صبر سے کام لینا چاہیے۔ اگر کسی کی کوئی بات کوئی بری لگی ہو تو اس پر خاموشی اور بردباری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح گھریلو معاملات میں بیرونی لوگوں کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہی لوگ باتوں کو مزید طول دے کر حالات خراب کر دیتے ہیں۔ بیوی کی اپنے خاوند کے مزاج اور طبیعت سے واقفیت ضروری ہے۔ اور اپنی صحت کا خاص خیال رکھے تاکہ گھر میں ہر وقت رونق اور خوشحالی ہو اور اپنے خاوند سے ہنسی خوشی میں بات کرے۔ اور خاوند کا بھی فرض ہے کہ وہ بیوی پر بے جا غصہ اور ناراضگی کا اظہار نہ کرے۔ بات بات پر بیوی کو نہ ٹوکے اور اپنے گھر بار، بال بچوں کا پورا پورا خیال رکھے۔

سوال نمبر۴: آپ کے خیال میں ایسی ناپسندیدہ صورت حال سے بچنے کے لیے دونوں کرداروں کو کیا کرنا چاہیے تھا؟

جواب: ہمارے خیال میں ایسی ناپسندیدہ صورتحال سے بچنے کیلئے دونوں کرداروں کو صبر و برداشت سے کام لینا چاہیے تھا۔ خاوند کو اپنی بیمار بیوی سے ہمدردی اور محبت سے پیش آنا چاہیے تھا۔ جب کہ بیوی کو اپنے خاوند کے جذبات کی قدر کرنی چاہیے تھی اور خاوند کے رشتہ داروں اور دوستوں کے سامنے جواب نہیں دینا چاہیے تھا۔ بیوی کو شوہر کے حقوق و فرائض اور خاوند کو بیوی کے حقوق و فرائض سے آگہی ضروری تھی۔ اگر میاں بیوی دونوں حقوق و فرائض پر عمل پیرا ہوتے تو یقیناً اس قسم کے حالات پیدا نہ ہوتے۔

سوال نمبر۵: افسانہ نگار نے اس افسانے میں انسانی فطرت کی عکاسی کس طرح کی ہے؟

جواب: افسانہ نگار نے اس افسانے میں انسانی فطرت کی عکاسی کچھ اس طرح کی ہے۔ کہ میاں بیوی کے درمیان گلے شکوے کبھی کبھار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر ان دونوں میں ایک بھی صبر و برداشت سے کام نہ لے تو پھر یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور میاں بیوی کے تعلقات میں روز بروز خرابیاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ ہر کوئی اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہے۔ خاتونِ خانہ کی بھی یہی سوچ ہوتی ہے۔ کہ گھر کا سارا انظام وہی چلاتی ہے۔ اور بال بچوں کا خیال رکھتی ہے۔ جب کہ میاں صاحب اپنا رونا روتے ہیں۔ کہ یہ ہر وقت بیمار رہتی ہے اور صرف بال بچوں کو ترجیح دیتی ہے اور میری طرف دیکھتی ہی نہیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ یہی سلسلہ ہمارے معاشرے میں روز اوّل سے چلا آرہا ہے۔ کہ ہر کوئی دوسرے سے گلا شکوہ کرتا ہے اور خود کو حق بجانب سمجھتا ہے۔ لیکن یہ

shamsnotes.com

نہیں سوچتا کہ لوگوں کے اس کے بارے میں تاثرات کیا ہیں؟

سوال نمبر۶: درست جواب کے اوپر ( ) کا نشان لگائیں۔

جواب: الف۔ نثر میں ایک کہانی بڑی پرانی کون سی صنف ہے؟

ا۔ افسانہ　　ب۔ کہانی　　ج۔ ڈرامہ

ب۔ آپ کی کتاب میں شامل ایک کہانی بڑی پرانی کا خالق کون ہے؟

ا۔ احمد ندیم قاسمی　　ب۔ ہاجرہ مسرور　　ج۔ اشفاق احمد

ج۔ اس افسانے میں نوکر کا کیا نام ہے؟

ا۔ بخشومیاں　　ب۔ اچھومیاں　　ج۔ کلومیاں

د۔ اس افسانے میں زنانہ کردار بیوی پیشے کے لحاظ سے کیا ہے؟

ا۔ استانی　　ب۔ نرس　　ج۔ ٹائپسٹ

سوال نمبر۷: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں۔

(الف)۔ پھر بھی کہر کی مارے ہوئے سورج کے روشنی میں کمرہ اندھیرا لگ رہا تھا؟ اس جملے میں درست حرف اضافت لکھ کر صحیح جملہ دوبارہ لکھیں۔

جواب: پھر بھی کہر کے مارے سورج کی روشنی میں کمرہ اندھیرا لگ رہا تھا۔

(ب)۔ کردار 'بیوی' اپنے نوکر کو کیوں نکالنا چاہتی ہے؟ ایک ہی سطر میں جواب دیجیے۔

جواب: بیوی اپنے شوہر اور نوکر کی علیک سلیک کو مدنظر رکھتے ہوئے نوکر سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ کیونکہ نوکر یہاں میاں صاحب کو راضی رکھتا ہے اور ہر قسم کی خدمت کرتا ہے۔ اس لئے بیگم صاحبہ کا کہا نہیں مانتا کیوں کہ اسے پتہ ہے کہ بیوی نے اگر اسے گھر سے نکال دیا تو میاں صاحب منانے آئیں گے۔ بیوی نوکر کی مکاری سمجھ کر اسے نکالنا چاہتی ہے۔

(ج)۔ ''مر جاؤں گی تو چھٹی ہو جائے گی۔ پھر قدر ہو گی میری''۔ گھر میں اپنی ناقدری کی شکایت کرنے میں بیوی کس حد تک حق بجانب ہے؟ چند سطروں میں جواب تحریر کیجیے۔

جواب: بیوی کسی حد تک حق بجانب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیماری کی حالت میں بھی اس کے شوہر نے بیوی کی طرف نہیں دیکھا۔ بیوی نے شوہر کی بیماری کے علاوہ بھی کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن جب بیوی بیمار ہو گئی۔ تو شوہر نے پوچھا تک نہیں۔ شوہر کا فرض بنتا تھا

کہ وہ بیمار بیوی کی تیمارداری کرتا، دوا لاتا، خیریت دریافت کرتا۔ لیکن شوہر بجائے اس کے اپنے تمام کام بخشومیاں سے کرواتا۔ اس کی وجہ سے بیوی کو گھر میں اپنی بے قدری کا شدید احساس ہوا۔ کیوں کہ بیوی کے لئے میاں کے علاوہ اس گھر میں اور کون تھا؟

(د)۔ وہی چھلکتی سی نیم واہ آنکھیں بخار سے تمتمایا ہوا رنگ، سموسوں کی پلیٹ ان کے ہاتھ میں تھی۔ یہ جملہ کس سے متعلق ہے؟

جواب: یہ جملہ بیگم صاحبہ کے متعلق ہے۔

سوال نمبر۸: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں۔

(الف)۔ کیا آپ کے خیال میں ایک دوسرے سے چھوٹی چھوٹی شکایتیں اور گلے شکوے محلے والوں اور رشتہ داروں کے سامنے بیان کرنا اخلاقی اور معاشرتی نقطہ نظر سے درست اور جائز کام ہے؟ جواب دیں۔

جواب: میرے خیال میں ایک دوسرے سے چھوٹی چھوٹی شکایتیں اور گلے شکوے کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اس سے مزید برائیاں جنم لیتی ہیں اور خاص کر اپنے گھریلو معاملات رشتہ داروں اور محلے والوں کے سامنے پیش کرنا بڑی بے غیرتی ہے۔ کیونکہ جو لوگ اصلاح نہیں کر سکتے ان کے سامنے اپنے حالات اور معاملات کیوں چھیڑے جائیں۔ خدانخواستہ اگر اس قسم کے مسائل بن بھی جائیں تو ہمیں صبر و برداشت سے کام لینا ہو گا۔

(ب)۔ باپ لکھیا نہیں بھلا، ماں پسنہاری بھلی۔ ضرب المثل کا مفہوم واضح کریں۔

جواب: اس ضرب المثل کا مطلب یہ ہے کہ ایک لکھ پتی باپ اپنی اولاد کی اس طرح خدمت نہیں کر سکتا جتنی ایک غریب اور چکی پیسنے والی ماں کرتی ہے۔

سوال نمبر۹: خالی جگہ پُر کریں۔

جواب: الف۔ پھر جانے کی دھمکی دے رہے ہو بخشومیاں۔ تم سمجھتے ہو میرے ہاتھوں میں دم نہیں۔

ب۔ بس بس دیکھ لیا ہے۔ ہاں یہ سویٹر رکھ دو میں نے نیا بُن کر تمھیں دیا تھا۔

ج۔ میں نے تو نہیں نکالا کسی کو۔ خود گٹھڑی باندھ لائے۔

د۔ ایسی لات جس سے ان کے دماغ کے سارے کل پرزے چل پڑے۔

ہ۔ ہمیشہ وہ چاہیں گے جو میں نہ چاہوں۔ ہمیشہ مجھے ذلیل کریں گے دوسروں کے سامنے۔

و۔ بخشومیاں بازار سے سموسے بھی لے آئے۔

ز۔ اچانک کمرے میں ایک چڑیا روشن دان کے شیشے سے ٹکرائی۔

awazeiqulab.com

ح۔ رشتے کی پھوپھی برا مان کر منہ بسورنے لگیں۔

ط۔ آنسو تو تمہاری پلکوں پر دھرے رہتے ہیں۔ جب گھر میں آؤ منہ سوجا ہوا دیکھوں۔

ی۔ تمھارا کیا حال پوچھیں سدا کی بیمار۔ میاں منہ لٹکا کر بولے۔

سوال نمبر ۱: درج ذیل اقتباسات کا مفہوم اس طرح بیان کیجئے کہ مشکل الفاظ و محاورات کی وضاحت ہو جائے۔

ا۔ پھر جانے کی دھمکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔واہ اچھی دھمکیاں ہیں جانے کی۔

ب۔ واہ میری بھی تو کوئی عزت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سارے کل پرزے چل پڑے۔

ج د۔ لو ذرا دیکھو اگر میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بد دعا لگے گی چڑیوں کی۔

ہ۔ پوچھیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔منہ بسورنے لگیں۔

و۔ سن لیا آپ لوگوں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میاں آگ بگولہ ہو گئے۔

ز۔ یہ مجھ سے جان چھڑانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ مرتی ہو یا جیتی ہو؟

ح۔ اچھی شرافت ہے یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ شیر کی طرح دھاڑے۔

ط۔ اور جیسے اس انار کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میاں منہ پھیر کر کھڑے ہو گئے۔

ی۔ ہے ہے بے چاری کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔راستہ خود تلاش کر لیتی ہیں۔

جواب: اقتباسات کا مفہوم:

(ا) بیگم صاحبہ جو بیماری کی وجہ سے چڑچڑی ہو گئیں ہے۔ بخشو کو گٹھڑی باندھے دیکھ کر اور بگڑ جاتی ہے اور خفا ہو کر کہتی ہے کہ اچھا تم پھر جانے کی دھمکی دے رہے ہو۔ تمہارا خیال ہے کہ اب میرے ہاتھ میں کام کرنے کی طاقت نہیں رہی اور یہ گھر صرف تمہارے سہارے چل رہا ہے۔ بیگم اسے طعنہ دیتے ہوئے کہتی ہے کہ جیسا تم پکاتے ہو تو اگر میں پکانے کے وقت خیال نہ رکھوں تو پتا نہیں تم کیا کچھ پکا لو گے۔ تمہیں تو اندازہ نہیں کہ کونسی چیز کتنی پکانی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کرتے ہو کہ بازار سے سودا لاتے ہو اور بچوں کو سکول لے جاتے ہو۔ گھر کے کام صرف یہی نہیں اور بھی کئی مسائل ہیں جو اگر میں حل نہ کروں تو اس گھر کا سارا نظام ٹھپ ہو جائے گا۔

(ب) بیگم صاحبہ اس بات سے اور ناراض ہوتی ہے کہ میرے نکالنے کے باوجود صاحب بخشو کو واپس گھر لے آئے ہیں اور اب اس کی خوشامدیں بھی کر رہے ہیں۔ وہ زور سے کہتی ہے کہ خوب میری عزت افزائی ہو رہی ہے ایک نوکر کو مجھ پر ترجیح دی جا رہی ہے۔

میں نے اس گھر کی خدمت میں اپنا آپ مٹا دیا مگر میاں ان کی بات سنی ان سنی کر کے میز سے فائلیں اٹھاتے ہوئے باہر چلے جاتے ہیں۔ میاں دفتر جانے کیلئے سکوٹر سٹارٹ کر لیتے ہیں اور انہیں ایسا لگ رہا ہے کہ گویا ان کے ذہن پر لاتیں برسائی جا رہی ہیں۔ اس بے چینی اور بے تابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ذہن میں وسوسے اور اندیشے ایک دفعہ پھر بیدار ہو جاتے ہیں۔

(ج) بیگم کمرے میں گرد و غبار دیکھ کر کہتی ہے کہ دیکھوں اس بخشو کو مجھ پر ترجیح دی جا رہی ہے۔ جس کو ڈھنگ سے صفائی کرنی بھی نہیں آتی۔ اب اپنے طور پر بخشو نے یہ کمرہ صاف کر دیا ہے وہ گویا صاحب سے مخاطب ہو کر انہیں اپنی اہمیت کا احساس دلا رہی ہے وہ روتی ہوئی اُٹھتی ہے میز پر جمی ہوئی گرد کو انگلیوں سے صاف کرتی ہے اس قدر مٹی دیکھ کر ان سے رہا نہیں جاتا اور وہ بے تاب ہو کر بجائے جھاڑن وغیرہ اُٹھانے کے اپنے دوپٹے ہی سے کرسیاں میزیں جھاڑنے لگتی ہیں۔

(د) بیگم اپنے آپ سے کہہ رہی ہیں کہ سارے گھر کا خیال مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ صفائی اور جھاڑ پونچھا اگرچہ بخشو کا کام ہے مگر وہ ایسی لاپرواہی سے کام کرتا ہے کہ فرنیچر پر گرد پڑی رہتی ہے۔ اگر کوئی باہر سے گھر آتا اور یہ گھر دیکھتا تو خواہ مخواہ مجھے بیمار سمجھ لیتا، ہمدردیاں جتاتا اور میں اندر سے گھلتی رہتی۔ وہ سارے کمرے کی صفائی کر ڈالتی ہے، چھت پر جالے لمبے بانس سے اُتار لیتی ہے۔ روشن دان میں چڑیا کا گھونسلا وہ جان بوجھ کر چھوڑ دیتی ہیں جس میں چڑیا کے بچوں کی چوں چوں بھی سنائی دے رہی تھی۔ میاں نے بخشو کو خاص طور پر کہہ دیا تھا کہ اس گھونسلے کو ہاتھ نہ لگانا۔ چڑیا کے بچے اِدھر اُدھر بے گھر ہو جائیں گے اور بد دُعا دیں گے۔

(ہ) میاں سارا قصور بیوی کا بتا رہا ہے اور بتاتا ہے کہ بیگم صاحبہ سے پوچھیے کہ اس کا مزاج ہر وقت آسمان پر کیوں چڑھا رہتا ہے اور ہر وقت کیوں جھگڑتی رہتی ہے اور وہ میاں سے مخاطب ہو کر بولی۔ ہمیشہ دوسروں سے پوچھواتے ہو۔ اگر خود تکلیف کر کے پوچھ ہی لیا کریں کہ میں کیا چاہتی ہوں تو یہ نوبت نہ آئے گی۔ بیگم کے دوسروں کہنے سے پھوپی خفا ہو جاتی ہے اور اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اچھا اب ہم دوسرے ہو گئے۔ ہم تو اپنا سمجھ کر آتے ہیں پتا نہیں تھا کہ آپ ہمیں اپنے سے جدا خیال کرتی ہیں۔

(و) میاں، پھوپھی، پڑوسن خالہ اور کلرک دوست سب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ سن لیا آپ لوگوں نے، ان کی اتنی گھٹیا طبیعت ہے اب تک خاموش رہیں مگر آج اپنے دل کی بھڑاس زبان پر لے آئیں اور جو قربانی دی ہے اس کا احسان جتا رہی ہیں انہیں یہ پتا نہیں کہ اگر ہم کھانے پینے، پہننے اور دوا علاج کے لیئے خرچہ نہ دیتے تو کیا ہوتا؟ رات دن ایک کر کے ان کی تیمارداری کی اور یہ ہے کہ آج ہمیں اپنے زیور اور روپوں کا طعنہ دے رہی ہے۔ وہ غصہ ہو کر بیگم سے پوچھتے ہیں کہ بچوں کے سر کی قسم کھا کر بتا کہ میں نے تم سے روپیہ اور زیور مانگے تھے؟ وہ تو تم نے خود دیئے۔ وہ غصے سے آگ کی طرح سرخ ہو رہے تھے۔

awazoinqilab.com

(ز) بیگم صاحبہ نے کہا کہ میرا شوہر مجھ سے جان چھڑانا چاہتے ہے۔ میں نے ان کے سارے کام کیے۔ جیسا کہ کھانا تیار کرنا، کپڑے دھونا اور استری کرنا، جوتے پالش کرنا، گھر کی صفائی کرنا اور بچوں کی دیکھ بال کرنا۔ اس کے علاوہ میں نے گھر کے خرچے بھی کم کیے اور ان پیسوں کو اس گھر پر خرچ کیے لیکن اتنا کچھ کرنے کے باوجود میرے شوہر نے کبھی میرا نہیں پوچھا۔

(ح) یہ اچھی شرافت ہے میاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیوی کہتی ہے کہ یہ تو ساری دنیا کو بتائیں کہ میں بیمار ہوں اور مجھے رو جا رہا ہے اونچی آواز میں روؤں بھی نہیں۔ وہ سب کو مخاطب کر کے کہتی ہے اب یہ مجھے گھر میں بوجھ سمجھنے لگے ہے۔ میں جو کوئی بات کرتی ہوں یہ اس کا برا مناتے ہیں۔ بیوی رو رہی ہے اور ساتھ ساتھ میاں کا شکوہ بھی کر رہی ہے جس سے شوہر کو اور زیادہ غصہ آجا ہے اور وہ زور سے اسے چپ رہنے کے لئے کہتا ہے کہ سامان باندھو کچھ دن کے لئے اپنی بہن کے گھر کراچی چلی جاؤ اور جب تک میں نہ کہوں واپس آنے کے لئے اس وقت تک گھر نہیں آتا۔ بہن کے گھر رہنے میں آخر حرج ہی کیا ہے وہ بھی یہاں آ کر رہی ہے۔

(ط) بیگم نے کراچی میں اپنی چھوٹی بہن کے سسرال جانے سے انکار کرتے ہوئے میاں سے کہا کہ اگر جانا ہے تو پھر آپ بھی چلیے اور بچے بھی چلیں۔ یہ الفاظ بظاہر ایسے نہ تھے کہ میاں کو غیر معمولی طیش میں لانے کا باعث بنتے، مگر ہوا یہ کہ میاں مارے غصے کے بالکل پھٹ پڑے اور کہا کہ تو پھر میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔طلاق!

یہ الفاظ سن کر بیگم کو ایسا محسوس ہوا جیسے آتش بازی کے انار کے سارے جلتے پھول ان پر آ پڑے ہوں۔ ان الفاظ نے ان پر دہکتے انگاروں کی طرح برس کر جیسے ان کے وجود کی ساری توانائی کو بھسم کر ڈالا تھا۔ پھر بھی نہ جانے کیسے ان کا کانپتا ہوا ہاتھ بے اختیار آگے بڑھا۔ درمیان میں گول میز تھی، لیکن وہ جیسے ان کو دکھائی نہ دے رہی تھی۔ انہوں نے میز کے اوپر سے لڑھک کر میاں کی پتلون کا پائنچہ مضبوطی سے اپنی مٹھی میں جکڑ لیا اور کچھ کہنے کی کوشش کی، لیکن اس حالت میں الفاظ ان کے منہ سے نہ نکل سکے، اور وہ کچھ کہنے کی کوشش میں بری طرح ہانپنے لگیں۔ اس وقت ان کے اندر کا کرب ان کے چہرے سے عیاں تھا۔ آنکھوں اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا، ہونٹ کھلے تھے اور اجڑے ہوئے بالوں میں وہاں چمکتے سفید بال دکھائی دے رہے تھے۔ ایسی حالت میں وہ خاصی بدصورت نظر آ رہی تھیں۔

(ی) پڑوسن خالہ کو اس بات کا دکھ ہے کہ لڑکے پر تو خاوند کا حق ہوتا ہے اور لڑکی پر ماں کا۔ اس بیچاری کے لڑکے ہیں اس لئے اسے اکیلا جانا پڑے گا۔ کوئی بیٹی ہوتی تو ساتھ جاتی۔ پڑوسن خالہ اس کمرے کی طرف جاتی ہے جس طرف خاتون گئی ہے سردیوں کا موسم ہے اور شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے کمرے میں پیدا ہونے والی خاموشی ماحول کو اور سوگوار بنائے ہوئے ہیں میاں بلب روشن کرتا ہے۔ تو چڑیا جو باہر جانے کے لئے رستہ تلاش کر رہی تھی روشن دان کی دراز بند ہو جانے کی وجہ سے نکل نہیں پا رہی تھی۔

روشندان کے شیشے سے ٹکرانے لگی۔ میاں نے باہر نکلنے والا دروازہ کھول دیا تا کہ چڑیا باہر نکل کر گھونسلے تک جا سکے۔ چڑیا کی علامت سے مصنفہ نے بیوی کی بے چینی اور گھر سے دوری کی کیفیت کو ظاہر کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۱: حقیقی تذکیر و تانیث سے کیا مراد ہے؟

جواب: انسان کی شناخت، مذہب، ملک، وطن یا قامت کے بناء پر ہوتی ہے لیکن اشیاء کی شناخت میں ایک اور پہلو بھی نمایاں کردار ادا کرتا ہے وہ ہے اس کی جنس۔ ہر جاندار میں مخلوق نر ہے یا مادہ۔ جنس کے تعین میں اس اصول کی پیروی کی گئی ہے۔ کہ مرد عورتوں سے زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اسلئے ہر وہ چیز جو بڑی اور قوی نظر آتی ہے اسے اکثر حالتوں میں مذکر اور چھوٹی اور کمزور نظر آنے والی چیز کو مونث کہا گیا ہے۔ تذکیر و تانیث کا اطلاق اسماء پر ہوتا ہے اور اسماء دو قسم کے ہوتے ہے۔

۱۔ **حقیقی یا جاندار:** مرد، عورت، بچہ، شیر، چیونٹی وغیرہ

۲۔ **غیر حقیقی یا بے جان:** دولت، کتاب، چھڑی، پیغام وغیرہ

سوال نمبر ۱۲۔ درج ذیل مذکر کے مونث لکھیں۔

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
پھوپھا	پھوپھی	پوتا	پوتی
چچا	چچی	شہزادہ	شہزادی
ماما	ممانی	لنگڑا	لنگڑی
دادا	دادی	اونٹ	اُونٹنی
شیر	شیرنی	فقیر	فقیرنی
بوڑھا	بوڑھی	مور	مورنی
پٹھان	پٹھانی	مہتر	مہترانی
نانا	نانی	نٹ	نٹنی
بیٹا	بیٹی	جولاہا	جولاہن
لڑکا	لڑکی	نواسہ	نواسی

awazeinqilab.com

(ز) بیگم صاحبہ نے کہا کہ میرا شوہر مجھ سے جان چھڑانا چاہتے ہے۔ میں نے ان کے سارے کام کیے۔ جیسا کہ کھانا تیار کرنا، کپڑے دھونا اور استری کرنا، جوتے پالش کرنا، گھر کی صفائی کرنا اور بچوں کی دیکھ بال کرنا۔ اس کے علاوہ میں نے گھر کے خرچے بھی کم کیے اور ان پیسوں کو اس گھر پر خرچ کیے لیکن اتنا کچھ کرنے کے باوجود میرے شوہر نے کبھی میرا نہیں پوچھا۔

(ح) یہ اچھی شرافت ہے میاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیوی کہتی ہے کہ یہ تو ساری دنیا کو بتائیں کہ میں بیمار ہوں اور مجھے روکا جا رہا ہے اونچی آواز میں روؤں بھی نہیں۔ وہ سب کو مخاطب کر کے کہتی ہے اب یہ مجھے گھر میں بوجھ سمجھنے لگے ہے۔ میں جو کوئی بات کرتی ہوں یہ اس کا برا مناتے ہیں۔ بیوی رو رہی ہے اور ساتھ ساتھ میاں کا شکوہ بھی کر رہی ہے جس سے شوہر کو اور زیادہ غصہ آجاتا ہے اور وہ زور سے اسے چپ رہنے کے لئے کہتا ہے کہ سامان باندھو کچھ دن کے لئے اپنی بہن کے گھر کراچی چلی جاؤ اور جب تک میں نہ کہوں واپس آنے کے لئے اس وقت تک گھر نہیں آتا۔ بہن کے گھر رہنے میں آخر حرج ہی کیا ہے وہ بھی یہاں آ کر رہی ہے۔

(ط) بیگم نے کراچی میں اپنی چھوٹی بہن کے سسرال جانے سے انکار کرتے ہوئے میاں سے کہا کہ اگر جانا ہے تو پھر آپ بھی چلیے اور بچے بھی چلیں۔ یہ الفاظ بظاہر ایسے نہ تھے کہ میاں کو غیر معمولی طیش میں لانے کا باعث بنتے، مگر ہوا یہ کہ میاں مارے غصے کے بالکل پھٹ پڑے اور کہا کہ تو پھر میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔طلاق!

یہ الفاظ سن کر بیگم کو ایسا محسوس ہوا جیسے آتش بازی کے انار کے سارے جلتے پھول ان پر آ پڑے ہوں۔ ان الفاظ نے ان پر دہکتے انگاروں کی طرح برس کر جیسے ان کے وجود کی ساری توانائی کو بھسم کر ڈالا تھا۔ پھر بھی نہ جانے کیسے ان کا کانپتا ہوا ہاتھ بے اختیار آگے بڑھا۔ درمیان میں گول میز تھی، لیکن وہ جیسے ان کو دکھائی نہ دے رہی تھی۔ انہوں نے میز کے اوپر سے لڑھک کر میاں کی پتلون کا پائنچہ مضبوطی سے اپنی مٹھی میں جکڑ لیا اور کچھ کہنے کی کوشش کی، لیکن اس حالت میں الفاظ ان کے منہ سے نہ نکل سکے، اور وہ کچھ کہنے کی کوشش میں بری طرح ہانپنے لگیں۔ اس وقت ان کے اندر کا کرب ان کے چہرے سے عیاں تھا۔ آنکھوں اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا، ہونٹ کھلے تھے اور اجڑے ہوئے بالوں میں وہاں چمکتے سفید بال دکھائی دے رہے تھے۔ ایسی حالت میں وہ خاصی بدصورت نظر آ رہی تھیں۔

(ی) پڑوسن خالہ کو اس بات کا دکھ ہے کہ لڑکے پر تو خاوند کا حق ہوتا ہے اور لڑکی پر ماں کا۔ اس بیچاری کے لڑکے ہیں اس لئے اسے اکیلا جانا پڑے گا۔ کوئی بیٹی ہوتی تو ساتھ جاتی۔ پڑوسن خالہ اس کمرے کی طرف جاتی ہے جس طرف خاتون گئی ہے سردیوں کا موسم ہے اور شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے کمرے میں پیدا ہونے والی خاموشی ماحول کو اور سوگوار بنائے ہوئے ہیں میاں بلب روشن کرتا ہے۔ تو چڑیا جو باہر جانے کے لئے رستہ تلاش کر رہی تھی روشن دان کی دراز بند ہو جانے کی وجہ سے نکل نہیں پا رہی تھی۔ وہ

روشندان کے شیشے سے ٹکرانے لگی۔ میاں نے باہر نکلنے والا دروازہ کھول دیا تا کہ چڑیا باہر نکل کر گھونسلے تک جا سکے۔ چڑیا کی علامت سے مصنفہ نے بیوی کی بے چینی اور گھر سے دوری کی کیفیت کو ظاہر کیا ہے۔

سوال نمبر۱۱: حقیقی تذکیر و تانیث سے کیا مراد ہے؟

جواب: انسان کی شناخت، مذہب، ملک، وطن یا قامت کے بناء پر ہوتی ہے لیکن اشیاء کی شناخت میں ایک اور پہلو بھی نمایاں کردار ادا کرتا ہے وہ ہے اس کی جنس۔ ہر جاندار میں مخلوق نر ہے یا مادہ۔ جنس کے تعین میں اس اصول کی پیروی کی گئی ہے۔ کہ مرد عورتوں سے زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اسلئے ہر وہ چیز جو بڑی اور قوی نظر آتی ہے اسے اکثر حالتوں میں مذکر اور چھوٹی اور کمزور نظر آنے والی چیز کو مونث کہا گیا ہے۔ تذکیر و تانیث کا اطلاق اسماء پر ہوتا ہے اور اسماء دو قسم کے ہوتے ہے۔

۱۔ **حقیقی یا جاندار:** مرد، عورت، بچہ، شیر، چیونٹی وغیرہ

۲۔ **غیر حقیقی یا بے جان:** دولت، کتاب، چھڑی، پیغام وغیرہ

سوال نمبر۱۲۔ درج ذیل مذکر کے مونث لکھیں۔

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
پھوپھا	پھوپھی	پوتا	پوتی
چچا	چچی	شہزادہ	شہزادی
ماما	ممانی	لنگڑا	لنگڑی
دادا	دادی	اونٹ	اُونٹنی
شیر	شیرنی	فقیر	فقیرنی
بوڑھا	بوڑھی	مور	مورنی
پٹھان	پٹھانی	مہتر	مہترانی
نانا	نانی	نٹ	نٹنی
بیٹا	بیٹی	جولاہا	جولاہن
لڑکا	لڑکی	نواسہ	نواسی

awazenqilab.com

بھٹیارہ	بھٹیارن۔بھٹیاری	بندہ	بندی
مور	مورنی	ملاّ	ملانی
بھانجا	بھانجی	مغل	مغلانی
مہاراجہ	مہارانی	استاد	استانی
مرغا	مرغی	بھوت	بھتنی
ہندو	ہندنی	راجا	رانی
ہاتھی	ہتھنی	کنوارہ	کنواری
شیخ	شیخانی	گدھا	گدھی
سید	سیدانی	جاٹ	جاٹنی

سوال نمبر۱۳۔ ان ضرب الامثال کا مطلب واضح کریں۔

۱۔ ابھی دلی دور ہے۔

مطلب: ابھی اور وقت لگے گا، ابھی مقصد پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔

وضاحت: جب ایران کے بادشاہ نادر شاہ حملے کی غرض سے دلی کی جانب بڑھ رہا تھا تو بادشاہ کے وزیروں نے بادشاہ کے حملے کرنے کیلئے آرہا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ "ہنوز دلی دوراست" اس کا مطلب ہے کہ ابھی دلی دور ہے یہ ضرب المثل اس موقع پر بولا جاتا ہے جب ایک شخص فرض شناس نہیں ہوتا اور اسے اپنے فرض کا کچھ احساس نہ ہو۔

۲۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھانے۔

مطلب: رازدار کی دشمنی سخت خطرناک ہوتی ہے۔

وضاحت:

ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا

عام طور پر انسان اپنوں کے ہاتھوں نقصان اٹھاتا ہے کیوں کہ گھر کی تباہی اور بربادی میں ہمیشہ اپنوں کی ہاتھ ہوتی ہے۔

اور وہ اسلئے کہ انسان کے اپنے لوگ ان کے گھر کا بھید جانتے ہیں۔ گھر کا بھید (راز) جاننے والا ہی اس گھر کو زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔

۳۔ رام رام جپنا، پرایا مال اپنا۔

مطلب: بظاہر میں پرہیزگاری اور باطن میں بے ایمانی۔

وضاحت: یہ ضرب المثل ان لوگوں کے بارے میں بولا جاتا ہے جو عبادات میں کھرا اور معاملات میں کھوٹا ہو۔ جو بظاہر نیک اور اللہ سے محبت رکھنے والے نظر آتے ہوں لیکن دنیاوی معاملات میں بے ایمانی سے کام لیتے ہوں۔ مطلب یہ کہ یہ ضرب المثل منافق لوگوں کے بارے میں بولی جاتی ہے۔

۴۔ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔

مطلب: عوام کی رائے میں خدا کی مرضی شامل ہوتی ہے۔

وضاحت: جب عوام کی اکثریت ایک بات پر اتفاق کر جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عوام کی رائے میں وزن ہے۔ اور خدا کی مرضی اس میں شامل ہے۔ کیوں کہ اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔

سوال نمبر۱۴۔ درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھے اس میں سے استعارے کے مثالیں پڑھیں اور بتائیں کہ اس سے مراد کیا ہیں۔

عبارت: "خدا ہمارے شیروں کو سلامت رکھے۔ یہ ہماری سرحدوں کے محافظ ہیں۔ ہم نے لاکھوں شہیدوں کی قربانی دے کر اس جنت کو حاصل کیا۔ ماؤں نے اپنے لعل اور بہنوں نے اپنے چاند اس کی آزادی پر قربان کر دیے تھے۔ تب پیارا پاکستان وجود میں آیا تھا۔"

جواب: مندرجہ بالا عبارت میں استعارے یہ ہیں۔

شیروں۔ جنت۔ لعل۔ چاند

☆ شیروں سے مراد پاک فوج کے جوان ہیں۔

☆ جنت کا لفظ ہمارے پیارے وطن پاکستان کے لئے استعمال ہوا ہے۔

☆ لعل سے مراد بیٹے اور

☆ چاند کا استعارہ بھی بیٹوں ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

سوال نمبر۱۵: استعارہ کی تعریف کریں۔ اور مثالوں سے واضح کریں۔

awazeinqilab.com

جواب: حوالہ گرائمر: یہ سوال ہماری اردو کی درسی کتاب کے گرائمر سے لیا گیا ہے۔

استعارہ:

مطلب: استعارہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہے ادھار لینا۔

تعریف: جب کوئی لفظ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو اسے استعارہ کہتے ہیں۔

ارکان استعارہ:

ا۔ مستعار لہ

ب۔ مستعار منہ

ج۔ مستعار

د۔ وجہ جامع

مثال:

ا۔ زید چاند ہے ب۔ پانی برف ہے ج۔ جاوید شیر ہے

سوال نمبر۱۵: افسانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: افسانے سے مراد وہ مختصر تحریر، قصہ یا کہانی یا واقعہ ہے جس کے تمام کردار خیالی ہوتے ہیں۔ افسانے کو انگریزی میں فکشن (Fiction) کہتے ہیں۔ اس میں ادیب زندگی کے کسی ایک گوشے پر روشنی ڈالتا ہے۔ افسانہ اپنے مختصر کینوس پر ایک بھرپور تاثر میں پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ اردو میں مغربی ادب کے زیر اثر آیا ہے۔

اردو میں افسانے کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے اوائل (آغاز ابتدائی حصے) میں ہوا اور سجاد حیدر یلدرم اردو کے پہلے افسانہ نگار مانے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر۲

ماں کی نصیحت

مترجم: اجمل نذیر

فرہنگ

مشکل الفاظ	معانی	مشکل الفاظ	معانی
مترجم	ترجمہ کرنے والا		
چشمہ و چراغ			
نقاد			
پرجوش			
وراثت			
زینت			
گراں قدر تحفہ			
عادت			
ذہین			
چابک			
ذرہ			
کچرا پتر			
گمشدہ			
گویا ہو			

طیش میں آنا	غصہ کرنا	سہم گیا	ڈر گیا
عہد	وعدہ	منقش	نقش ونگار والی
ہلاک کرنا	ختم کرنا	کام تمام کرنا	قتل کرنا، مارنا
قدآور	لمبے قد والا	قبل	پہلے
دنگ رہ گیا	حیران ہو گیا	پنجہ آزمائی	مقابلہ کرنا
خطاسرزد ہونا	غلطی کر جانا	مرعوب	رعب میں ہونا، خوفزدہ ہونا
باتوں میں آنا	دھوکے میں آنا	زیر کرنا	شکست دینا
زوردار	سخت ضرب		

﴿خلاصہ﴾

اس ترجمہ شدہ کہانی میں اجمل نذیر نے شیرنی کے ایک بچے کے حوالے سے اس حقیقت سے پردہ اُٹھایا ہے کہ جو اپنی ماں کی نصیحت پر عمل نہیں کرتا اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

شیرنی نے اپنے کم سن بچے کو نصیحت کی کہ ہر حال میں انسان سے بچ کر رہنا کیونکہ انسان بہت ہوشیار، شاطر اور چالاک ہوتا ہے اور اسے شکست دینا آسان نہیں ہے۔ والدہ کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے شیرنی کا بچہ انسان سے مقابلہ کرنے اور اسے زیر کرنے نکلا۔ جنگل میں اسے ایک اونٹ کو انسان سمجھ کر مقابلے کے لئے للکارا لیکن اونٹ نے یہ کہہ کر جان بچائی کہ میں تو خود انسان کے سامنے بے بس ہوں۔ وہ مجھ پر بوجھ لادتا ہے مجھے ذبح کر کے میرا گوشت کھاتا ہے اور میرا دودھ دوہتا ہے۔

اس کے بعد اس نے ایک ہاتھی کو دیکھا اور اسے بھی انسان سمجھ کر مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ لیکن ہاتھی نے بھی اسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ انسان مجھ سے بھی زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ وہ میرے اوپر سواری کرتا ہے اور مجھ پر وزن لادتا ہے۔ پھر ہاتھی نے اسے انسان کا پتہ بتا دیا کہ جو شخص جنگل میں درخت کی کٹائی میں مصروف ہے وہی انسان ہے۔ شیرنی کے بچے نے جب ایک چھوٹی سی مخلوق کو ایک قدآور درخت کو کاٹتے دیکھا تو سہم گیا لیکن پھر ہمت کر کے انسان کو للکارا کہ میرے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انسان نے شیرنی کے بچے سے گھبرا کر پوچھا کہ وہ اسے کیوں مارنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری ماں نے مجھے منع کیا تھا کہ انسان بڑا خطرناک ہے اس سے بچ کے رہنا، اس وقت سے میں نے خود سے عہد کر رکھا ہے کہ میں سب سے پہلے انسان ہی کا

شکار کروں گا۔

انسان نے جب اس کا جذباتی پن دیکھا تو دل میں سوچا کہ اس کو کسی ترکیب سے ہی زیر کیا جا سکتا ہے۔ اس نے شیرنی کے بچے سے کہا کہ تم اپنی ماں سے اجازت لے کر شکار کے لئے نکلے تو میں بھی اپنی ماں سے اجازت لے کر تمہارا مقابلہ کروں گا۔ شیرنی کا بچہ اس کی باتوں میں آ گیا کہ ٹھیک ہے اجازت لے کر جلدی واپس آ جاؤ۔ شیرنی نے مجھ سے وعدہ کیا لیکن جب میں ماں سے اجازت لے کر آیا تو وہ بھاگ چکا تھا اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں رسی کے ذریعے اس درخت سے باندھ لوں تا کہ تم بھاگ نہ کو واپس آ کر تمہیں کھول دوں گا پھر دونوں مقابلہ کریں گے۔

شیرنی کے بچے نے اجازت دے دی اور انسان نے اسے مضبوطی کے ساتھ باندھا اور جب کلہاڑی اُٹھا کر اس کا کام تمام کرنے لگا تو شیرنی کے بچے نے چلا کر احتجاج کیا انسان بولا کہ تم ماں کی نصیحت بھول کر مجھ سے لڑنے کے لئے آ گئے۔ تم بدنصیب ہو کیونکہ جو لوگ ماں کی بات نہیں مانتے وہ اسی طرح کا نقصان اُٹھاتے ہیں اور پھر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے

﴿مرکزی خیال﴾

مصنف نے سبق "ماں کی نصیحت" میں بڑا اہم نکتہ اُجاگر کیا ہے اور بتایا ہے کہ انسان کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہے اور اس کی کامیابی کا راز ماں کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے۔ جو لوگ ماں کا کہا نہیں مانتے اور اس کی نصیحت پر عمل نہیں کرتے ان کا انجام انتہائی عبرتناک ہوتا ہے۔ شیرنی کے بچے نے ضد کر کے ماں کی نصیحت کو پس پشت ڈال دیا نتیجتاً وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اگر ہم ماں کی نصیحتوں پر عمل کریں گے تو دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہونگے۔

☆☆☆☆☆

﴿مشقی سوالات﴾

سوال نمبر ا: متن کے مطابق درست الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پر کریں۔

ا۔ شیرنی کا بچہ ماں کی یہ باتیں سن سن کر سخت ---------- رہنے لگا۔ (نالاں)

ب۔ انسان انتہائی چالاک اور ---------- ہوتا ہے۔ (زیرک)

ج۔ وہ ہاتھی کی جسامت دیکھ کر ---------- گیا اور سمجھا کہ شاید یہی انسان ہے۔ (سہم)

د۔ مجھ سے کون سی ایسی خطا سرزد ہوئی جو تم اس قدر ---------- میں آ گئے۔ (طیش)

ہ۔ یہ جذباتی ہے، اس کو کسی ترکیب سے ہی ---------- کرنا پڑے گا۔ (زیر)

awazeilmilab.com

سوال نمبر2: درج ذیل سوالات کے جوابات لکھیں۔

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

مترجم کا نام	اجمل نذیر
سبق کا نام	ماں کی نصیحت
صنف	لوک کہانی
تصنیف	ہندکو لوک کہانیاں

ا۔شیرنی کا بچہ ماں سے کس بات کی ضد کرتا تھا؟

جواب: شیرنی کا بچہ ماں سے زد کرتا تھا کہ اسے شکار کی اجازت دی جائے لیکن شیرنی اپنے بچے کو شکار کی اجازت نہیں دے رہی تھی ۔کیوں کہ وہ سمجھتی تھی۔ کہ ابھی اس عمر میں خود سے شکار نہیں کر سکتا اور نہ اسے شکار کرنے کا طریقہ معلوم ہے مگر شیرنی کا بچہ نہیں مان رہا تھا اور ماں سے لگا تار شکار کی ضد کر رہا تھا۔

ب۔شیرنی کے بچے نے اپنی ماں سے کیا وعدہ کیا اور کیوں؟

جواب: شیرنی اپنے بچے کو شکار کی اجازت نہیں دے رہی تھی کیونکہ ابھی شیرنی کا بچہ چھوٹا تھا مگر مسلسل ضد کر رہا تھا کہ اسے شکار کی اجازت دی جائے آخر کار مجبور ہو کر شیرنی نے اپنے بچے کو شکار کی اجازت دے دی مگر اس نے اپنے بچے سے یہ وعدہ لیا کہ وہ ہر چیز پر حملہ کرے گا مگر انسان سے بچ کر رہے گا کیونکہ انسان انتہائی چالاک اور زیرک ہے۔وہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔شیرنی کے بچے نے اپنی ماں سے یہ وعدہ کر لیا۔

ج۔اونٹ کو دیکھ کر شیرنی کے بچے نے کیا کہا؟

جواب: شیرنی کا بچہ ماں سے شکار کی اجازت لیکر خوش خوش رخصت ہوا۔اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سب سے پہلے انسان کا شکار کرے گا۔چلتے چلتے راستے میں ایک اونٹ دکھائی دیا۔وہ اس سے پہلے اونٹ جیسے جانور سے نا آشنا تھا۔وہ سمجھا یہی انسان ہے۔اس نے اونٹ کو للکار کر کہا "او بدمعاش! تیار ہو جا۔میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

د۔ہاتھی نے انسان کے بارے میں کیا رائے دی؟

جواب: شیرنی کا بچہ اونٹ کو چھوڑ کر انسان کی تلاش میں لگ گیا۔کافی تلاش کے بعد اسے ایک ہاتھی دکھائی دیا۔ شیرنی کے بچے نے انسان سمجھ کر للکارا۔ہاتھی نے شیرنی کے بچے کی غلط فہمی دور کی اور ایک درخت پر بیٹھے ایک بندر کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ انسان

اس جیسا ہوتا ہے۔

ہ۔انسان نے شیرنی کے بچے کو مارنے سے پہلے کیا یاد دلایا؟

جواب: انسان نے شیرنی کے بچے کو چالاکی سے درخت کے ساتھ رسیوں سے مضبوط باندھ دیا اور اسے مارنے ہی لگا تھا کہ شیرنی کا بچہ چلانے لگا۔انسان نے شیرنی کے بچے سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہیں ماں نے نصیحت کی تھی کہ انسان چالاک اور طاقتور ہے۔لیکن تم ماں کی نصیحت بھول کر میرے ساتھ لڑنے کیلئے آ گئے۔جو لوگ ماں کا کہا نہیں مانتے وہ اس طرح نقصان اٹھاتے ہیں۔

سوال نمبر3: درج ذیل کو جملوں میں استعمال کریں۔

جواب:

الفاظ	معانی	جملوں میں استعمال
زیرک	دانا/ہوشیار	زیرک انسان ہی دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔
سہم	ڈر جانا	شیر کو اچانک سامنے دیکھ کر چھوٹا بچہ سہم گیا۔
تشویش	فکر/پریشانی	والدین کو ہمیشہ اپنی اولاد کے بارے میں تشویش ہوتی ہے۔
نالاں	بے زار	ہر استاد شرارتی بچوں سے سخت نالاں ہوتا ہے۔
پنجہ آزمائی	مقابلہ کرنا	کمزور لوگ پنجہ آزمائی میں ہمیشہ شکست کھاتے ہیں۔
للکار	اونچی آواز میں پکارنا	شیر کی للکار سن کر گیدڑ دم دبا کر بھاگ گیا۔

سوال نمبر4: مصنف، سبق اور سیاق وسباق کا حوالہ دے کر عبارت کی تشریح کریں۔

عبارت:۔شیرنی کا بچہ ماں سے رخصت ہوا تو خوشی سے سرشار تھا۔وہ اپنی جوانی پہ نازاں اسی سوچ میں غلط تھا کہ وہ بہت طاقتور، پھرتیلا اور پرجوش ہے۔کسی میں یہ جرات نہیں کہ اس کا سامنا کرے اور اسے زیر کرے۔

وہ اسی غرور میں ماں کی نصیحت اور اپنے کئے گئے وعدے کو بھول گیا۔اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سب سے پہلے انسان کا شکار کر کے اپنی طاقت کو منوائے گا۔لہذا وہ ہر بات سے پہلو تہی کرتے ہوئے انسان کے شکار کو چل پڑا۔

جواب: حوالہ متن:۔

یہ عبارت اجمل نذیر کی لوک کہانی "ماں کی نصیحت" سے لیا گیا جو ان تصنیف ہندکو لوک کہانیاں سے ماخوذ ہے۔

حل لغت:۔ شرشار (بھرا ہوا، معمور)، نازاں (معرور)، پھرتیلا (چست)، غلطاں (الجھا ہوا، مبتلا)

awazemillab.com

سیاق وسباق:۔ شیرنی کا بچہ تقریباً جوان ہوگیا تھا۔ وہ اپنی ماں سے ہر روز شکار کرنے کی فرمائش کرتا مگر شیرنی اسے یہ کہہ کر منع کر دیتی کہ ابھی تو چھوٹا ہے اور خود سے شکار کے قابل نہیں ہے اور نہ تجھے شکار کرنے کا طریقہ معلوم ہے مگر شیرنی کا بچہ نہیں مان رہا تھا کہ وہ اپنی ماں سے بار بار شکار پر جانے کی ضد کر رہا تھا۔ آخر کار شیرنی نے اسے نہ چاہتے ہوئے بھی اجازت دے دی۔

تشریح:۔ شیرنی کا بچہ ماں سے اجازت لینے کے بعد شکار کرنے روانہ ہوا۔ وہ بے انتہا خوش تھا اسے اپنی طاقتور جوانی پر نہ صرف فخر تھا بلکہ غرور کے ساتھ ساتھ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا تھا کہ اس کی طاقت اور چستی کو دیکھ کر کوئی بھی اس اس سے مقابلہ جرات نہیں کر سکتا۔ اسے غرور و تکبر کا اتنا نشہ چڑھا تھا کہ وہ اپنی ماں کی نصیحت اور ان کے ساتھ کیے گئے وعدے کو بھی بھول گیا تھا۔ اس نے غرور میں یہ فیصلہ کیا کہ وہ سب سے پہلے انسان سے ٹکر لے گا اور اسے مار کر سب سے اپنی طاقت کا لوہا منوائے گا اس لیے اس نے ہر نصیحت پس پشت ڈال دی اور انسان کو شکار کرنے کیلئے اس کی تلاش میں نکل پڑا۔

سوال نمبر۵: اس لوک کہانی "ماں کی نصیحت" کا مرکزی خیال تحریر کریں۔

جواب: مرکزی خیال سبق کے شروع میں ملاحظہ کریں۔

سوال نمبر۶: مجاز مرسل کی تین مثالیں تحریر کریں۔

جواب: یہ سوال ہماری اردو کی کتاب کے حصہ گرائمر سے لیا گیا ہے۔

مجاز مرسل کی تعریف: جب کسی لفظ کو حقیقی معنوں میں اس طرح استعمال کیا جائے کہ اس میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق پایا جائے اسے مجاز مرسل کہا جاتا ہے۔ مجاز مرسل کے کئی اقسام ہیں جن میں جز سے کل، کل سے جز، ماضی سے حال، حال سے مستقبل، سبب سے مسبب، مسبب سے سبب وغیرہ مراد لینا ہیں۔

مجاز مرسل کی مثالیں:۔

۱۔ وہ سارا پلیٹ کھا گیا۔

یہاں پلیٹ کھانے سے مراد پلیٹ میں پڑی ہوئی چیز ہے۔

۲۔ میں نے کتاب بازار سے خریدی ہے۔

یہاں بازار سے مراد کوئی دکان ہے۔

۳۔ اقبال نے شاعری کے ذریعے قوم کو بیدار کیا

یہاں بیدار سے مراد ہوش دلانا ہے۔

۴۔ آج کل اگر محنت نہ کی تو کل پچھتانا پڑے گا۔

یہاں کل سے مراد آئندہ آنے والا زمانہ ہے۔

سوال نمبر۷: لوک کہانی سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ سوال ہماری اردو کی کتاب کے حصہ گرائمر سے لیا گیا ہے۔

لوک کہانی سے مراد عوامی کہانی ہے یعنی وہ قصے کہانیاں جو عوام میں مروج ہوں۔ لوک کہانیاں اسلاف یا اجداد کی جانب سے سینہ در سینہ اور نسل در نسل چلی آنے والی داستانیں ہوتی ہیں جن کی عام طور پر کوئی تحریری حیثیت نہ رہی ہو۔

سوال نمبر۸: مقالہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: مقالہ کے لغوی معنی ہیں۔ بات یا گفتگو۔

اصطلاح میں کسی خاص موضوع پر علمی و تحقیقی انداز میں تحریری اظہار خیال کو مقالہ کہتے ہیں۔ مقالہ مضمون سے مختلف ہوتا ہے۔ مضمون مختصر، یک پہلو ہوتا ہے۔ جبکہ مقالہ نسبتاً طویل، عالمانہ کثیر پہلو ہوتا ہے۔ اس میں گہرائی اور داخلیت پائی جاتی ہے۔ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی وغیرہ بہترین مقالہ نگار ہیں۔

☆☆☆☆☆

awazeinqilab.com

باب نمبر ۷

﴿نام دیو مالی﴾

مولوی عبدالحق

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اورنگ آباد	دکن کے ایک شہر کا نام	گھاس پھونس	گھاس تنکے وغیرہ
ڈھیر	ہندوں کی ذات	روش	راستہ
نیچ قوم	گھٹیا قوم	سینچنا	ہاتھوں سے پانی بھر کر پودوں کو دینا
قیس	مجنون	کانٹ چھانٹ کرنا	شاخوں کو تراشنا
مصنوعی	انسان کے ہاتھوں بنی ہوئی چیز	ڈھیل	کاہلی۔سستی
کوہکن	پہاڑ کھودنے والا۔مراد فرہاد	بیڑی پینا	سگار پینا
ہمہ تن	ہمیشہ۔پوری توجہ شے	کاہل	سست
تھانولہ	کیاری	آرام طلبی	آرام کرنا
ڈول درست کرنا	صورت درست کرنا	ستائش	تعریف
بیگار	مرضی کے خلاف کام کرنا	باولی	تالاب
پیڑ	گھنے درخت	تلف ہونا	ضائع ہونا
ٹانٹا	مضبوط۔زرخیز	نڈھال	کمزور
روگ پیدا ہونا	بیماری پیدا ہونا	اوسان خطا ہونا	ہوش حواس اڑنا۔پریشان ہونا
داروغہ	نگرانی کرنے والا	گدلا	گندا پانی
سیوا کرنا	خدمت کرنا	آب حیات	وہ پانی جس کے پینے سے موت نہیں آتی

جتن کرنا	کوشش کرنا	بے مثل	بے مثال۔بے طرح
پروان چڑھنا	ترقی کرنا	کارگزاری	خدمت۔دل لگا کر کام کرنا
بلا تاؤل	بے سوچے سمجھے	تنگی ترشی	مشکل وقت میں دن گزارنا
رسوئی کا چوکا	باورچی کا چوکا	ناظم تعلیمات	محکمہ تعلیم کا سربراہ
ذوق باغبانی	باغبانی کا شوق	تفویض کرنا	حوالے کرنا
مغلیہ باغ	مغل حکومت کا باغ	سنسان	ویران
مسکن	ٹھکانہ	استعداد	صلاحیت
پرکھنا	جانچنا	شاہی باغ	بادشاہ کا باغ
بیسیوں	کئی مرتبہ	طہران	ایران کا دارالسلطنت
ٹھاٹھ	شان۔عزت	اپج	ایجاد۔نئی بات
دُھن	شوق	مہا کاج	اچھا کام
سیندھی شراب	جنگلی کھجور کا رس	یورش	حملہ
جھلر	غول	منکسر المزاج	عجز
بشاشت	تازگی	بساط سے بڑھ کر	بس سے زیادہ
بیر	دشمنی	جلاپا	حسد
کندن	خالص سونا	ودیعت	عطا کرنا
خلق اللہ	خدا کی مخلوق۔خدا کے بندے	پٹاپڑا تھا	بھرا پڑا تھا

☆☆☆☆☆

awazeinqilab.com

﴿خلاصہ﴾

نام دیو کا تعلق مقبرہ رابعہ درانی اورنگ آباد سے تھا۔ مولوی عبدالحق کی رہائش بھی اس باغ کے احاطے میں تھی۔ مولوی صاحب نے بنگلے کے سامنے والا چمن نام دیو کے سپرد کر دیا تھا۔ مولوی صاحب جب بھی دیکھتے، نام دیو بڑے پیار محبت اور خلوص کے ساتھ پودوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ چمن ہر طرف صاف شفاف اور تازہ نظر آتا تھا۔

نام دیو ایک ایک پودے کے سامنے بیٹھتا۔ پودے کی جھاڑ پونچھ کرتا تھا نولہ صاف کرتے آہستہ آہستہ پانی ڈالتا، ہر رخ سے مڑ کر پودے کو دیکھتا، مسکراتا اور خوش ہوتا۔ وہ اپنے تمام پودوں اور پیڑوں کو اپنی اولاد سمجھتا تھا۔ اور اولاد کی طرح ان پودوں کی نگہداشت اور پرورش کرتا۔ وہ پودوں کو سرسبز و شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا جیسے ماں باپ اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ کسی پودے میں اتفاق سے اگر کیڑا لگ جاتا یا کوئی روگ پیدا ہو جاتا تو اسے بڑی فکر ہوتی۔ بازار سے دوائیں منگواتا۔

باغوں میں رہتے رہتے اسے جڑی بوٹیوں کی شناخت ہو گئی تھی۔ خاص کر بچوں کے امراض میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ لوگ دور دور سے اس کے پاس بچوں کے علاج کیلئے آتے تھے۔ وہ لوگوں کا مفت علاج کرتا اور کسی سے کچھ نہیں لیتا تھا۔

مولوی صاحب دیو کی کارکردگی سے بہت متاثر ہوئے۔ اور اس میں دلچسپی لینے لگے۔ کبھی کبھار وہ اپنا کام چھوڑ کر نام دیو کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ اور نام دیو کے کام کا قریب سے مشاہدہ کرتے تھے۔ پانی کے قلت کے باوجود نام دیو ادھر ادھر سے پانی ڈھونڈ بھر کر لاتا اور پودوں کی پیاس بجھاتا اپنی ایمانداری اور محنت سے شاہی باغ کو بھی شاہی باغ بنا دیا تھا۔ دوسرے تمام مالی آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے اور سیندھی شراب پیتے تھے۔ لیکن اس نے کبھی کسی سے جھگڑا کیا نہ سندگی شراب پی۔ نام دیو بہت سادہ مزاج، بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ چہرہ ہر وقت خوشی اور لبوں پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔ ہر ایک سے جھک کر سلام کرتا۔ غریب کی تنخواہ کم تھی۔ لیکن اس کے باوجود غریبوں کی مدد کرتا تھا۔ اسے کام سے عشق تھا اور گرمی سردی میں برابر کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ نام دیو باغ میں کام کر رہا تھا کہ شہد کی مکھیوں نے گھیر لیا۔ سب مالی بھاگ گئے لیکن نہ جانے کیا ہوا۔ نام دیو مالی کو خبر نہ ہوئی۔ اور کام میں مصروف رہا۔ اس دوران مکھیوں کا غضب ناک حملہ اس غریب پر ٹوٹ پڑا اور اتنا کاٹا کہ بے دم ہو گیا۔ اور بالآخر اسی میں جان دے دی۔

مصنف کہتے ہیں کہ نام دیو کا تعلق ہندوؤں کی نیچ ذات سے ضرور تھا۔ لیکن اس میں نیکی اور بڑائی کا مادہ موجود تھا۔ وہ اچھے اچھے شریفوں سے زیادہ شریف تھا۔ وہ نیک دل بھی تھا اور بڑا آدمی بھی۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

اس سبق کا مرکزی خیال یہ ہے۔ کہ انسان اچھی عادات و اخلاق سے اعلیٰ خوبیوں کا مالک بنتا ہے۔ ایسی تمام خوبیاں کسی کی میراث نہیں۔ یہ نیچ ذات والوں میں بھی ہوتی ہیں اور اونچی ذات والوں میں بھی۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ نسلیں صرف پہچان کے لئے ہیں۔ انسان کے ذمے جو کام ہے اگر وہ پوری ایمانداری اور لگن سے کرے تو وہ بڑا انسان بن سکتا ہے۔ نام دیو مالی جس کی ذات ڈھیڑ اور نیچ تصور کی جاتی تھی۔ لیکن اس نے اپنی فرض شناسی، نیک دلی اور تمام اعلیٰ خوبیوں کی بنیاد پر خود کو ایک بڑا اور نیک دل انسان بنا دیا تھا۔ ایسے لوگ ذات کے ڈھیڑ تو ہوتے ہیں لیکن اچھے اچھے شریفوں سے زیادہ شریف ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر ۱۔ درج ذیل سوالات کے جواب لکھیں۔

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات:۔

سبق کا نام	نام دیو مالی
مصنف کا نام	مولوی عبدالحق
صنف نثر	شخصی خاکہ
ماخوذ از	چند ہم عصر

(الف): نام دیو مالی کس کام پر مامور تھا؟

جواب: نام دیو ایک فرض شناس اور نیک دل مالی تھا۔ جو مقبرہ رابعہ درانی اورنگ آباد کا مالی تھا وہ پودوں کی دیکھ بھال پر مامور تھا۔ اور اپنی ڈیوٹی پوری ایمانداری سے نبھاتا تھا۔ وہ ذات کا ڈھیڑ تھا لیکن اس کی خوبیاں اسے اونچی ذات والوں کے برابر کرتی تھیں۔

(ب): نام دیو اپنے کام کے بارے میں کس قسم کا رویہ روا رکھتا تھا؟

جواب: نام دیو بہت سادہ مزاج اور بھولا بھالا آدمی تھا۔ گرمی ہو یا جاڑہ، دھوپ ہو یا سایہ برابر کام کرتا زیادہ اپنے کام میں مگن رہتا

awazeiqbal.com

اور تمام پودوں اور پیڑوں کو اپنی اولاد سمجھ کر پالتا۔ ایک ایک پودے کے پاس بیٹھتا، پیار کرتا، صحت منداور توانا دیکھ کر خوش ہوتا۔ کہیں پودے میں کیڑا لگ جاتا تو بازار سے دوائیں لاتا۔ جب تک پودا تندرست نہ ہوتا اسے چین نہ آتا۔ وہ پودوں کی ایسی خدمت کرتا جس طرح ایک ہمدرد اور نیک ڈاکٹر مریض کی کرتا ہے۔

(ج): نام دیو کو کس چیز کی شناخت ہوگئی تھی۔ اور وہ اس سے کیا کام لیتا تھا؟

جواب: نام دیو کو باغوں میں رہتے رہتے جڑی بوٹیوں کی شناخت ہوگئی تھی۔ وہ ان جڑی بوٹیوں سے لوگوں کا علاج کرتا تھا۔ خاص کر بچوں کے علاج میں اسے بڑی مہارت حاصل ہوگئی تھی۔ وہ لوگوں کا مفت علاج کرتا اور کبھی کسی سے کچھ نہ لیتا تھا۔ دوسرے گاؤں والے بھی اسے اپنے گاؤں علاج کے لئے بلا لے جاتے وہ بڑی خوشی سے بغیر کسی معاوضے کے ان کے گاؤں کو علاج کے لئے جاتا۔

(د): نام دیو کو کس بے مثل کارگزاری پر انعام کا مستحق سمجھا گیا؟

جواب: ایک سال بارش کم ہوئی۔ کنوؤں میں پانی ختم ہونے لگا۔ باغوں میں تمام پودے مرجھانے لگے۔ لوگوں کو پانی پینے کے لئے نہیں مل رہا تھا۔ لیکن نام دیو کا چمن ہرا بھرا اور تروتازہ تھا۔ وہ دور دور سے ایک ایک گھڑا پانی کا بھر کر لاتا تھا۔ اور پودوں کو دیتا تھا۔ پانی کیا تھا آدھا پانی اور آدھا کیچڑ۔ لیکن یہ گدلا پانی پودوں کے لئے آب حیات تھا۔ اس بے مثل کارکردگی پر نام دیو مالی کا انعام کا مستحق سمجھا گیا۔

(ہ): نام دیو کے کردار میں کون سی خوبیاں موجود تھیں؟

جواب: نام دیو ایک فرض شناس اور ایک نیک دل آدمی تھا۔ ہر وقت اپنے کام میں مصروف رہتا۔ وہ پودوں کی دیکھ بھال پر مامور تھا۔ لیکن کبھی بھی اپنے کام کو بیگار نہ سمجھا۔ وہ مسکین، فقیر طبیعت والا آدمی تھا۔ جڑی بوٹیوں سے لوگوں کا مفت علاج کرتا۔ گرمی سردی میں برابر کام کرتا رہا۔ اور ایک خوبی یہ بھی تھی کہ تنخواہ کم تھی۔ لیکن اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر امداد کرتا۔

(و): مولوی عبدالحق کے نزدیک دنیا میں نیکی اور بڑائی کا معیار کیا ہے؟

جواب: مولوی عبدالحق کے نزدیک دنیا مین نیکی اور بڑائی کا معیار یہ ہے کہ ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ یہ صلاحیت درجہ کمال تک پہنچانا اصل نیکی اور بڑائی ہے۔ آخرت کے دن جب اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی تو اس میں نیکی اور بڑائی اور ایسی صلاحیت کو کمال تک پہنچانا اس سے کام لینا اور مخلوقِ خدا کو فیض پہنچانے کا پوچھا جائے گا۔

(ز): اس سبق کا مرکزی خیال تحریر کریں؟

جواب: مرکزی خیال سبق کے شروع میں ملاحظہ کیجیے۔

سوال نمبر۲: مندرجہ ذیل الفاظ میں سے مذکر اور مؤنث الگ الگ کریں۔

مقبرہ۔ چمن۔ اتفاق۔ شناخت۔ علاج۔ صلہ۔ قحط۔ انسان۔ سایہ۔ مدد۔

جواب:

مذکر	مقبرہ، چمن، علاج، صلہ، قحط، انعام، سایہ۔
مؤنث	شناخت، مدد۔

سوال نمبر۳۔ درج ذیل عبارت کی تشریح کریں۔

عبارت (الف): بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا مثلاً کیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کی اور ہر رخ سے پودے کو مڑ مڑ کر دیکھا۔ پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا، خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی اور خوشی بھی۔ کام اسی وقت کام ہوتا ہے جب اس میں لذت آنے لگے۔ بے مزا کام کام نہیں بیگار ہے۔

جواب: حوالہ متن:

یہ عبارت بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے لکھے ہوئے سوانحی خاکے ''نام دیو مالی'' سے لی گئی جو ان کی تصنیف ''چند ہم عصر'' کا حصہ ہے۔ وہ ۱۹۷۰ء کو ہندوستان کے قصبے ہاپڑ میں پیدا ہوئے قیام پاکستان کے بعد کراچی آگئے وہ ایک بہترین ادیب تھے۔ ان کی خدمات کی وجہ سے ان کو بابائے اردو کا خطاب ملا۔ وہ ۱۹۶۱ء کو وفات ہوئے۔

سیاق وسباق:

نام دیو مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد کا مالی تھا۔ مولوی عبدالحق کا قیام اسی مقبرہ میں واقع عمارت میں تھا۔ نام دیو انتہائی درجے کا محنتی بے غرض اور خوش اخلاق انسان تھا۔ وہ پودوں کو حقیقی اولاد کی طرح سمجھ کر ان کی پرورش کرتا تھا۔ ایک بار خشک سالی کے سبب پودے اور درخت سوکھنے لگے نام دیو راتوں کو دور دور سے گھڑے میں پانی بھر کر لاتا تھا۔ نام دیو کا باغ ہرا بھرا تھا۔ جب کہ باقی باغ سوکھ گئے تھے۔ مصنف نے انہی خوبیوں کی بناء پر اسے ایک بڑا انسان قرار دیا ہے۔ تشریح طلب عبارت کا تعلق اس موقع محل سے ہے۔

awazeilmi.com

تشریح:

مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ میرے دفتر کی ایک کھڑکی چمن کی طرف کھلتی تھی۔ میں بھی کبھی نام دیو کو پوری لگن سے چمن میں کام کرتے ہوئے دیکھتا تو مجھے بڑی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ نام دیو اس لئے محنت سے کام نہیں کرتا تھا۔ کہ کوئی اسے شاباش دے۔ بلکہ پوری دلچسپی سے کام کرنے میں اسے لطف آتا تھا۔ مصنف کہتا ہے کہ نام دیو کی حرکتیں دیکھ کر بعض اوقات وہ حیران ہو جاتا تھا۔ نام دیو کو معلوم ہی نہ تھا کہ میں اس کا کام دلچسپی سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ کسی پودے کے تنے کے آس پاس کی زمین خوب صاف کرتا۔ پھر ڈول میں حوض سے پانی لا کر پودے کو دیتا۔ پھر ڈول بڑے طریقے سے ایک طرف دکھ کر ہر طرف سے پودے کو دیتا۔ پھر ڈول بڑے طریقے سے ایک طرف دکھ کر ہر طرف سے پودے کو دیکھنے لگتا۔ کبھی مسکراتا ہوا ذرا پیچھے ہٹ کر پودے کو دیکھتا وہ پودوں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر خوش ہو جاتا۔ میں اسے بڑے ذوق وشوق سے کام کرتے ہوئے دیکھتا تو سوچنے لگتا۔ کہ کام اسی وقت اصل کام ہوتا ہے۔ جب اس میں کام کرنے والے کو لطف آنے لگے۔ بغیر دلچسپی کے کام کرنا تو ایسے ہوتا جیسے کوئی کسی سے زبردستی کام کرا رہا ہو۔ میں نام دیو کے بارے میں سوچتا۔

ناظرِ گل، پاسبانِ رنگ و بوگلشنِ بنا
نازپرور، لہلہاتی کھیتوں کا بادشاہ

عبارت (ب)۔ وہ بہت سادہ مزاج، بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ اس کے چہرے پر بشاشت اور لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے جھک کر ملتا۔ غریب تھا اور تنخواہ بھی کم تھی، اس پر بھی اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر مدد رہتا تھا۔ کام سے عشق تھا اور آخر کام کرتے کرتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

جواب: حوالہ متن:

یہ عبارت بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے لکھے ہوئے سوانحی خاکے ''نام دیو مالی'' سے لی گئی جو ان کی تصنیف ''چند ہم عصر'' کا حصہ ہے۔ وہ ۱۸۷۰ء کو ہندوستان کے قصبے ہاپڑ میں پیدا ہوئے قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے وہ ایک بہترین ادیب تھے۔ ان کی خدمات کی وجہ سے ان کو بابائے اردو کا خطاب ملا۔ وہ ۱۹۶۱ء کو وفات ہوئے۔

سیاق وسباق:

نام دیو ایک نیچ ذات سے تعلق رکھنے والے ہندو مالی تھے۔ وہ مقبرہ رابعہ درانی اورنگ آباد (دکن) کے اس باغ میں بطور مالی کام کیا کرتے تھے۔ جو مولوی عبدالحق کی نگرانی میں تھا۔ نام دیو بڑی دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ اسے دل لگا

کر کام کرنے میں لطف آتا تھا۔ ایک سال اورنگ آباد میں پانی کی قلت ہوئی اور پینے کیلئے پانی مشکل سے ملتا تھا۔ ہر طرف درخت اور پودے خشک ہونے لگے ایسے حالات میں نام دیو اپنے سر پر دور دور سے گھڑوں میں گدلا پانی لا کر پودوں کو دیتا رہتا تھا۔ یہ گدلا پانی پودوں کے حق میں آب حیات تھا۔ اس محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ نام دیو کا چمن سرسبز رہتا۔ جب مولوی عبدالحق نے اسے اس بے مثل کارگزاری پر انعام دینا چاہا تو نام دیو نے کہا کہ پودے تو مجھے اپنی اولاد کی طرح پیارے ہیں۔ کیا اولاد کی پرورش پر بھی کسی کو انعام کا حقدار سمجھا جاتا ہے؟

تشریح: نام دیو مقبرۂ رابعہ دورانی کے اس باغ کا مالی تھا جس کی نگرانی بابائے اردو مولوی عبدالحق کے ذمہ تھی۔ نام دیو بڑا فرض شناس اور محنتی مالی تھا۔ وہ بہت عاجز مزاج اور بھولا بھالا انسان تھا۔ بہت سادہ لباس پہنتا تھا۔ سادہ گفتگو ہوتی تھی۔ اس کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔ نہ کام کے زیادہ ہونے کا گلہ کرتا تھا۔ نہ گرمی نہ سردی اور موسم کی خرابی کی شکایت کرتا تھا۔ اسے ہمیشہ اپنے کام کے زیادہ ہونے سے کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ اسے ہمیشہ اپنے کام سے غرض رہتا تھا۔ ہمیشہ دوسروں کے ساتھ جھک کر ملتا تھا۔ اگرچہ تنخواہ کم تھی لیکن مقدور بھر اپنے غریب دوستوں کی مالی مدد کیا کرتا تھا۔ اسے اپنے کام سے محبت تھی۔ ہمیشہ اپنے کام کو اچھے سے اچھے طریقے سے انجام دینے کی فکر میں رہتا تھا۔ بڑا صفائی پسند تھا۔ اس کا چمن آئینے کی طرح صاف رہتا تھا۔ وہ کام کرتے کرتے اس جہانِ فانی سے رخصت ہوا۔

کتنی ہے راحت افزا امید کامیابی
پھر کس طرح سے محنت زحمت ہے زندگی میں

سوال نمبر ۴: مندرجہ ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

امتیاز۔ نگہداشت۔ میراث۔ بندہ خدا۔ دنیا و مافیہا۔ آب حیات۔ ذوق وشوق۔ قدردان۔ یورش۔ منکسر المزاج۔

الفاظ	جملوں میں استعمال
امتیاز	اسلام میں رنگ و نسل کی بنیاد پر امتیاز نہیں۔
نگہداشت	بچوں کی صحیح نگہداشت سے ان کی صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
میراث	علم انبیاء کی میراث ہے۔
بندہ خدا	بندہ خدا ہر وقت اپنے رب کی خوشنودی کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔
دنیا و مافیہا	بعض لوگ دنیا و مافیہا سے بے خبر صرف اپنی فکر و سوچ میں گم رہتے ہیں۔

aiwaniqlab.com

آب حیات	عاشق کے لئے محبوب کی ایک نظر التفات آب حیات کا درجہ رکھتی ہے۔
ذوق وشوق	اس دور میں بہت کم لوگ شعری ذوق وشوق رکھتے ہیں۔
قدردان	پٹھان لوگ بڑے قدردان ہوتے ہیں۔
یورش	ماضی میں افغانستان کے حکمرانوں نے کئی مرتبہ ہندوستان پر یورش کی۔
منکسرالمزاج	منکسرالمزاج شخص کے لئے ہر کسی کے دل میں محبت ہوتی ہے۔

سوال نمبر۵: جملہ معترضہ کی کوئی سی تین مثالیں تحریر کریں۔

جواب: جملہ معترضہ اس جملے کو کہا جاتا ہے جو اصل جملے کی وضاحت کے لئے آئے۔ اس سے اصل جملے کے مطلب کو واضح کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ایسا جملہ قوسین ( ) میں لکھا جاتا ہے۔ مثلاً

(۱) یونس خان (پاکستان کے مایہ ناز بیٹسمین) کل اپنے آبائی شہر مردان تشریف لائے تھے۔

(۲) مشتاق احمد یوسفی (مشہور مزاح نگار) کئی روز سے بیمار ہیں۔

(۳) اسلام آباد (پاکستان کا دارالحکومت) ایک صاف ستھرا شہر ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر۸

﴿سراب منزل﴾

قدرت اللہ شہاب

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سراب	ریتلی زمین کی چمک، دھوکہ	میقاتِ حرم	حرم باندھنے کا مقام
السوڈان	بحری جہاز	احرام باندھنا	حج کا لباس پہننا
اسماعیلہ	مصر کا مشہور شہر	منہمک	مشغول
لنگر	مختلف قسم کی اشیاء جو حاجی جہاز میں رسی سے باندھتے ہیں	تلبیہ	لبیک کہنا
عازمینِ حج	حج کرنے کا ارادہ کرنے والے	چشم زدن	جلدی۔ فوراً
مائیکروفون	سپیکر	عبد	بندہ
بالائی عرشہ	اوپر والا حصہ	معبود	وہ ذات جس کی عبادت کی جائے
چاق وچوبند	چست	مقدس سرزمین	پاک زمین
پیچ جانا	نرم ہونا	سر کے بل چلنا	عاجزی کا اظہار کرنا
برتھ	سیٹ	عملی جامہ پہنانہ	عملی طور پر کرنا
اسکندریہ	بحیرہ روم کی بندرگاہ	کسٹم	چنگی کا محصول یا ٹیکس
رئیس	مالدار	سلہٹ	بنگلہ دیش کا شہر
اہلاً وسہلاً	خوش آمدید	زائرین	زائر کی جمع۔ زیارت کرنے والے۔
رفاقت	دوستی	ریال	سعودی حکومت کا رائج الوقت سکہ

awazeiqilab.com

نعمتِ غیر مترقبہ	فائدہ بخش نعمت	فیض یاب	فائدہ پانے والا
مناسکِ	منسک کی جمع۔حج کے ارکان	حاجی کیمپ	حاجیوں کا ٹھکانہ
بے ساختہ	خود بخود، غیر ارادی	آسودہ حال	مالدار
ورد	وظیفہ	اقامت گاہ	ٹھہرنے کی جگہ
حدّت	گرمی	لجاجت	منت سماجت
نکسیر پھوٹی	ناک سے خون بہنا	بحیرہ احمر	سمندر کا نام
شباب	جوانی	راسخ	سچا
کوہ طور	وہ پہاڑی جس میں حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے تھے۔	راز و نیاز کرنا	پوشیدہ باتیں کرنا
نفسِ مطمئنہ	نفس کو مطمئن کرنا	منیٰ	وہ مقام جہاں شیطان کو کنکھریاں مارتے ہیں۔
فنجان	پیالی	مضطرب	بے چین
سروکار	کام۔غرض۔ تعلق	دھن	شوق
تقلید کرنا	پیروی کرنا	جبلِ رحمت	رحمت کا دروازہ
مزدلفہ	عرفات اور منیٰ کے درمیان جگہ	سنگ دل	سخت دل
دق کرنا	تنگ کرنا	ایمبیسی	سفارتخانہ
علیک وسلیک کرنا	گٹھ جوڑ کرنا	سنگلاخ	سخت چٹان
بابِ جبریل	مسجدِ نبوی کا دروازہ	عاشقانِ رسولؐ	رسولؐ سے محبت کرنے والے
اوندھے منہ گرنا	سیدھا سیدھا گرنا۔منہ کے بل گرنا	سیاحی کرنا	سیاحت۔سیر کرنا
عرش بریں	آسمان سے بھی اوپر	دلدل	کیچڑ

☆☆☆☆☆

خلاصہ

مصنف کہتے ہیں کہ جب ''السوڈان'' بحری جہاز اسماعیلہ کی بندرگاہ سے روانہ ہوا تو اس میں ساڑھے سات سو (۷۵۰) عازمین حج سوار تھے۔تمام عازمین حج مصری تھے۔اور صرف میں غیر مصری تھا۔جب جہاز روانہ ہوا تو مائیکروفون پر اعلان ہوا کہ پاکستانی مسافر بالائی عرشے پر کپتان سے ملے۔جب میں پاکستانی کپتان سے ملا تو نہایت چاک و چوبند نوجوان تھا۔اور روانی سے اعلیٰ انگریزی بولتا تھا۔اس جوان نے میرے تمام کاغذات چیک کئے۔اس کے بعد اپنے سٹاف کے ایک آدمی کو بلایا۔اس آدمی نے مجھے نوفل صاحب کے کیبن میں برتھ دلوادی۔نوفل صاحب نے مجھے اہلاً وسہلاً کہا اور بڑی خوش دلی سے اپنے پاس بٹھایا۔

جب میں نے مسافروں کو بتایا کہ میں پاکستانی ہوں تو تمام مسافر میری باتوں میں دلچسپی لینے لگے اور جب میں نے پاکستان کے متعلق بتایا کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور یہ واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے اور آزادی کے وقت لاکھوں مسلمانوں کی قیادت اور مہاجرین کی سن کر سب کو بڑی حیرت ہوئی۔اور جب میں نے بتایا کہ یہ دنیا کا پانچواں بڑا اسلامی ملک ہے جس کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ۔تو سب نے بے ساختہ کلمہ طیبہ کا ورد کیا۔سب لوگوں نے کھڑے ہو کر پاکستان کی سالمیت کے لئے دعا مانگی۔

دوسرے دن صبح سویرے ہم جدہ پہنچ گئے۔آدھی رات کے قریب مکہ معظمہ داخل ہوئے۔اور ایک نالے کے کنارے تیس پینتیس گز زمین گھیر کر اپنی اقامت گاہ ٹھہرائی۔اس کے بعد ہم عمرہ چلے گئے۔اور عمرہ ادا کیا۔نالے کے قریب بہاولپور کے ایک خاندان نے ڈیرہ جمایا تھا۔میاں بیوی کے ساتھ ان کی جوان بہو بھی تھی۔بات بات پر ساس بہو کے درمیان لڑائی ہوتی۔ جب بہو زیادہ تنگ آتی تو ساس سے کہتی کہ میں جا کر طواف کرتی ہوں اور اللہ میاں کے پاس اپنی فریاد سناتی ہوں۔ساس جواب میں کہتی کہ نہ بیٹی یہاں الٹی سیدھی باتیں منہ سے نہ نکال طواف میں جو کچھ منہ سے نکلے پورا ہوتا ہے۔مصنف کہتے ہیں کہ یہاں ایسے سیدھے سادے لوگ بھی تھے۔جو اپنے معبود حقیقی سے راز و نیاز کر کے نفس مطمئنہ کا انعام پاتے ہیں۔اور بڑی بے تکلفی سے اپنی ایک ایک فرمائش ربِ کعبہ کے حضور پیش کرتے تھے۔مصنف کہتے ہیں کہ منیٰ کی طرف لوگ سیلاب کی لہروں کی طرح رواں دواں تھے۔قافلہ میدانِ عرفات کی جانب روانہ ہوا۔اور پھر مزدلفہ پہنچا۔حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی تیاری پکڑی اور بابِ جبریل تک جا پہنچے۔بابِ جبریل پر عاشقانِ رسول کا ہجوم تھا۔یہاں پر ایک شخص جو جوتوں کی رکھوالی پر مامور تھا۔نہایت نیک اور بھلا آدمی تھا۔اس نے میرے ساتھ اردو میں باتیں کیں۔اور ڈاکٹر کی دکان لے جا کر آنکھوں میں دوائی ڈلوائی۔

awaziqlab.com

نماز کے بعد جب مسجدِ نبویؐ کے دروازے بند ہونے لگے تو اس صاحب نے مجھے تہجد کی آذان تک اپنے ساتھ رکھا۔ اور روضہ مبارک کے اندر اپنی پلکوں سے جاروب کشی کی اجازت دی۔ دو تین روز بعد کراچی جانے والے جہاز میں بیٹھ کر کراچی پہنچا اور کراچی پہنچتے ہی محسوس ہوا کہ میں نے جو کچھ دیکھا، سنا وہ ایک سراب تھا۔ کیوں کہ میں جھوٹ، حسد، فریب اور حرص کی دلدل میں ایک بار پھر پہنچ چکا تھا۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

قدرت اللہ شہاب نے "سراب منزل" میں اپنے حج کی روداد (قصہ) بیان کیا ہے۔ بیچ میں تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے حوالے سے موصوف کی گفتگو لہو کو گرما دیتی ہے۔ السوڈان نامی بحری جہاز سے سفر کا آغاز، مکہ معظمہ پہنچنے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضری اور پھر وہاں سے کراچی آمد کا بیاں بڑے شگفتہ اور دلکش انداز میں کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر انسان کی آنکھیں خود بخود نم ہو جاتی ہیں اور انسان کے دل میں حج بیت اللہ کی تڑپ اور روضہ نبوی ﷺ کے دیدار کی خواہش انگڑائیاں لینے لگی ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

۱۔ متن کے مطابق درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ "السوڈان" میں عازمین حج کی تعداد تھی:

۱۔ ساڑھے تین سو ۲۔ ساڑھے سات سو ۳۔ ساڑھے پانچ سو ۴۔ ساڑھے چھے سو

۲۔ نوفل صاحب بہت بڑے تاجر تھے:

۱۔ جدہ کے ۲۔ ریاض کے ۳۔ استنبول کے ۴۔ اسکندریہ کے

۳۔ کسٹم ہاؤس کے آس پاس اپنا دفتر لگائے بیٹھے تھے:

۱۔ معلم ۲۔ وکیل ۳۔ جہاز دان ۴۔ محرر

۴۔ "سراب منزل" سفرنامہ ہے:

۱۔ ترکی کا ۲۔ عمرے کا ۳۔ حج کا ۴۔ روس کا

۵۔ مصنف کے مطابق اس وقت ان کی عمر تھی۔

۱۔ بتیس تینتیس برس ۲۔ پچیس چھبیس برس ۳۔ چالیس برس ۴۔ ساٹھ برس

سوال نمبر۱: سوالوں کے جواب لکھیں۔

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات:۔

سبق کا نام	سراب منزل
مصنف کا نام	قدرت اللہ شہاب
صنف نثر	سفرنامہ
ماخوذ از	شہاب نامہ

(الف)۔ مصنف نے تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی تو سننے والوں کی جو کیفیت ہوئی، اسے اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: مصنف نے جب تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور جہاز کے تمام مسافروں سے مخاطب ہو کر کہا کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اور لاکھوں مسلمانوں کی جانوں کا نذرانہ دے کر حاصل کیا گیا ہے۔ اور جس کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ۔ تو سارے مجمعے نے بے ساختہ کلمہ طیبہ کا ورد کیا۔ اور سب نے کھڑے ہو کر پاکستان کی سلامتی اور بقاء کے لئے دعا مانگی۔ محمد نوفل صاحب عربی میں بلند آواز میں دعا مانگتے رہے اور باقی سب سننے والے آمین آمین کہتے تھے۔

(ب)۔ بارش والے دن ساس اپنی بہو کو کس بات پر بُرا بھلا سُنا رہی تھی؟

جواب: مصنف کہتے ہیں کہ ان کے قریب بہاولپور کا ایک خاندان نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ میاں بیوی اور ان کی جوان بہو تھی۔ بڑے میاں تو اکثر خاموش رہتے تھے۔ لیکن ساس اور بہو کے درمیان بات بات پر تکرار ہوتی تھی۔ یہ ڈرامہ دن رات چلتا۔ بہو جب زیادہ تنگ آتی تو ساس سے کہتی کہ تم نے جو کچھ کہنا ہے کہہ لے۔ میں ابھی جا کر طواف کرتی ہوں۔ اور اللہ میاں کے پاس اپنی فریاد سناتی ہوں۔ یہ دھمکی سنتے ہی ساس بہو کا دامن پکڑ کر کہتی کہ نہ بیٹی نہ۔ یہاں کوئی الٹی سیدھی بات منہ سے نہ نکال۔ طواف میں جو کچھ منہ سے نکلے وہ پورا ہو جاتا ہے۔

(ج)۔ منیٰ سے عرفات کی طرف حاجیوں کی روانگی کا حال اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

جواب: مصنف کہتے ہیں کہ جب حاجیوں کا قافلہ منیٰ سے عرفات روانہ ہوا تو میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ کچھ لوگ جبل رحمت

awaziqlab.com

کے دامن میں بیٹھ گئے۔ میں نے بھی وہاں بیٹھنے کے لئے جگہ ڈھونڈلی۔ اور پھر شام کو لوگ مزدلفہ روانہ ہوئے اور میں بھی لوگوں کے ساتھ مزدلفہ روانہ ہوا۔ مصنف کہتے ہیں کہ عجیب لمحات تھے اور ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔

(د)۔ جوتوں کی حفاظت کرنے والے شخص نے مصنف کی کیا مدد کی؟

جواب: مصنف کہتے ہیں کہ جب میں بابِ جبریل تک پہنچا تو وہاں عاشقانِ رسول کا بڑا ہجوم تھا۔ میں اس ریلے میں پھنس گیا اور ایک مقام پر لوگوں سے ٹکرا کر جوتوں کے ڈھیر پر اوندھے منہ گرا۔ وہاں ایک نورانی صورت بزرگ جو لوگوں کے جوتوں کی رکھوالی پر مامور تھا، مجھے اٹھایا اور اپنے ساتھ جگہ دی۔ پانی پلایا اور ڈاکٹر کے پاس جا کر آنکھوں میں دوائی ڈلوائی۔ عشاء کے بعد جب مسجد نبویؐ کے دروازے بند ہونے لگے تو مجھے اپنے ساتھ رہنے دیا۔ اس بھلے آدمی نے تھوڑی دیر کے لئے روضہ مبارک کی جالی کے اندر پلکوں سے جاروب کشی کی اجازت بھی دی۔

سوال نمبر۳: اس جملے کا کیا مطلب ہے؟

''سر تو منیٰ میں منڈوایا تھا لیکن اولے کراچی میں آ کر پڑے''۔

جواب: مصنف کہتے ہیں کہ میں نے اپنا سر منیٰ میں منڈوایا اور گناہوں سے پاک ہو گیا۔ اور جب کراچی پہنچا تو جھوٹ، فریب اور حسد کے دلدل میں پھنس گیا۔ کیوں کہ حج کی جو منزلیں میں نے دیکھی تھیں اور جو کچھ دیکھا وہ ایک سراب لگ رہا تھا۔ یعنی روحانیت کا جو ماحول مکہ مکرمہ میں میسر ہو گیا تھا، کراچی پہنچتے ہی اس کا اثر جاتا رہا اور پھر سے وہی مکر، جھوٹ، فریب اور دنیا داری کا اثر قائم ہو گیا۔

سوال نمبر۴: درج ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مطلب واضح ہو جائے۔

خوش دلی، بے ساختہ، نصب العین، حق الیقین، جمِ غفیر، رواں دواں، سروکار، بے نحیف و نزار۔

جواب:

الفاظ	جملوں میں استعمال
خوش دلی	خوش دلی اور خوش گفتاری سے ہم دوسروں کے دلوں میں اپنے لئے محبت پیدا کر سکتے ہیں۔
بے ساختہ	جب شکاری نے شیر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو بے ساختہ دوڑنے لگا۔

نصب العین	ہم محنت کے بغیر اس دنیا میں اپنے نصب العین نہیں حاصل کر سکتے۔
حق الیقین	اگر ہم میں حق الیقین پیدا ہو جائے تو پھر ہم سے گناہ سرزد نہیں ہوں گے۔
جمِ غفیر	عید کے دن بازاروں میں لوگوں کا جمِ غفیر تھا۔
رواں دواں	قیامت تک دنیا کا نظام رواں دواں رہے گا۔
سروکار	ہمیں اپنے کام ہی سے سروکار رکھنا چاہئے اور دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔
نحیف و نزار	قائداعظم جسمانی لحاظ سے نحیف و نزار تھے۔

سوال نمبر۵: جملوں میں استعمال کر کے درج ذیل الفاظ کی تذکیر و تانیث واضح کریں۔

جواب:

الفاظ	استعمال	تذکیر و تانیث
گرمی	جون میں غضب کی گرمی ہوتی ہے	مؤنث
حج	اللہ ہمیں حج کی سعادت نصیب کریں۔	مذکر
آواز	مریم کی آواز بہت سریلی ہے۔	مؤنث
پانی	دریائے سندھ کا پانی ٹھنڈا ہے	مذکر
چادر	مریم کی چادر خوبصورت ہے۔	مؤنث
رات	جون کی راتیں لمبی ہوتی ہے۔	مؤنث
بس	آج سوات کی حسن ابدال میں الٹ گئی	مؤنث
ٹرک	حبیب کا ٹرک نیا ہے۔	مذکر
خیمہ	متاثرین خیمہ میں رہتے ہیں۔	مذکر

awaneinqilab.com

سوال نمبر۶: ذیل دیئے گئے جملوں کو معترضہ کے حوالے سے درست کیجئے۔

(الف) حکیم محمد سعیدؒ مرحوم ایک منجھے ہوئے سفرنامہ نگار تھے۔ خدا اُنھیں جنت نصیب کرے۔

(ب) لطیف صاحب ہمارے پڑوسی کل ہمارے گھر آئے تھے۔

(ج) اسلام آباد پاکستان کا دارالخلافہ ایک خوبصورت شہر ہے۔

(د) اکرم تمہارا چچازاد امتحان میں اول آیا ہے۔

(ہ) ''انارکلی'' امتیاز علی تاج اردو کے نامور ڈارمانگار کا شاہکار ڈراما ہے۔

جواب:

(الف) حکیم محمد سعیدؒ (مرحوم) ایک منجھے ہوئے سفرنامہ نگار تھے۔ خدا اُنھیں جنت نصیب کرے۔

(ب) لطیف صاحب (ہمارے پڑوسی) کل ہمارے گھر آئے تھے۔

(ج) اسلام آباد (پاکستان کا دارالخلافہ) ایک خوبصورت شہر ہے۔

(ج) اکرم تمہارا (چچازاد) امتحان میں اول آیا ہے۔

(ہ) ''انارکلی'' امتیاز علی تاج (اردو کے نامور ڈارمانگار) کا شاہکار ڈراما ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر۹

﴿تاشقند اور بخارا﴾

حکیم محمد سعید

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
تاشقند	ازبکستان کا دارالحکومت	بے قراری	بے چینی
بخارا	ازبکستان کا مشہور شہر	شہنشاہ طب	طب میں ماہر
تہجد گزاری	نماز تہجد ادا کرنا	مجدد طب	طب میں تجدید کرنے والا
شریعت اسلامی	اسلامی قوانین	بوعلی سینا	مشہور مسلمان طبیب
تحلیل ہونا	تقسیم ہونا۔ گھل جانا	ابن سینا	مشہور ماہر طب
قدغن	پابندی	محو ہونا	ختم ہونا
بیوروکریٹس	سرکاری ملازم	سرکشی	منہ پھیری۔ بغاوت
برسراقتدار	اقتدار یا حکومت میں ہونا	جابر	ظالم
فرنگیت	انگریزوں کے طریقے	زیرنگین	قبضے میں ہونا
مستزاد	بڑھانا	کوسوں	میلوں
سازوآہنگ	سازونغمے	عظمت	شان۔ عزت
قولِ فیصل	دلیل سے کی گئی بات	بابر	مغل خاندان کا بادشاہ
ماسکو	روس کا دارالحکومت	بیوروکریسی	افسرشاہی
اعتدال	میانہ روی	مغالطہ	غلط مطلب اخذ کرنا
ری پبلک	عوامی جمہوری حکومت	بطن خاکی	وطن کی مٹی

awazeilmqilab.com

مغرب کی چھاپ	مغرب کا اثر	جنم لینا	پیدا کرنا
آڈیٹوریم	سننے کی جگہ۔ سماعت کا بڑا ہال	دوام	ہمیشگی
عمامہ	دستار	عرفان	خداشناسی
فوکر جہاز	چھوٹا جہاز	محو ہونا	حیران ہونا
امام بخاری	حدیث کی کتاب صحیح بخاری کا مصنف	زیرنگین	زیرقبضہ
چنگیز خان	ایک ظالم حکمران	کوسوں	میلوں

☆☆☆☆☆

﴿خلاصہ﴾

حکیم محمد سعید لکھتے ہیں کہ تاشقند مرکز علم وحکمت کے ساتھ ساتھ مرکز شریعت اسلامی بھی تھا۔ یہاں پر کئی بزرگانِ دین گزرے ہیں اور تہجد کا سماں رہتا تھا۔ لیکن اب یہاں اسلام کا نام ونشان نہیں ہے۔ یہاں پر مسلمانوں کا نام اسلامی ہے۔ مرزا یوف، شوکتوف، یعقوبوف، غفاروف وغیرہ۔ یہاں پرانی آبادی میں کئی مسجدیں ہیں۔ یہاں نماز اور آذان پر کوئی پابندی نہیں۔

مصنف کہتے ہیں کہ میں جس ہوٹل میں تھا۔ کا ماحول نہایت دلچسپ تھا۔ جب لوگ آپس میں ملتے ہیں تو السلام علیکم کہتے ہیں۔ جس طرح ہم پاکستانیوں پر انگریزوں کا اثر ہے۔ اسی طرح تاشقند اور بخارا کے لوگوں پر روس کا اثر ہے۔ پاکستان کی حکومتی زبان آج بھی انگریزی ہے۔ جب تک پاکستان میں حقیقی اسلام نہیں آئے گا۔ پاکستان سے فرنگیت کا اخراج نہیں ہوگا۔ پاکستان میں شریعت اور اسلامیت کی راہ میں بڑی رکاوٹ بیوروکریسی ہے۔

تاشقند کا ازبکستان ہوٹل جس میں روز رقص وسرور کی محفلیں ہوتی ہیں۔ ازبکستان سویت سوشلسٹ ریپبلک، شمال میں دریائے سیحوں اور جنوب میں دریائے آمو کے درمیان واقع یہ روسی ترکستان کی تمام ریپبلکوں میں بڑا ہے۔ اسکا دارالحکومت تاشقند ہے۔ سمرقند، بخارا اور خیوہ اس کے دوسرے مشہور شہر ہیں۔ اس کی آبادی ایک کروڑ پچاس لاکھ ہے۔ تاشقند میں مسلمانوں کی کثرت ہے۔ سنی شیعہ کا سوال موجود نہیں۔ دونوں کی عبادات مشترک ہیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ ہم وزیر صحت کے ساتھ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل ریسرچ گئے۔ جہاں نباتات پر غور وفکر ہو رہا تھا۔ مرزا یوف صاحب نے مجھے خطاب کرنے کی فرمائش کی۔ میں

یہی سمجھ رہا تھا کہ مولوی صاحبان ہونگے اور میں خود کو ان سے گفتگو کے لئے تیار کرتا رہا۔ لیکن جب لوگ جمع ہوئے تو وہ علماء نہیں بلکہ اہل سائنس ہیں۔ جب ہم بخارا روانہ ہوئے تو وہاں سخت سردی تھی۔ اس شہر کو امام بخاریؒ کا وطن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ شہر بخارا سے ستائیس اٹھائیس کلومیٹر دور ایک گاؤں افشانہ ہے۔ ہم نے افشانے کا رخ کیا۔ یہاں بوعلی سینا پیدا ہوئے تھے۔ اس شہر کا اسلامی دور نہایت دلچسپ تاریخ کا حامل ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ میں بخارا کی اجڑی ہوئی تاریخ میں گم ہوگیا اور یہ خیال کیا کہ بخارا اور سمرقند کی عظمت نہیں مٹ سکتی۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

مرکزی خیال (تاشقند اور بخارا) حکیم محمد سعید نے اپنے سفرنامے میں تاشقند اور بخارا کی سیاحت کا حال بیان کیا ہے۔ جس کے مطابق تاشقند اور بخارا کسی زمانے میں شریعت اسلامی اور علم وحکمت کے مراکز تھے۔ یہاں اسلام کا غلبہ تھا مگر عیش و عشرت اور بے عملی نے اسلام کا نام ونشان مٹا دیا اور علم وحکمت کے مراکز اُجڑ گئے۔ حکیم صاحب نے ازبکستان میں روسی اثرات کے ضمن میں پاکستان میں بھی انگریزی اثر ونفوذ (تسلط، حاکمیت) کا ذکر کیا ہے اور بطور خاص بیوروکریسی کو اسی کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ جنہوں نے اپنے اسلامی ناموں میں انگریزی رنگ ملا کر خود کو انگریز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر ا۔ درست الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پر کریں۔

ا۔ واقعی وہ دور بھی کیا ہوگا جب تاشقند ---------- مرکز کے ساتھ مرکز شریعت اسلامی بھی تھا۔ **(علم وحکمت)**

۲۔ عاصم صاحب اب خود کو ---------- کہتے ہیں۔ **(عاصموف)**

۳۔ پاکستان کی حکومتی زبان آج بھی ---------- ہے۔ **(انگریزی)**

۴۔ بخارا کو کسی زمانے میں اسلام کا ---------- سمجھا جاتا ہے۔ **(قلعہ)**

۵۔ اس شہر کو امام بخاری کے وطن ہونے کا ---------- حاصل ہے۔ **(اعزاز)**

۶۔ شہنشاہ طب بوعلی ابن سینا جس گاؤں میں پیدا ہوئے تھے اس کا نام ---------- تھا۔ **(افشانہ)**

awazeinqlab.com

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات:۔

سبق کا نام	تاشقند اور بخارا
مصنف کا نام	حکیم محمد سعید
صنف نثر	سفرنامہ
ماخوذ از	درون روس دید و شنید

سوال نمبر۲: روسی اثر سے سمرقند اور بخارا کے لوگ جیسے نام رکھتے ہیں۔ان کی چار مثالیں لکھیں۔

جواب: روسی اثر سے سمرقند اور بخارا کے لوگ مندرجہ ذیل قسم کے نام رکھتے ہیں۔

کریموف، شوکتوف، سلطانوف، مرادوف، یعقوبوف۔

ان کے ناموں میں ''اوف'' کا اضافہ روسی اثر اندازی کا آئینہ دار ہے۔

سوال نمبر۳: لفظ علماء سے مصنف کو جو غلط فہمی ہوئی اسے اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: لفظ علماء سے مصنف کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ جب مرزا ایوف نے کہا کہ شام کو آپ آڈیٹوریم میں علماء سے ملیں گے۔اور ان سے خطاب بھی کریں گے۔تو مصنف صبح سے شام تک خود کو مولوی صاحبان سے گفتگو کے لئے تیار کر رہے تھے۔لیکن جب شام کو آڈیٹوریم میں داخل ہوئے تو ہال میں کوئی بھی پگڑی، داڑھی اور عمامے والا مولوی موجود نہ تھا۔ بلکہ علماء سے مراد وہاں کے سائنسدان تھے۔

سوال نمبر۴: بخارا کی عظمت کے بارے میں مصنف نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔اسے اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: بخارا نہایت دلچسپ اسلامی تاریخ کا حامل شہر ہے۔یہ کسی زمانے میں علوم اسلامی کا مرکز تھا۔اس شہر کو امام بخاریؒ کا وطن ہونے کا اعزاز اور سعادت حاصل ہے۔شہنشاہ طب بوعلی سینا جیسے انسانوں نے بخارا کے بطن خاکی سے جنم لیا۔جس نے عالمی شہرت حاصل کی ہے۔نیز یہاں روئی، ریشم اور پھل کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔

سوال نمبر۵: مصنف نے بخارا کے زوال کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کیا ہے؟

جواب: مصنف کہتا ہے کہ جب اہل بخارا نے اپنی روایات کو ترک کر دیا۔علم و حکمت کی بجائے عیش و عشرت کے دلدادہ ہو گئے۔اللہ کے احکامات سے بغاوت کی۔رسولؐ کی محبت کو چھوڑا اور اسلامی قوانین سے سرکشی کی۔آزادی کی برکات کا تصور محو ہوا۔تو ان پر

زوال آ گیا۔اور روس نے ان پر قبضہ کر کے یہاں سے اسلام کا نام و نشان مٹا دیا۔

سوال نمبر۶: سیاق و سباق کا حوالہ دے کر مندرجہ ذیل اقتباس کی وضاحت کریں۔

عبارت: ہم سارا دن بخارا میں پھرتے رہے۔دل کی عجیب کیفیت تھی۔۔۔۔۔۔۔۔اب بخارا روس کے زیر نگین ہے۔

جواب: **حوالہ متن:** یہ اقتباس حکیم محمد سعید کے مضمون ''تاشقند اور بخارا'' سے لیا گیا ہے۔

سیاق و سباق: حکیم محمد سعید اپنے سفرنامے ''درون روس دید و شنید'' میں لکھتے ہیں کہ جب ہم تاشقند سے بخارا پہنچے تو سخت سردی تھی۔بخارا امام بخاری کا وطن ہے۔لیکن ۱۸۶۸ء میں اس پر روس کا قبضہ ہوا۔بخارا سے ۲۸ کلومیٹر دور ایک گاؤں افشانہ ہے۔یہ وہ مقام ہے جہاں شہنشاہ طب اور مجدد طب بوعلی ابن سینا پیدا ہوئے تھے۔ان کا ہزار سالہ جشن ۱۹۸۰ء میں افشانہ میں منایا گیا تھا۔اس جشن عالی میں شرکت کے لئے دعوت نامہ مجھ عاجز کے نام بھی جاری ہوا تھا۔اس کے بعد تشریح طلب عبارت شروع ہوتی ہے۔

تشریح: حکیم محمد سعید بخارا شہر میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔کہ جب ہم بخارا میں پھر رہے تھے۔تو میرے دل کی ایک عجیب کیفیت رہی۔اس شہر کی تاریخ دو ہزار پانچ سو سال پرانی ہے۔اس زمانے میں یہاں اسلام کو عروج حاصل رہا۔وہ دور علم و عرفان سے بھرپور تھا۔ ہر طرف علم و عمل کا چرچا تھا۔لیکن اس کے بعد اس شہر نے وہ دور بھی دیکھا۔جب مسلمانوں نے اپنی روایات اور مذہب کو چھوڑ دیا۔وہ عیش و عشرت کے دلدادہ ہو گئے۔علم و حکمت کے مدرسے اور دوسرے مراکز آہستہ آہستہ ختم ہو گئے۔آزادی کی برکتیں ان کی نظروں سے دور ہو گئیں۔اور وہ آہستہ آہستہ غلامی کے دلدل میں پھنستے چلے گئے۔شریعت اسلامی سے فرار، اللہ سے بغاوت، رسولؐ سے محبت نہ کرنے اور اسلامی قوانین سے بغاوت جب مسلمانوں نے شروع کی۔تو ان کا زوال آ گیا۔یہ ٹھیک ہے کہ روس نے ظالم بن کر بخارا پر قبضہ کر لیا۔لیکن اس زمانے میں مسلمانوں نے اپنے عمل سے خود ہی اس طرح کے حالات پیدا کر دیے تھے۔ بخارا کے مسلمانوں نے جب اسلامی اصولوں کو چھوڑا تو روس نے آ کر ان پر قبضہ کر لیا۔اب بخارا روس کے قبضے میں ہے۔

سوال نمبر۷: محاورے کے حوالے سے جملوں کو درست کریں۔

ا۔آپ کا حکم سر ماتھے پر۔

ب۔مسجد میں سوئی دھرنے کی جگہ نہ تھی۔

ج۔تم کو تو جیسے بچھو سونگھ گیا ہے۔

د۔سانپ کو دیکھ کر ہمارے ہاتھوں کے تو ے اُڑ گئے۔

awazenglab.com

ہ۔ وہ تو ناک پر مچھر نہیں بیٹھنے دیتا۔

جواب:

ا۔ آپ کا حکم آنکھوں پر۔

ب۔ مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔

ج۔ تم کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا ہے۔

د۔ سانپ کو دیکھ کر ہمارے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔

ہ۔ وہ تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا۔

سوال نمبر۸: مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مطلب واضح ہو جائے۔

نام و نشاں۔ قدغن۔ برسر اقتدار۔ مقیم۔ غور و فکر۔ زیرِ نگیں۔ عظمت۔

جواب:

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
نام و نشاں	روسی قبضے کے بعد تاشقند اور بخارا سے اسلام کا نام و نشاں مٹ گیا۔
قدغن	پاکستان میں کسی بھی مذہب پر کوئی قدغن نہیں ہے۔
برسرِ اقتدار	پرویز مشرف مارشل لاء نافذ کر کے برسرِ اقتدار آ گئے تھے۔
مقیم	ہارون بادشاہ پانچ سال سے امریکہ میں مقیم ہے۔
غور و فکر	قرآن مجید ہمیں کائنات میں غور و فکر کا درس دیتا ہے۔
زیرِ نگین	سپین کئی سو سال تک مسلمانوں کے زیرِ نگین رہا۔
عظمت	محنت میں عظمت ہے۔

سوال نمبر۹: مندرجہ ذیل واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

مراکز۔ کیفیت۔ برکات۔ عمل۔ جذبات۔ عقیدہ۔ علماء۔ زمانہ۔ امام۔ امت۔

جواب:

واحد	جمع	واحد	جمع
مرکز	مراکز	عمل	اعمال
کیفیت	کیفیات	جذبہ	جذبات
برکت	برکات	عقیدہ	عقائد
عالم	علماء	امت	امم
زمانہ	ازمنہ	امام	ائمہ

سوال نمبر۱۰: مندرجہ ذیل جملوں کو درست کریں۔

جواب:

غلط جملے	درست جملے
ا۔ روشن دان کو بند کر دو۔	ا۔ روشن دان بند کر دو۔
۲۔ کسی کے مذہب پر نقطہ چینی نہ کرو۔	۲۔ کسی کے مذہب پر نکتہ چینی نہ کرو۔
۳۔ عورتیں بھی تحریک آزادی میں حصہ لیتیں تھیں۔	۳۔ عورتیں بھی تحریک آزادی میں حصہ لیتی تھیں۔
۴۔ آپ کی مدد ضرور کیا جائے گی۔	۴۔ آپ کی مدد ضرور کی جائے گی۔
۵۔ ابرار نے سالن کے ساتھ روٹی کھایا۔	۵۔ ابرار نے سالن کے ساتھ روٹی کھائی۔

☆☆☆☆☆

awaziqlab.com

﴿مکاتیب﴾

باب نمبر ۱۰

﴿غالب کا خط میر مہدی مجروح کے نام﴾

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جواب طلبی	خط کا جواب مانگنا	گوشہ	چھوٹا سا گھر
چرخ	آسمان	توشہ	سامان۔اسباب
کج رفتار	ٹیڑھی چال	مفلس	غریب
چرخ کج رفتار	خراب قسمت	بے نوا	بے سہارا
جاہ وجلال	رعب ودبدبہ	میکش	غالب کا ایک دوست
کہنیت	مبارک باد	دائم الحبس	عمر قید
مغتنم	غنیمت	آفت	مصیبت
تغیر	تبدیلی	صحبتیں	محفلیں
تلافی	ازالہ	دیر آید درست آید	عقل دیر سے بھی آئے تو اچھا ہے
آزردہ	خفہ۔ناراض		

حوالہ جات:۔

مکتوب نگار	مرزا اسداللہ غالب
مکاتیب	غالب کا خط میر مہدی مجروح کے نام
صنف نثر	خط
ماخوذ	غالبؔ، اپریل ۱۸۵۹ء

﴿غالب کا خط علاؤالدین علائی کے نام﴾

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ثمر نورس	تازہ رس سے بھرا ہوا پھل	ماجرا	کہانی۔واردات
نہال	پودا۔درخت	آب وگل	پانی ومٹی
سایہ نشین	سایہ میں بیٹھنے والا	روبکاری	عدالت میں پیش ہونا
دیدوادید	ملاقات	دوام حبس	عمر قید
ہواخواہ	تازہ ہوا کھانا	صادر ہونا	جاری ہونا
عذر	بہانہ	بیڑی	پیروں کے زنجیر
زنہار	بالکل ہرگز نہیں	زندان	قید خانہ
مسموع	سننے کے قابل	بلاد شرقیہ	مشرقی شہر
پایانِ کار	آخر کار۔ سپاہی	محبس	قید خانہ
گریزپا	بھاگنے والا	فگار	زخمی
یک قلم	فوراً	زائل	ختم
چھوٹ جانا	آزاد ہونا	احتمال	امکان

حوالہ جات:۔

مکتوب نگار	مرزا اسداللہ غالبؔ
مکاتیب	علاؤالدین علائی کے نام
صنف نثر	خط
ماخوذ	غالبؔ، جون ۱۸۶۱ء

awazeiqlab.com

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: متن کو مدنظر رکھ خالی جگہوں کو مناسب لفظ سے پر کریں۔

الف۔ غالب کا پہلا خط ---------- کے نام ہے۔ (میر مہدی مجروح)

ب۔ علاؤالدین علائی غالب کے ---------- تھے۔ (شاگرد)

ج۔ کل سے مجھ کو ---------- بہت یاد آتا ہے۔ (میکش)

د۔ سنو! ---------- کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال معلوم نہیں۔ (پنشن)

ہ۔ عالم آب وگل کے مجرم ---------- میں سزا پاتے۔ (عالم ارواح)

و۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی اور ---------- کو زندان مقرر کیا۔ (دلی شہر)

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

سوال نمبر۲: "چرخِ کج رفتار" سے کیا مراد ہے؟

جواب: چرخ آسمان کو کہتے ہیں۔ کج کا مطلب ہے ٹیڑھا اور رفتار کا مطلب ہے چلنا یعنی لغوی معنی ہے ٹیڑھی چال چلنے والا آسمان ۔لیکن عام طور پر شعراء چرخ کج رفتار سے بدنصیبی اور بدقسمتی قرار لیتے ہیں۔

سوال نمبر۳: غالب کے دوستوں کی محفل برہم ہوگئی۔ اس پر جس انداز سے وہ افسوس کر رہے ہیں۔ اسے اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: غالب اپنے دوستوں کی محفل برہم ہونے پر اپنے دوست میر مہدی مجروح کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ہمارا بھی ایک ٹھکانہ تھا جس میں کچھ مفلس اور بے سہارا دوست جمع ہو کر کچھ گپ شپ لگاتے تھے۔ کہتے ہیں مجھے اپنا میکش بہت یاد آتے ہیں۔ اپنے ایک دوست میرن کے بارے میں مجروح سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرن کی صحت اور تندرستی کے بارے میں مبارک باد کا خط بھی نہیں لکھا تو میں میرن کو اپنے لئے غنیمت سمجھتا ہوں کیوں کہ میرے پرانے دوستوں میں صرف وہ ہی بچا ہے۔ مجھے اپنے دوستوں کی محفلیں، ان کی باتیں اور تقریریں شدت سے یاد آتی ہیں۔ تو صبر سے کام لیتا ہوں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ بس خط پر خط لکھنا مشغلہ ہے۔ تحریر ملاقات کا بدل نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ خط خط ہے اور آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنے کا مزہ اور ہے۔ بحر حال کچھ لکھتا ہوں۔ دیکھو کیا لکھتا ہوں۔

سوال نمبر۴: غالب نے میر مہدی مجروح سے آزردگی کا اظہار کس بات پر کیا ہے؟

جواب: غالب نے میر مہدی مجروح سے آزردگی کا اظہار اس بات پر کیا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میرا جگری دوست میرن بیمار تھا۔ اب تندرست ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی تندرستی کے بارے میں تم نے مجھے مبارک باد کا خط نہیں لکھا۔ اور نہ ہی اظہار مسرت کیا۔ گویا ان کا تندرست ہونا آپ کو ناگوار گزرا ہے۔ اس لئے یہی لکھا کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے۔ اچھلتے کودتے پھرتے ہیں۔

سوال نمبر۵: علاؤالدین علائی کے نام خط میں غالب نے اپنے آپ کو ایک قیدی سے کیوں تشبیہ دی ہے؟

جواب: علاؤالدین علائی کے نام خط میں غالب اپنے آپ کو ایک قیدی سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ یہ دنیا ان کو ایک قید خانہ لگتا ہے۔ جہاں عالم ارواح کے گنہگاروں کو قید رکھا جاتا ہے۔ بیوی اور اولاد پاؤں کی بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوتی ہیں۔ ایک قید خانے کی طرح یہاں زندگی اپنی مرضی سے نہیں گزاری جا سکتی اسلئے غالب کہتا ہے کہ میں عالم ارواح کا گنہگار ہوں اور مجھے دنیا کے اس قید خانے میں بیڑیاں ڈال کر اور ہتھکڑیاں لگا کر قید کر دیا گیا ہے۔

سوال نمبر۶: غالب کی خطوط نگاری کے خصوصیات پر ایک پیراگراف لکھیں۔

جواب: غالب خطوط نویسی میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے خط کے پرانے طریقے کو یکسر تبدیل کر دیا۔ لمبے لمبے القاب و آداب کا خاتمہ کر دیا۔ خط کو بہت سادہ اور آسان بنا دیا۔ مشکل الفاظ کا استعمال ترک کر دیا۔ سادہ اور آسان زبان سے خط کو مزین کیا۔ مراسلے کو ایسا مکالمہ بنا دیا۔ جیسے دو آدمی آمنے سامنے بیٹھ کر بات چیت کر رہے ہوں۔ غالب کے خطوط ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ نیز ان کے خطوط سے اس کی سوانح عمری بھی مرتب کی جا سکتی ہے۔

سوال نمبر۷: مندرجہ ذیل الفاظ کے مترادف لکھیں۔

جواب:

الفاظ	مترادف الفاظ
بےنوا	بےسہارا۔غریب
مسرت	خوشی
عالم	دنیا
قاعدہ	قانون۔دستور

awazenqlab.com

حبس	قید
مشقت	محنت
ضعیف	کمزور۔بوڑھا
گمان	وہم۔شک
زندان	قیدخانہ

سوال نمبر۸: آپ اپنے دوست کے نام امتحان میں کامیابی پر مبارکباد کا خط لکھیں۔

جواب:

کمرہ امتحان

10 مارچ، 2013

میرے پیارے دوست سیف اللہ

السلام علیکم! کل جونہی میں نے اخبار میں مردان بورڈ کے جماعت دہم کے سالانہ امتحان کا نتیجہ نکل آنے کی خبر پڑھی تو دل میں دعائیں مانگنے لگا۔ کہ خدا کرے تمہارے بہت ہی اچھے نمبر آئیں۔

میں نو بجے سکول پہنچا اور اپنا نتیجہ معلوم کرنے سے پہلے میں نے تمہارا رول نمبر دیکھا۔ اور یہ جان کر میں بے حد خوش ہوا کہ تم سکول میں تیسرے اور مردان بورڈ میں ساتویں نمبر پر آئے ہو۔ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ محنت کا صلہ ضرور دیتا ہے۔ تم نے خوب محنت کی اس لئے اللہ تم پر مہربان ہو گیا۔

امید ہے تم اپنی محنت کا سلسلہ مستقبل میں بھی جاری رکھو گے۔ میں اس شاندار کامیابی پر تم کو اور تمہارے اہل خانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور موقع ملا تو مبارکباد کی مٹھائی کھانے ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔

اپنے والدین کو میری طرف سے سلام اور مبارکباد کہنا۔

والسلام

تمہارا دوست شمس الرحمٰن

باب نمبر۱۱

﴿مکتوب رشید احمد صدیقی بنام بشیر الدین﴾

﴿فرہنگ﴾

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بہرہ مند	فائدہ اٹھانے والی	گھلاوٹ	مزہ
پورب	مشرق	سلاست	آسانی۔روانی
چونک پڑانا	اچانک بیدار ہو جانا	سجاوٹ	خوبصورتی
حلاوت	مٹھاس	صلابت	سختی۔مضبوطی
جھجکا	حیا آنا	علالت	بیماری
اندیشہ	خوف۔خطرے کا امکان	دفعتہً	اچانک
گناؤں	شمار کروں	متعلقین	دوست۔قریبی لوگ

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

نوٹ: ہر سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے حوالہ جات کا لکھنا ضروری ہے۔

حوالہ جات:۔

مکتوب نگار	رشید احمد صدیقی
مکاتیب	بشیر الدین کے نام
صنف نثر	خط
ماخوذ	،یکم ستمبر، ۱۹۷۴ء

awazeinqilab.com

سوال نمبر۱: سید بشیر الدین صاحب کے پورب کی برسات کے نقشے اور اپنے مضمون سیاحت برما میں رشید احمد صدیقی کو کون سی بات مشترک نظر آئی؟

جواب: بشیر صاحب اور رشید احمد صدیقی کے مضمون میں رشید احمد صدیقی کو جو بات مشترک نظر آئی وہ یہ تھی کہ بشیر صاحب نے پورب کی برسات کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ بالکل اسی طرح کی باتیں رشید احمد صدیقی کے مضمون ''سیاحتِ برما'' میں بھی موجود ہیں۔ جیسے پانی، سبزہ اور بگلوں کی قطار کا ذکر دونوں مضامین میں بالکل ایک جیسا ہے۔

سوال نمبر۲: مصنف نے بشیر صاحب کی زبان کی حلاوت کی تعریف کن الفاظ میں کی ہے؟

جواب: مصنف نے بشیر صاحب کی زبان کی حلاوت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ کہ اس مضمون کی زبان کا رنگ و آہنگ آلہ آباد بنارس سے شروع ہو کر مہارشی ٹیگور کی زمین تک جاری و ساری ہے۔ اس کی حلاوت، گھلاوٹ اور نغمگی بے مثال ہے۔ ہندوستان کے کسی اور علاقے کی زبان ایسی نہیں ہے اور اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

سوال نمبر۳: مصنف کو عافیت کے دور کے ختم ہونے کا اندیشہ کیوں رہنے لگا تھا؟

جواب: مصنف کو عافیت کے دور کے ختم ہونے کا اندیشہ اس لئے رہنے لگا تھا کہ ذاتی، قومی اور ملکی حادثات روزمرہ کا معمول بن گئے تھے۔ ہر روز اس پاس کے عزیزوں، دوستوں کی ناگہانی وفات کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔ ہر طرف تعصب، حسد اور لالچ کا بازار گرم ہے۔ اس لئے مصنف کو اندیشہ رہنے لگا تھا۔ کہ عافیت کا دور ختم ہو چکا ہے۔

سوال نمبر۴: مندرجہ ذیل کس قسم کے مرکبات ہیں؟

جواب: عافیت کا دور ---------- مرکب اضافی

سلاست اور سجاوٹ ---------- مرکب عطفی

ناگہانی موت ---------- مرکب توصیفی

وقت نمائش ---------- مرکب اضافی

سوال نمبر۵: اخبار کے مدیر کے نام خط لکھ کر ٹریفک کے مسائل اور ان کے حل کے لئے تجاویز دیں۔

جواب: اخبار کے مدیر کے نام خط

کمرہ امتحان

12 مارچ 2013

محترم مدیر صاحب ''روزنامہ مشرق پشاور''

مکرمی! سلام مسنون۔

میں آپ کے موقر جریدے کی وساطت سے متعلقہ حکام اور اپنے ہم وطن بھائیوں کی توجہ دورِ حاضر کی تیز رفتار ٹریفک کے نتائج کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے بہت ساری انسانی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔

اخبارات کے صفحات ایسی خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان کے اسباب بے شمار ہیں۔ لیکن ایک بڑا سبب تیز رفتاری ہے۔ بسوں کے ڈرائیور سواریوں کے لالچ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہماری سڑکوں اور بیشتر پلوں کے موڑ اتنے خطرناک ہیں کہ تیز رفتاری کا متحمل نہیں۔ نتیجہ یہ کہ حادثات کی زیادتی نے سفر اور زندگی دونوں کو غیر محفوظ بنا دیا ہے۔ اس سلسلے میں چند تجاویز ہیں۔

۱۔ اکثر ڈرائیور غیر لائسنس یافتہ ہوتے ہیں۔ لائسنس ہر ڈرائیور کے لئے ضروری ہے۔

۲۔ موٹر سائیکل چلانے کی اجازت کے لئے بھی عمر کی ایک خاص حد مقرر ہونی چاہیے۔ آج کل چھوٹے چھوٹے بچے بھی موٹر سائیکل چلاتے ہیں۔ اور نتیجہ حادثوں کی شکل میں نظر آتا ہے۔

۳۔ پولیس کی چیک پوسٹیں تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر ہونی چاہیے۔

۴۔ غیر محتاط ڈرائیور کے لائسنس منسوخ کر دینے چاہیے۔

۵۔ غیر تربیت یافتہ ڈرائیور رکھنے والی گاڑیوں کو بھاری جرمانہ کرنا چاہیے۔

۶۔ سڑکوں پر جہاں ضروری ہو سپیڈ بریکر بنائے جائیں۔

یہ وہ امور ہیں جن پر حکومت کو توجہ دینی چاہیے۔ مگر انفرادی طور پر ہمیں بھی ٹریفک اصولوں کا پاس رکھنا چاہیے۔ ڈرائیونگ لائسنس، رشوت اور سفارش سے حاصل کرنے کی بجائے باقاعدہ تربیت اور ٹسٹ کے ذریعے لینا چاہیے۔ سفر کے دوران تیز رفتار اور غیر محتاط ڈرائیور کو ٹوکنا اور روکنا چاہیے۔ یہاں تک کہ ایسی گاڑی سے اتر جانا چاہیے۔ اس طرح صورتحال خاصی سدھر سکتی ہے۔ اور ڈرائیوروں کو بھی سوچنا چاہیے۔ کہ ان کا کام مسافروں کو بحفاظت اپنی منزلوں پر پہنچانا ہے نہ کہ انھیں موت کے گڑھوں میں دھکیلنا۔ اور یہ بھی کہ ان کی لاپرواہی خود ان کی زندگی کو بھی ختم کر سکتی ہے۔

والسلام

شمس الرحمٰن

awazenalab.com

حصہ نظم

باب نمبر ۱۲

نظم : آزادی

احسان دانشؔ

خلاصہ

نظم آزادی میں احسان دانش آزادی کی فضیلت واہمیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آزادی حاصل کرنا کسی عبادت سے کم نہیں ہے۔جس ملک میں آزادی سے گفتگو اور بحث ومباحثہ پر پابندی ہو۔وہ آزادی نہیں غلامی ہے۔آزادی کا اصل تصور قرآن میں موجود ہے۔اوراس آزادی کے حصول کے لئے بہت لہو بہایا گیا ہے۔کئی رشتہ دار ایک دوسرے سے بچھڑ گئے لیکن افسوس آج تک ہم مکمل طور پر آزاد نہ ہو سکے۔ہمارے حکمران اب بھی سابق آقاؤں کے حکم پر چل رہے ہیں۔جس قرآنی تعلیمات اور قانون کا نفاذ کے لئے یہ ملک بنایا گیا تھا۔اسے طاق کے کسی کونے میں رکھ کر بھلا دیا گیا ہے۔اس ملک کو آزادی کی تصویروں سے سجایا گیا ہے۔لیکن اصل آزادی کے دیوانوں کے گلے میں ابھی تک طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں۔ہم تو بے قراری اور بے چینی سے آزادی کی روشنی کی طرف لپکے تھے۔لیکن افسوس یہاں اب بھی اندھیرے ہی اندھیرے ہیں اور اندھیروں سے کبھی آزادی کا سورج طلوع نہیں ہوتا۔لیکن ہم پُر امید ہیں کہ ان شاءاللہ بہت جلد ہمیں حقیقی اور مکمل آزادی مل جائے گی۔

☆☆☆☆☆

مرکزی خیال

احسان دانش نے اپنی نظم ''آزادی'' میں جو مرکزی نکتہ اُجاگر کیا ہے وہ آزادی کے متعلق ہے۔ان کے خیال میں اصل آزادی یہ ہے کہ انسان کو اپنے احساسات وجذبات اور تحریر وتقریر کی مکمل آزادی ہو۔کیونکہ اس کے بغیر آزادی کا تصور بے معنی ہے۔اسی آزادی کی خاطر لاکھوں لوگوں نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا، بے شمار گھر سے بے گھر ہوئے ،عورتیں بیوہ، بچے یتیم اور مائیں خاک وخون میں نہلائی گئیں مگر حقیقی معنوں میں ابھی تک ہماری آزادی نامکمل ہے۔

☆☆☆☆☆

شعر نمبر ۱: عبادت ہے سراپا جذبہ تعمیر آزادی
شہادت مستقل اک سرخیٔ تحریر آزادی

نظم کا نام	آزادی
شاعر کا نام	احسان دانش
ماخوذ از	فصل سلاسل

فرہنگ: سراپا: سر سے پاؤں تک۔ سرخی: بڑی خبر۔

تشریح: اس شعر میں احسان دانشؔ آزادی کے تقدس اور بلند مرتبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔کہ آزادی کی تعمیر کا جذبہ سر سے لے کر پاؤں تک یعنی پورے کا پورا عبادت ہی عبادت ہے۔مطلب جو لوگ آزادی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ان کی یہ کوشش عبادت ہے۔شہادت ہی آزادی پر لکھے گئے تمام مضامین اور تحریروں کا مستقل عنوان ہے۔شہادت کے بغیر آزادی کا تصور ہی ناممکن ہے۔یعنی آزادی حاصل کرنے کے لیے جان کی قربانی دینا پڑتی ہے۔

مطابقت شعر: بقول اقبال ؎ شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

حاصل شعر: آزادی کی تعمیر کے لئے کوشش کرنا عبادت ہے۔

شعر نمبر ۲: جہاں آزاد کر سکتے نہ ہوں تقریر آزادی
وہ آزادی میری نظروں میں ہے تحقیر آزادی

فرہنگ: تقریر: کلام، بات چیت۔ تحقیر: بے عزتی، کم حیثیت۔

تشریح: احسان دانشؔ کہتے ہیں کہ جو قومیں اپنے آپ کو آزاد کہتی ہیں۔لیکن ان کے افراد آزادی کے ساتھ اظہار خیال، گفتگو اور بات چیت نہیں کر سکتے۔اپنا نقطہ نظر آزادانہ دوسروں کے سامنے بیان نہیں کر سکتے۔تو اس قسم کی آزادی میری نظروں میں آزادی کی تذلیل، رسوائی اور توہین ہے۔

حاصل شعر: وہ آزادی نہیں جس میں اظہار لانے پر پابندی ہو۔

شعر نمبر ۳: فضائیں کر رہی ہیں ذوق ایثار وعمل پیدا
لہو میں دوڑتا ہے شعلہ تاثیر آزادی

awazeinqilab.com

فرہنگ: فضائیں: ماحول۔ ذوق ایثار و عمل: دوسروں کی مدد کرنے کا شوق۔

تشریح: شاعر احسان دانش کہتے ہیں کہ ہمارا ماحول رفتہ رفتہ بدل رہا ہے۔ فضاؤں سے قربانی اور عمل کی خوشبو آ رہی ہے۔ لوگوں میں ایک دوسرے کی مدد اور آزادی کے لیے جدوجہد کا شوق پیدا ہو رہا ہے۔ لوگوں کے خون میں آزادی کی تاثیر کا جذبہ شعلے کی طرح دوڑ رہا ہے۔ یعنی اب لوگوں میں آزادی کا شعور اجاگر ہو چکا ہے۔

مطابقت شعر: بقول اختر شیرانی ؎ عشق و آزادی بہار زیست کا سامان ہے

عشق میری جان آزادی میرا ایمان ہے
عشق پر کر دوں فدا میں اپنی ساری زندگی
لیکن آزادی پہ میرا عشق بھی قربان ہے

شعر نمبر ۴: ؎ جو کہنا تھا اسے سب کہہ گیا قرآن کے پردے میں

زمانہ حشر تک کرتا رہے تفسیر آزادی

فرہنگ: حشر: قیامت۔ تفسیر: مطلب، وضاحت، تشریح۔

تشریح: احسان دانش کہتے ہیں کہ آزادی کسے کہتے ہیں؟ اور اس حوالے سے جتنی باتیں کرنی تھیں وہ سب کے سب قرآن حکیم کے احکامات کے عین مطابق لوگوں تک پہنچا دیئے گئے ہیں۔ یعنی رسول اللہؐ پر اللہ کی طرف سے نازل کردہ قرآن میں اصل آزادی کا ذکر موجود ہے اور معاشرے کا ہر فرد آگاہ اور باخبر ہو چکا ہے۔ کسی قسم کی کمی اور فقدان کا کوئی حوالہ باقی نہیں رہا ہے۔ جو کچھ تھا سب لوگوں کے سامنے بیان کیا گیا ہے۔ اب زمانہ قیامت تک آزادی کی تشریح اور وضاحت اپنے انداز کے مطابق کرتا رہے گا۔

مطابقت کا شعر:

؎ قرآن میں غوطہ زن ہو اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

حاصل شعر: حالات آزادی کے لئے خود بخود ساز گار ہو رہے ہیں۔

شعر نمبر ۵: ؎ لہو برسا، بہے آنسو، لٹے رہرو، کٹے رشتے

ابھی تک نامکمل ہے مگر تعمیر آزادی

فرہنگ: رہرو: مسافر۔ تعمیر آزادی: آزادی کی عمارت، بناوٹ۔

تشریح: احسان دانش ہمارے ملک کی موجودہ آزادی پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ابھی تک حقیقی معنوں میں آزادی کی منزلوں سے ہمکنار نہیں ہوئے۔ آزادی کی عمارت ابھی تک مکمل نہیں ہوئی ہے۔ آزادی کی خاطر تو لوگوں نے خون بہایا، شہیدوں کے غم میں آنسو بہائے۔ پاکستان ہجرت کرنے والے مہاجرین اور مسافروں کے قافلے لوٹ لئے گئے۔ ایک ہی گھر کے افراد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جس آزادی کے لئے لوگوں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا۔ وہ ابھی تک نامکمل ہے۔ نہ تو یہاں کمزور کی آواز سنی جاتی ہے، نہ حقدار کو حق ملتا ہے۔ اور نہ عدل و انصاف کی حکمرانی ہے۔ ان چیزوں کا تو دور دور تک پتہ نہیں۔

حاصل شعر: جس آزادی کا ہم نے خواب دیکھا تھا وہ ابھی تک شرمندہ تعبیر نہ ہو پایا۔

شعر نمبر ۶: ؎ تعجب ہے غلامی کے شبستانوں کی زینت ہے

کھینچی ہے جو ہمارے خون سے تصویر آزادی

فرہنگ: شبستان: رات گزارنے کی جگہ۔ کھینچی ہے: بنائی گئی ہے۔

تشریح: احسان دانش کہتے ہیں کہ مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ آزادی کی جو تصویر ہم نے اپنے خون سے بنائی تھی۔ جس کے حسن اور رنگ میں ہمارا لہو شامل ہے۔ وہ غلامی کے ڈرائنگ روموں کی زینت بن گئی ہے۔ مطلب یہ کہ قربانیاں ہم نے دی ہیں اور ان پر عیش و عشرت ہمارے ملک کے چند خاندان کر رہے ہیں۔ یہی خان، یہی نواب، یہی وڈیرے، یہی چودھری اور یہی جاگیردار ہمارا خون چوس کر عیش کر رہے ہیں۔ ان کی خواب گاہیں ہماری نسلوں، بچوں، مزدوروں اور بھوک سے نڈھال لوگوں کی تصویر سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ہمارے یہی لیڈر آزادی کے بعد بھی اپنے پرانے آقاؤں کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ اور ہم ذہنی طور پر اب بھی غلام ہیں۔

مطابقت کا شعر:

؎ جب بھی گلشن پہ پڑا تو خوں ہم نے دیا
اب بہار آئی تو کہتے ہیں ترا کام نہیں

شعر نمبر ۷: ؎ تحیر ہے کتاب اللہ زیب طاق نسیاں ہے

تعجب ہے کوئی کرتا نہیں تفسیر آزادی

فرہنگ: تحیر: حیرانگی۔ کتاب اللہ: قرآن کریم۔ طاق نسیاں: بھولنے کی جگہ۔
زیب: خوبصورتی، زیبائش۔ تفسیر: وضاحت، تشریح۔

تشریح: احسان دانش کہتے ہیں کہ میں حیران ہوں کہ جس آزادی کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ اور اللہ کی کتاب قرآن کا

awazemaqlab.com

قانون نافذ کرنے کے نعرے لگائے گئے تھے۔ کہ اس ملک میں قرآن وسنت کو اعلیٰ قانون کا درجہ حاصل ہوگا اور یہاں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا۔ لیکن قرآن کو سپریم قانون بنانے کی بجائے اسے رنگین کپڑوں میں لپیٹ کر اونچی طاقوں یا الماریوں میں رکھ کر لوگ اسے مکمل طور پر بھول چکے ہیں۔ اور اس میں آزادی کا جو اصل تصور موجود ہے۔ اس کی وضاحت اور تشریح کوئی نہیں کرتا۔

مطابقت کا شعر:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

شعر نمبر ۸:

ابھی طوق وسلاسل میں ہیں آزادی کے دیوانے
مگر زنداں کے دروازے پہ ہے تصویر آزادی

فرہنگ: طوق وسلاسل: قید کی زنجیریں۔ زندان: قید خانہ۔

تشریح: احسان دانش کہتے ہیں کہ آزادی کی جدوجہد کرنے والے مجاہدین کو ظالم وجابر حکمرانوں نے جیل میں قید کر لیا ہے۔ تاکہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں اور آزادی کی تحریک ناکام ہو جائے۔ لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ آزادی کے دیوانے اپنے مقصد میں ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب وکامران ہوں گے۔ ان کی قربانیاں ایک دن ضرور رنگ لائیں گی۔ وہ اگر چہ جیل میں بند ہیں لیکن جیل کے دروازے پر وہ آزادی کی تصویر کو دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

حاصل شعر: وہ دن دور نہیں جب آزادی ہمارے قدم چومے گی

شعر نمبر ۹:

تڑپ کر بزم میں دانش چلے آئے ہیں پروانے
اندھیروں سے مگر پھوٹی نہیں تنویر آزادی

فرہنگ: بزم: محفل۔ پھوٹنا: ظاہر ہونا۔ تنویر: سورج، روشنی۔

تشریح: شاعر دانش کہتے ہیں کہ اے دانش آزادی کے پروانوں نے اپنا مال، جائیداد اور رشتوں کو چھوڑا اور آزادی کے شوق میں بظاہر آزاد شدہ ملک پاکستان چلے آئے۔ یہاں آ کر انہوں نے دیکھا کہ یہاں تو آزادی کا سورج ابھی طلوع ہی نہیں ہوا۔ یہاں تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ یعنی غلامی کے اندھیرے اتنے زیادہ گہرے ہیں کہ ابھی تک ان سے آزادی کی کوئی کرن نمودار نہیں ہوئی۔

حاصل شعر: ہمیں برائے نام آزادی دی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر ۱: اس نظم کے قافیے اپنی کاپی میں لکھیں۔

جواب: اس نظم کے قافیے درج ذیل ہیں۔

تعمیر، تحریر، تقریر، تحقیر، تاثیر، تفسیر، تصویر اور تنویر۔

سوال نمبر ۲: اس نظم کی ردیف کی نشاندہی کریں۔

جواب: اس نظم کی ردیف ''آزادی'' ہے۔

سوال نمبر ۳۔ متن کے حوالے سے خالی جگہوں کے لئے درست لفظ کا انتخاب کریں۔

۱۔ وہ آزادی مری نظروں میں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آزادی۔

۱۔ تحریر ۲۔ تحقیر ۳۔ تعمیر ۴۔ تاثیر

۲۔ جو کہنا تھا اسے سب کہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔ کے پردے میں۔

۱۔ قرآں ۲۔ بیاں ۳۔ طوفاں ۴۔ امتحاں

۳۔ تعجب ہے غلامی کے شبستانوں کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

۱۔ صورت ۲۔ مورت ۳۔ زینت ۴۔ ضرورت

۴۔ ابھی طوق وسلاسل میں ہیں آزادی کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

۱۔ پروانے ۲۔ مستانے ۳۔ انجانے ۴۔ دیوانے

۵۔ مگر زنداں کے دروازے پہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ آزادی۔

۱۔ تفسیر ۲۔ تصویر ۳۔ تعمیر ۴۔ تنویر

سوال نمبر ۴: آزادی کے حصول کے لئے جن قربانیوں کا اس نظم میں ذکر آیا ہے۔ انہیں اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: اس نظم میں شاعر احسان دانش حصول آزادی کی خاطر قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم نے آزادی کی خاطر لاتعداد قربانیاں دی ہیں۔ آزادی کی خاطر لوگوں نے اپنا خون بہایا۔ اپنے پیاروں سے جدائی پر آنسو بہائے۔ آزاد وطن کی طرف ہجرت کے دوران ان کا مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ اور بہت سے رشتہ دار ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ یعنی بہت قربانیوں سے آزادی کی یہ نعمت ہمیں ملی ہے۔

awazeiqlab.com

سوال نمبر۵: دوسرے شعر میں شاعر نے کون سی خاص بات بیان کی ہے۔

جواب: نظم کے دوسرے شعر میں شاعر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس وطن یا ملک میں اپنے خیالات اور احساسات کے اظہار پر پابندی ہو۔ جہاں ظلم و جبر کے خلاف زبان کھولنا جرم قرار پائے۔ تو اسے آزادی کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ ایسی آزادی، آزادی کی توہین و رسوائی ہے اور آزادی کے نام پر ایک بدنما داغ۔

سوال نمبر۶: ''نامکمل'' میں نا سابقہ ہے۔ آپ مندرجہ ذیل سابقوں سے دو دو الفاظ بنائیں۔

پُر، بے، غیر، خوش۔

جواب:

سابقے	الفاظ
پُر	پُرخلوص، پُرجوش، پُروقار، پُرزور۔
بے	بےآبرو، بےغیرت، بےدرد، بےنوا۔
غیر	غیر مسلم، غیر حاضر، غیر واضح، غیر ملکی۔
خوش	خوش اخلاق، خوش نصیب، خوش حال، خوش آمدید۔

سوال نمبر۷: اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: خلاصہ نظم کے شروع میں ملاحظہ کیجئے۔

سوال نمبر۸: جملے بنائیں۔

سراپا، تحقیر، طوق و سلاسل، تنویر آزادی، تاثیر۔

جواب:

الفاظ	جملے
سراپا	آپ کی ذات سراپا رحمت ہے۔
تحقیر	رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی کی تحقیر کرنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔
طوق و سلاسل	بھارت کے طوق و سلاسل کشمیریوں کے جذبہ آزادی کو ختم نہیں کر سکتے۔

تنویر آزادی	کشمیر میں انشاءاللہ بہت جلد تنویر آزادی طلوع ہوگی۔
تاثیر	مخلص لوگوں کی باتوں میں تاثیر ہوتی ہے۔

سوال نمبر۹: قواعد کی رو سے مندرجہ ذیل کس قسم کے مرکبات ہیں؟

ایثار و عمل، تقریر آزادی، قرآن کے پردے، نظروں میں، اندھیروں سے۔

جواب:

ایثار و عمل	------	مرکب عطفی
تقریر آزادی	------	مرکب اضافی
قرآن کے پردے	------	مرکب اضافی
نظروں میں	------	مرکب جاری
اندھیروں سے	------	مرکب جاری

☆☆☆☆☆

awazeinqilab.com

باب نمبر ۱۳

﴿نظم : مزار قطب الدین ایبک﴾

حفیظ جالندھری

﴿خلاصہ﴾

شاعر حفیظ جالندھری، قطب الدین ایبک جیسے مجاہد، بہادر اور تاریخ ساز انسان کے مزار پر بیٹھا ہے۔ اور عالمِ تصور میں اُن کے جنگی معرکوں کو دیکھ رہا ہے۔ جن میں قطب الدین ایبک داد شجاعت دے رہا ہے۔ ایک طرف ہندوؤں کی پوری قوت ہے۔ دوسری طرف قطب الدین کی قوتِ ایمانی۔ ہندوؤں کے نعرے مسلمانوں کی تکبیر کی آوازیں اور تلواروں کی جھنکاریں ابھر رہی ہے۔ غازی اسلام کا پرچم لہراتے ہوئے گزر رہے ہیں اور شہیدوں کے چہروں کا پرسکون تبسم، ولولوں کو تقدس عطا کر رہا ہے۔ شاعر عالمِ خیال میں خود کو اسی لشکر اسلام کا ایک فرد سمجھتا ہے اور محسوس کرتا ہے۔ جیسے وہ خود جنگی گیت گاتا اور علم لہراتا جا رہا ہے۔ اور قطب الدین کی قیادت میں اسلامی فوجوں کے ساتھ وہ بھی قدم ملاتا جا رہا ہے۔ اور یہ خیالی ماحول اس قدر پاکیزہ اور ہمت آفریں ہے کہ وہ ہوش میں آنا ہی نہیں چاہتا بلکہ اسی میں جذب ہو جانا چاہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

قطب الدین ایبک جیسے مردِ مجاہد کا مقبرہ شاعر کے لئے وجہ سکون اور عزم و ہمت کا باعث ہے۔ کیونکہ اسے مقبرے سے تاریخ کا ایک سنہرا زمانہ یاد آتا ہے جب قطب الدین ایبک ہندوؤں کے گھیرے میں اسلام کا پرچم لہراتا، مخالفوں سے ٹکراتا اور اولین اسلامی حکومت کی بنیاد رکھتا چلا جاتا ہے اور شاعر تصور میں کھو کر خود کو بھی ان فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

شعر نمبر ۱:

وہ قطب الدین وہ مردِ مجاہد جس کی ہیبت سے
یہ دنیا از سرِ نو جاگ اٹھی تھی خوابِ غفلت سے

نظم کا نام	مزار قطب الدین
شاعر کا نام	حفیظ جالندھری
ماخوذ از	شاہنامہ اسلام

فرہنگ: ہیبت: ڈر، رعب و دبدبہ۔ از سرِ نو: نئے سرے سے۔ خوابِ غفلت: غفلت کی نیند۔

تشریح: شاعر حفیظ جالندھری کہتے ہیں کہ قطب الدین ایبک وہ بہادر اور دلیر مردِ مجاہد تھا جس نے برصغیر کے حکمرانوں سے اپنی صلاحیتوں اور قوت بازی سے اپنی بہادری کا لوہا منوایا تھا۔ اور جس نے برصغیر میں اسلامی سلطنت کی ایک مستحکم اور مضبوط بنیاد رکھی تھی۔ برصغیر کے مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو گئے تھے اور ان میں حکمرانی کا شعور پیدا ہوا تھا۔ اس نے امن و امان بحال کیا۔ سیاسی افراتفری کی جگہ ملک میں خوشحالی اور اطمینان و سکون کا دور لوٹ آیا۔

مطابقت کا شعر:

خداوند! مسلمانوں میں پہلی شان پیدا کر
تو قطب الدین ایبک سا کوئی سلطان پیدا کر

شعر نمبر ۲:

وہ جس کی تیغ ہیبت ناک سے سفاک ڈرتے تھے
وہ جس کی بازوؤں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے

فرہنگ: سفاک: ظالم، سنگ دل۔ دھاک: رعب۔ افلاک: آسمان

تشریح: حفیظ جالندھری کہتے ہیں۔ کہ یہ وہ مسلمان بادشاہ تھا جس کی تلوار کے خوف سے بڑے بڑے ظالموں، ڈاکوؤں، چوروں اور لٹیروں کے پتے پانی ہو جاتے تھے اور جس کی بہادری کی دھاک پورے برصغیر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ کسی شخص کو اس کی سلطنت میں ظلم و ناانصافی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بڑے بڑے سرکش اور باغی اس کے رعب کی وجہ سے اطاعت گزار بن گئے تھے۔

مطابقت کا شعر:

قہاری و غفاری و قدوس و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

شعر نمبر ۳:

یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گمنام کوچے میں
بڑی سرکار دولت اسلام کو جس نے

فرہنگ: گمنام: غیر مشہور، بے نام۔ سوتا ہے: مراد دفن ہے۔ یادگار دولت اسلام: اسلامی حکومت کی یادگار۔

تشریح: حفیظ جالندھری کہتے ہیں کہ وہ عظیم بادشاہ اور اسلامی تاریخ کا عظیم ہیرو اور جرنیل لاہور کے ایک گمنام کوچے میں محو خواب ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اسلام کی عظمت کی اتنی بڑی یادگار لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے۔

حوالہ شعر:
خطہ لاہور تیرے جاں نثاروں کو سلام
شہریوں کو، غازیوں کو شہ سواروں کو سلام

شعر نمبر۴:
میں اکثر شہر کے پُر شور ہنگاموں سے اکتا کر
سکوں کی جستجو میں بیٹھ جاتا ہوں یہاں آ کر

فرہنگ: پُر شور: شور سے بھرے ہوئے۔ اکتا کر: تنگ آ کر۔ سکوں: چین۔ جستجو: تلاش۔

تشریح: حفیظ کہتے ہیں کہ لاہور شہر کے شور شرابے اور ہنگامے سے جب میں گھبرا جاتا ہوں تو شہر کی فضا سے تنگ آ کر سکون و اطمینان کی تلاش میں قطب الدین ایبک کے مزار پر آ کر بیٹھ جاتا ہوں۔ جہاں مجھے بڑا سکون ملتا ہے۔

شعر نمبر۵:
تخیل مجھ کو لے جاتا ہے اک پر ہول میدان میں
جہاں باہم بپا ہوتی ہے جنگ انبوہ انسان میں

فرہنگ: تخیل: خیال، سوچ۔ پُر ہول: خوفناک، ہیبت ناک۔ انبوہ: ہجوم۔ بپا ہونا: جاری ہونا۔

تشریح: شاعر حفیظ جالندھری کہتے ہیں کہ جب میں سکون و اطمینان کی ایک خاص کیفیت میں ڈوب جاتا ہوں تو میری چشم خیال مجھے ایک ایسے خوفناک میدان میں لے جاتی ہے جہاں انسانوں کا ایک بہت بڑا ہجوم جنگ میں مصروف ہوتا ہے۔

مطابقت کا شعر:
نظر آتا ہے لہراتا ہوا اسلام کا جھنڈا
بہر سو نور پھیلاتا ہوا اسلام کا جھنڈا

شعر نمبر۶:
نظر آتا ہے لہراتا ہوا اسلام کا جھنڈا
بہر سو نور پھیلاتا ہوا اسلام کا جھنڈا

فرہنگ: ہر سو: چاروں طرف۔

تشریح: شاعر حفیظ جالندھری کہتے ہیں۔ کہ میری چشم تصور یہ منظر دیکھتی ہے کہ انسانوں کے ہجوم کے اندر لڑنے والوں کے سروں پر اسلامی فوج کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اور اس سے نور کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر لشکر اسلام کو منور کر رہی ہیں۔ وہ پوری آب و تاب کے ساتھ کفر کی ظلمتوں کو مٹاتا جا رہا ہے۔ اور ہر طرف اسلام کا نور پھیل رہا ہے۔

حاصل شعر: ایک وقت تھا کہ اسلام کا جھنڈا ہر طرف لہراتا تھا۔

شعر نمبر۷:
مقابل میں گھٹائیں دیکھتا ہوں فوج باطل کی
نظر آتی ہے فرغونی خدائی اوج باطل کی

فرہنگ: گھٹائیں: بادل۔ فوج باطل: کافروں کی فوج۔
فرغونی خدائی: فرعون کی فوج مراد لشکر کفار۔ اوج: بلندی۔

حاصل شعر: نعرۂ تکبیر میدان جنگ میں کفار پر بجلی بن کر گرتی ہے۔

تشریح: حفیظ جالندھری کہتے ہیں کہ جب میں اپنی چشم تصور سے اسلامی جھنڈے کو لہراتا اور انسانوں کے ایک بہت بڑے ہجوم میں جنگ ہونے کا منظر دیکھ رہا ہوتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کافروں کا ایک بہت بڑا لشکر ہے جو قطب الدین کے مقابلے میں آ گیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ساون کی کالی گھٹاؤں کی طرح برصغیر کے تمام فرغونوں یعنی راجوں، مہاراجوں کے لشکر ہر طرف سے امنڈ امنڈ کر آ گئے ہیں اور وہ اسلام کا راستہ روکنا چاہتے ہیں۔

شعر نمبر۸:
صدائے نعرہ ہائے جنگ کی آتی ہیں کانوں میں
بلند آہنگ تکبیریں سما جاتی ہے کانوں میں

فرہنگ: صدائیں: آوازیں۔ نعرہ ہائے جنگ: جنگ کے نعرے۔ آہنگ: آواز
تکبیر: اللہ اکبر کا نعرہ لگانا۔ سما جانا: بس جانا۔

تشریح: حفیظ جالندھری کہتے ہیں کہ میرے کانوں میں جنگی نعروں کی آوازیں گونجتی ہیں۔ جو کافروں کے لشکر سے بلند ہو رہی ہے۔ اور پھر میں مسلمان مجاہدین کے تکبیر کے نعروں کی آوازیں بھی سنتا ہوں۔ جو کفار کے دلوں پر بجلی بن کر گر رہی ہے۔

شعر نمبر۹:
نظر آتا ہے مجھ کو سرخرو ہونا شہیدوں کا
وہ اطمینان وہ ہنستا ہوا چہرہ امیدوں کا

فرہنگ: سرخرو: کامیاب۔ اطمینان: سکون، چین، قرار۔

awazeinqilab.com

تشریح: شاعر حفیظ کہتے ہیں کہ میرا تصور مجھے ان شہیدوں کے پرسکون و کامران اور کامیاب چہرے بھی دکھاتا ہے۔ جنہیں شہادت کے نورے لازوال بنا کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ کر دیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ اطمینان اور سکون کی وجہ سے مسکرا رہے ہیں۔

مطابقت کا شعر:

کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی

شعر نمبر ۱۰: علم کے سائے میں سلطان غازی کا بڑھے جانا
سر دشمن پہ افواج حجازی کا چڑھے جانا

فرہنگ: علَم: جھنڈا، سلطان غازی: مراد قطب الدین، افواج حجازی: اسلامی فوج۔

تشریح: حفیظ کہتے ہیں کہ میں اپنے چشم تصور سے یہ دیکھتا ہوں کہ اسلامی جھنڈے کے سائے میں سلطان قطب الدین ایبک کفار کے لشکر کو کاٹتا ہوا اور ان کی لاشوں کو اپنے گھوڑے کی ٹاپوں سے روندتا ہوا آگے اور آگے بڑھے جا رہا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ کفر و اسلام کے اس معرکے میں سلطان کافروں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا۔ اور ان کی سازشوں کا سر کچل دے گا۔

مطابقت کا شعر:۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے

شعر نمبر ۱۱: مجھے محسوس ہوتا ہے کہ غازی مرد ہوں میں بھی
پرانے لشکرِ اسلام کا اِک فرد ہوں میں بھی

فرہنگ: غازی مرد: بہادر۔

تشریح: شاعر حفیظ جالندھری کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے چشم تصور میں یوں محسوس کرتا ہوں جیسے کہ میں بھی قطب الدین ایبک کے ساتھ مرد غازی بن کر معرکہ آرائی میں حصہ لے رہا ہوں۔ میں بھی اس اولین لشکر اسلام کے ہم رکاب ہوں۔ اور قطب الدین ایبک کی سرد کردگی میں مصروف جہاد ہوں۔

حاصل شعر: ہر سچے مسلمان کے دل میں جہاد کا جذبہ ضرور موجود ہوتا ہے۔

شعر نمبر ۱۲: شہادت کے رجز پڑھتا ہوں میدانِ شہادت میں
رجز پڑھتا ہوا بڑھتا ہوں ارمانِ شہادت میں

فرہنگ: رجز: جنگی ترانہ۔ ارمان: آرزو، تمنا، خواہش۔

تشریح: شاعر حفیظ جالندھری اپنے چشمِ خیال میں یوں محسوس کرتا ہے۔ جیسے وہ قطب الدین کی سربراہی میں طاغوتی قوتوں کے خلاف مصروفِ جہاد ہے۔ اور اپنے دل میں شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے کی تمنا لئے رجز (جنگی ترانے) پڑھتا ہوا میدانِ جنگ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

مطابقت کا مصرع: ع شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

شعر نمبر ۱۳: عظیم الشان ہوتا ہے یہ منظر پاک بازی کا
شہیدوں کی خموشی، غلغلہ مردانِ غازی کا

فرہنگ: عظیم الشان: شاندار۔ پاکبازی: پاکیزہ۔ غلغلہ: شور، دھوم دھام۔
مردانِ غازی: میدانِ جنگ سے زندہ آنے والے لوگ۔

تشریح: شاعر حفیظ کہتے ہیں۔ عظیم اور نیک مقاصد کے لیے جان دینے کا یہ منظر بڑا پاکیزہ اور شاندار ہوتا ہے۔ یہاں شہیدوں کی لاشیں اپنے مقصد کو پا کر خاموش پڑی ہوئی ہیں اور فتح یاب ہونے والے مردانِ غازیوں کے نعرے گونج رہے ہیں۔ ایسا ولولہ انگیز منظر بڑا قابلِ دید ہوتا ہے۔

حاصل شعر: باطل کے خلاف جہاد کا منظر پاکباز اور ولولہ انگیز ہوتا ہے

شعر نمبر ۱۴: مرا جی چاہتا ہے اب نہ اپنے آپ میں آؤں
اسی آزاد دنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں

فرہنگ: جذب ہونا: کھو جانا۔ اپنے آپ میں آنا: ہوش میں آنا۔

تشریح: شاعر حفیظ جالندھری اپنے چشمِ تصور میں کفر اور اسلام کے درمیان جنگ میں جوش و جذبے کے تحت خود بھی شریک ہے۔ اس منظر میں وہ اتنا کھویا ہوا ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ ہوش میں آئے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ یہ خواہش اور تمنا رکھتا ہے کہ تصور و خیال کا یہ پاکیزہ عالم طویل ہوتے ہوئے ابدی ہو جائے۔

مطابقت کا شعر: تجھ پہ قرباں میری جا — میرا دل، میرا ایمان

awazenqlab.com

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: نظم قطب الدین ایبک کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: خلاصہ نظم کے شروع میں ملاحظہ کیجئے۔

سوال نمبر۲:

علَم کے سائے میں سلطانِ غازی کا بڑھے جانا
سرِ دشمن پہ افواجِ حجازی کا چڑھے جانا

اس شعر میں سلطان غازی اور افواجِ حجازی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس شعر میں شاعر سلطان غازی سے مراد "سلطان قطب الدین ایبک" ہے جو ہندوستان کا پہلا باقاعدہ مسلمان بادشاہ تھا، وہ خاندان غلاماں کا بانی اور ایک جنگجو نڈر مجاہد تھا جس نے ہندوستان کے کئی علاقے فتح کر کے وہاں اسلامی حکومت قائم کی۔ جبکہ افواج حجازی مسلمانوں کے فوج کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔

سوال نمبر۳: رجز پڑھنا سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: رجز پڑھنے سے شاعر کی مراد "جنگی ترانے" ہیں جس میں سپاہیوں کی تعریف فخریہ انداز میں کی جاتی ہے اور میدان جنگ میں ان کے حوصلے بلند کرتے ہوئے ان میں جوش پیدا کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دشمن پر دہشت طاری کرنے کیلئے رجز پڑھے جاتے ہیں۔

سوال نمبر۴: مصرعے مکمل کریں۔

الف۔ وہ جس کی تیغ ہیبت ناک سے ــــــــــ

ب۔ پڑی ہے یادگار دولت ــــــــــ

ج۔ تخیل مجھ کو لے جاتا ہے اک ــــــــــ

د۔ بہر سُو نور پھیلاتا ہوا ــــــــــ

ہ۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ــــــــــ

جواب:

الف۔ وہ جس کی تیغ ہیبت ناک سے سفاک ڈرتے ہیں۔

ب۔ پڑی ہے یادگار دولت اسلام کو چے میں۔

ج۔ تخیل مجھ کو لے جاتا ہے اک پُر ہول میداں۔

د۔ بہر سُو نور پھیلاتا ہوا اسلام کا جھنڈا۔

ہ۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ غازی مرد ہوں میں بھی۔

سوال نمبر۵: مندرجہ ذیل تراکیب کی وضاحت کریں۔

پُر ہول میدان، فوجِ باطل، فرعونی خدائی، رجز پڑھنا، بلند آہنگ تکبیریں، شہیدوں کی خموشی۔

جواب: پر ہول میدان:

ہو کے لفظی معنی ڈر اور خوف ہے جب کے پر ہول کا مطلب بہت زیادہ خوف کا سماں۔ پر ہول میدان سے مراد وہ جنگ کا میدان ہے جس میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان گھمسان کی لڑائی جاری ہو۔ جہاں ہر طرف تلواروں کی گھن گرج اور غازیوں کے نعروں کی بلند آوازیں دے رہی ہوں۔

فوج باطل:

فوج باطل کا مطلب کفار کی فوج ہے جو مسلمانوں سے میدان جنگ میں برسر پیکار ہیں اور مسلمانوں کو ختم کرنے اور ان پر غلبہ پانے کی کوشش میں ہیں۔

فرعونی خدائی:

فرعونی خدائی سے شاعر کی مراد نصر کے بادشاہ فرعون کی حکومت ہے جس نے اپنے تکبر اور غرور میں آ کر خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے شاعر نے مسلمان فوج سے جنگ کرنے والے کفار کو اسی خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون کی فوج کہا ہے۔

رجز پڑھنا:

رجز وہ نظم یا ترانہ ہوتا ہے جس میں میدان جنگ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی فخریہ تعریف بیان کر کے ان کہ جوش دلایا جاتا ہے اور ان کا حوصلہ بڑھایا جاتا ہے۔

بلند آہنگ تکبیر:

تکبیر اللہ اکبر کا نعرہ لگانے کو کہتے ہیں۔ بلند آہنگ تکبیریں کا مطلب ہے اونچی آواز سے اللہ اکبر کے نعرے لگانا اور یہ جنگ کے دوران مسلمان مرد مجاہد کی پہچان ہے۔

awazenilab.com

شہیدوں کی خموشی:

شہیدوں کی خموشی سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہونے والے مجاہد ہیں جو بظاہر تو شہید ہو کر خاموش پڑے ہیں مگر وہ اللہ کے ہاں زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ ان کے چہروں پر سرخروئی کی چمک اور اطمینان کے اثرات نظر آ رہے ہیں۔ قرآن مجید میں شہیدوں کی شان اس طرح بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مرائے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں۔ (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔" (البقرہ)

سوال نمبر۴: ہیبت ناک میں ناک لاحقہ ہے۔ آپ مندرجہ ذیل لاحقوں سے دو دو الفاظ بنائیں۔

انگیز، پوش، مند، خانہ، زار۔

لاحقہ	الفاظ
انگیز	حیرت انگیز، درد انگیز
پوش	سفید پوش، میز پوش
مند	حاجت مند، غیرت مند
خانہ	ڈاک خانہ، غسل خانہ
زار	گل زار، سبزہ زار

سوال نمبر۵: اس نظم کا کونسا شعر آپ کو پسند آیا ہے۔ پسندیدگی کی وجہ بھی لکھیں۔

جواب:

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ غازی مرد ہوں میں بھی
پرانے لشکرِ اسلام کا ایک فرد ہوں میں بھی

مجھے یہ شعر بہت پسند ہے کیونکہ اس شعر میں، میں اپنے آپ کو ایک مردِ مجاہد تصور کرتا ہوں۔ جو کفار کے خلاف میدانِ جہاد میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کفر سے جنگ کر رہا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان مجاہد کی آرزو بھی ہوتی ہے۔

سوال نمبر۶: اس نظم کے تیسرے اور چوتھے شعر میں آنے والے قافیوں اور ردیفوں کی نشاندہی کریں۔

جواب: **تیسرے شعر کے قافیے:۔** ''گمنام'' اور ''اسلام'' ہیں۔ جبکہ ردیف ''کوچے میں'' ہے۔

چوتھے شعر کے قافیے:۔ ''اکتا'' اور ''آ'' ہیں۔ جبکہ ردیف ''کر'' ہے۔

باب نمبر۱۴

﴿نظم: نمود صبح﴾

میر ببر علی انیس

﴿خلاصہ﴾

اس نظم میں میر ببر علی انیس صبح کے منظر کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتے ہیں کہ رات کا قافلہ اپنی منزل پر پہنچا، ستارے رخصت ہو گئے، صبح کی اذان سنائی دے رہی ہے۔ آسمان پر صبح کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اندھیرا ختم ہو رہا ہے۔ اور روشنی پھیل رہی ہے۔ آسمان سے ستارے غائب ہو گئے، چاند اور کہکشاں کا نام و نشان تک نہیں۔ پرندے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے لگے۔ فضا میں ٹھنڈک ہے زمین اور آسمانوں پر اللہ کی بڑائی بیان ہونے لگی۔ شبنم کے قطرے پھولوں پر موتیوں کی طرح دکھائی دے رہے ہیں۔ پہاڑوں کے دامن پھولوں سے بھرے ہیں۔ بڑائی بیان ہونے لگی۔ شبنم کے قطرے پھولوں پر موتیوں کی طرح دکھائی دے رہے ہیں۔ پہاڑوں کے دامن پھولوں سے بھرے ہیں۔ ہر طرف خوشبوں پھیلی ہے۔ دریائے فرات کہکشاں کا نظارہ پیش کر رہا ہے۔ ہر سرسبز درخت کوہ طور کے درختوں کی طرح روشن ہے۔ ان درختوں کا سایہ بھی روشن منور ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

نظم "نمود صبح" میں انیس نے طلوع صبح کا منظر پیش کیا ہے یہ نظم اگرچہ انیس کے ایک لمبے مرثیے کا اقتباس ہے مگر اس کا مرکزی خیال طلوع صبح کے منظر کو پیش کرنا ہے۔ انیس نے طلوع صبح کا منظر اس خوبصورتی سے پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا نمود صبح کے منظر کو پیش کرنا ہے۔ انیس نے طلوع صبح کا منظر اس خوبصورتی سے پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا نمود صبح کے منظر کو اپنی تصوراتی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے۔ رات کا جادو ٹوٹ گیا۔ روشنی پھیل کر ہر چیز کو منور (روشن) کر رہی ہے اور پورا ماحول پر بہار ہو گیا ہے۔ صحرائے کربلا صبح کا منظر ایسا جاذب نظر تھا کہ جس کی وجہ سے اس زمین پر آسمان بھی رشک کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

awazeinqilab.com

بند نمبر۱:

طے کر چکا جو منزلِ شب، کاروانِ صبح
ہونے لگا افق سے ہویدا، نشانِ صبح
گردوں سے کوچ کرنے لگے، اخترانِ صبح
ہر سو ہوئی بلند صدائے اذانِ صبح
پنہاں نظر سے روئے شبِ تار ہو گیا
عالم تمام مطلعِ انوار ہو گیا۔

نظم کا نام	نمودِ صبح
شاعر کا نام	میر انیس
ماخوذ از	میراثی انیس

حل لغت: منزلِ شب: رات کی منزل مراد رات، کاروانِ صبح: صبح کا قافلہ، افق: آسمان کا کنارہ ہویدا: ظاہر، گردوں: آسمان، کوچ کرنا: رخصت ہونا، اخترانِ صبح: صبح کے تارے ہر سو: ہر طرف، صدا: آواز، پنہاں: غائب، پوشیدہ، روئے شب: رات کا چہرہ تار: تاریک، عالم: دنیا، جہاں، مطلع: طلوع، ظاہر، انوار: روشنی۔

تشریح: شاعر میر انیس کہتے ہیں کہ جب صبح کا قافلہ رات کی منزل طے کر گیا۔ تو آسمان سے صبح کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ صبح کے ستارے آسمان سے رخصت ہونے لگے اور صبح کی اذانیں گونج اٹھیں۔ تاریک رات کا چہرہ غائب ہو گیا۔ اور پوری دنیا میں نور پھیل گیا۔ اس میں صبح کو ایک کارواں کہا گیا ہے۔ وہ کارواں رواں دواں تھا۔ راستے میں اسے رات کی منزل سے گزرنا پڑا۔ یعنی رات کٹ گئی اور ستارے جو رات بھر چمکتے رہے ہیں۔ اب آہستہ آہستہ ماند پڑ رہے ہیں۔ اور ساتھ اذانوں کی گونج نے اس امر کا اعلان کر دیا کہ صبح ہونے والی ہے۔ اذانوں کے بعد رات کی تاریکیاں ختم ہو گئی اور صبح کے اجالوں نے پوری دنیا کا احاطہ کر لیا۔ بقول شاعر:

تب سے نور سے لبریز نہ ہوا جامِ سحر
شانِ حضور نمایاں ہوئی ہنگامِ سحر
رات جل اٹھتی ہے جب شدتِ ظلمت سے ندیمؔ
لوگ اس وقفہ ماتم کو سحر کہتے ہیں۔

بند نمبر۲:

یوں گلشنِ فلک سے ستارے ہوئے رواں
چن لے چمن سے پھولوں کو جس طرح باغباں
آئی بہار میں گلِ مہتاب پر خزاں
مرجھا کے گر گئے ثمر و شاخِ کہکشاں
دکھلائے طور بارِ سحر نے سموم کے
پژمردہ ہو کے رہ گئے، غنچے نجوم کے

حل لغت: گلشن: باغ، فلک: آسمان، رواں: رخصت، چن لے: اکٹھے کر لے۔ گلِ مہتاب: چاند۔ ثمر: پھل۔ کہکشاں: آسمان پر شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی روشنی۔ طور: طریقے۔ سموم: گرم ہوا۔ پژمردہ: مرجھایا ہوا۔ غنچے: کلیاں۔ نجوم: ستارے

تشریح: انیس کہتے ہیں کہ جب صبح ہو گئی۔ آسمان سے ستارے یوں رخصت ہو گئے۔ جس طرح کوئی باغبان، چمن سے پھولوں کو چن لے۔ صبح کے وقت ہر پھول پر بہار ہے مگر چاند ایک ایسا پھول ہے کہ وہ مرجھا گیا ہے۔ اس پر خزاں آ گئی ہے۔ کہکشاں کے سبھی ستارے ماند پڑ گئے ہیں۔ صبح کی ہوا لُو کا روپ دھار کر ستاروں کی کلیوں کو پژمردہ بنا گئی ہے۔ انیس نے رات کے وقت، آسمان پر چمکنے والے چاند اور دمکنے والے ستاروں کو باغ کے پھولوں اور کلیوں سے تشبیہ دی ہے۔ چونکہ صبح ہوتے ہی زمین پر واقع باغوں میں کلیاں چٹکتیں اور پھول مسکراتے ہیں۔ وہی ہوا جو یہاں پھولوں کو شگفتگی عطا کرتی ہے وہ آسمان کی کلیوں اور پھولوں کے لئے خزاں کا پیغام بن گئی ہے۔ یعنی چاند اور ستارے ماند پڑ گئے ہیں۔

مطابقت کا شعر:

کیا سماں ہے جس طرح آہستہ آہستہ کوئی
کھینچتا ہو میان کی ظلمت سے تیغِ آبدار

بند نمبر۳:

چھپنا وہ ماہتاب کا، وہ صبح کا ظہور
یادِ خدا میں زمزمہ پردازی طیور
وہ رونق اور وہ سرد ہوا، وہ فضا، وہ نور۔
خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور

انسان زمین پہ محو، ملک آسمان پر
جاری تھا ذکر قدرت حق ہر زباں پر

حل لغت: ماہتاب: چاند۔ ظہور: ظاہر ہونا۔ زمزمہ پردازی: گیت گانا۔ فضا: ہوا۔ خنکی: ٹھنڈک۔ چشم: آنکھ۔ قلب: دل۔ محو: مشغول۔ ملک: فرشتے، ذکر حق: اللہ کی حمد۔

تشریح: شاعر انیس کہتے ہیں کہ چاند مکمل طور پر چھپ گیا ہے۔ صبح کا نور پھیل گیا ہے۔ پرندے اللہ تعالیٰ کی یاد میں چہچہا رہے ہیں۔ رات کے وقت خاموشی اور سناٹا تھا۔ صبح کے وقت ہر طرف رونق ہے۔ سرد ہوا چل رہی ہے۔ فضا نورانی ہے اور ہوا میں ایسی ٹھنڈک ہے کہ اس سے دل اور نگاہ کو سرور مل رہا ہے۔ یہ وقت عبادت کا ہے۔ اس دنیا میں انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہے۔ آسمان پر فرشتے اللہ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ اور کوئی زبان ایسی نہیں جو اللہ کی قدرتوں کا ذکر نہ کر رہی ہو۔ اور اللہ کی تعریف اور اللہ کے شکر کے ترانے نہ الاپ رہی ہو۔ بقول شاعر:

ٹھنڈی ہوا، وہ باغ کی، وہ صبح کا ظہور
تھے محو یاد حق میں درختوں پہ سب طیور

بند نمبر ۴:

وہ سرخی وہ شفق کی ادھر چرخ پر بہار
وہ بار ور درخت، وہ صحرا وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلوں پہ گہرہائے آبدار
پھولوں سے سب بھرا ہوا دامانِ کہسار
نافے کھلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے
آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

حل لغت: شفق: سورج ڈوبنے کے بعد نظر آنے والی سرخی۔ چرخ: آسمان۔ بار ور: پھل دار
شبنم: اوس۔ گہرہائے ابدار: چمک دار موتی۔ دامانِ کوہسار: پہاڑ کا دامن
شمیم: صبح کی خوشبودار ہوا۔ نافہ: ایک قسم کی خوشبو۔ نسیم: صبح کی ہوا۔

تشریح: میر انیس کہتے ہیں کہ سورج ابھی طلوع نہیں ہوا ہے۔ آسمان پر شفق پھیلی ہوئی ہے۔ شفق کی اس سرخی نے آسمان کو بہار کی رنگینی دے رکھی ہے۔ درختوں پر پھل نظر آ رہے ہیں۔ پھولوں پر شبنم یوں لگتی ہے جیسے موتی چمک رہے ہوں اور پہاڑوں کا دامن

پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ پھولوں کی خوشبو سے دنیا مہک رہی ہے۔ یوں لگ رہا ہے۔ جیسے نافے کی بند تھیلیاں کھل گئی ہیں۔ بند کلیاں کھل کر پھول بن رہی ہے۔ اور گرد و پیش خوشبو میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور صبح کی ہوا کے سرد جھونکے دل و دماغ کو ٹھنڈک عطا کر رہے ہیں۔

مطابقت:

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

بند نمبر ۵:

تھی دشت کربلا کی زمین، رشک آسماں
تھا دور دور تک شب مہتاب کا سماں
چھٹکے ہوئے ستاروں کا ذروں پہ تھا گماں
نہر فرات بیچ میں تھی مثل کہکشاں
سرسبز جو درخت تھا وہ نخل طور تھا
صحرا کے ہر نہال کا سایہ بھی نور تھا

حل لغت: دشت: صحرا۔ رشکِ آسماں: جس پر آسمان فخر کرے۔ شب مہتاب: رات کا چاند
سماں: منظر۔ چھٹکے: نئے نمودار ہونے والا۔ نخل طور: کوہ طور کا وہ درخت جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا جلوہ موسیٰ کو دکھایا تھا۔ نہال: درخت۔

تشریح: شاعر انیس کہتے ہیں کہ کربلا کے میدان میں صبح کا سماں ایک عجیب انداز لئے ہوئے ہے۔ کربلا کی زمین پر آسمان رشک کر رہا تھا۔ کہ اس جنگ میں خاندان رسالت کا چاند ہے کہ چمک رہا ہے۔ ستارے ہیں کہ جگمگا رہے ہیں۔ گرد و پیش روشن ہے۔ اس میدان کے ذروں پر بھی ستاروں کا گمان گزرتا ہے اور نہر فرات یوں لگتی ہے جیسے کہکشاں ہو۔ کربلا کے میدان کے درخت نخل طور سے کم نہیں اور اس صحرا کے ہر درخت کا سایہ پر نور ہے۔ یعنی چاروں طرف اللہ تعالیٰ کے انوار برس رہے ہیں۔ زمین اتنی حسین ہے کہ آسمان کو اس پر اشک آتا ہے۔

مطابقت کا شعر:

ہر نخل پر ضیائے سر کوہ طور تھی
گویا فلک سے بارش باران نور تھی

☆☆☆☆☆

awaziqlab.com

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: اس نظم کے پہلے چار بندوں کی ردیف اور قوافی کی نشاندہی کریں۔

جواب: **پہلے بند کے قوافی:**

کاروان، نشان، اختران، اذان، تار اور انوار ہیں۔ اور ''ہو گیا'' ردیف ہے۔

دوسرے بند کے قوافی:

رواں، باغباں، خزاں، کہکشاں، سموم اور نجوم ہیں۔ جبکہ ردیف ''کے'' ہے۔

تیسرے بند کے قوافی:

ظہور، طیور، نور، سرور، آسمان اور زبان ہیں۔ جبکہ ''پر'' ردیف ہے۔

چوتھے بند کے قوافی:

بہار، ذار، ابدار، کوہسار، شمیم اور نسیم ہیں۔ جبکہ ردیف ''کے'' ہیں۔

سوال نمبر۲: مندرجہ ذیل تراکیب کا مفہوم واضح کریں۔

صدائے اذان، روئے شب تار، دامانِ کوہسار، بادِ سحر، گلشنِ فلک، ثمر و شاخ کہکشاں، زمزمہ پردازی طیور، ذکر قدرت حق، گہرہائے ابدار۔

جواب:

تراکیب	مفہوم
صدائے آذان صبح	صبح کے وقت دی جانے والی اذان کی آواز۔
روئے شب تار	تاریک رات کا چہرہ یعنی رات کا اندھیرا۔
ثمر و شاخ کہکشاں	کہکشاں کی شاخیں اور اور پھل یعنی کہکشاں کے ستارے۔
زمزمہ پردازی طیور	پرندوں کے چہچہانے کو گیت گانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی پرندے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں مصروف ہیں۔
ذکر قدرت حق	اللہ کی قدرتوں، نعمتوں اور رحمتوں کا ذکر۔

گہرہائے ابدار	چمکتے ہوئے موتی مراد شبنم کے قطرے جو پھولوں پر سورج کی اولین کرنوں کی وجہ سے چمک رہے ہیں۔
دامانِ کوہسار	پہاڑوں کے دامن کی ہموار سطح۔
گلشنِ فلک	آسمان کا چمن یعنی چاند اور ستارے۔
بادِ سحر	صبح کی ٹھنڈی اور تازہ ہوا۔

سوال نمبر۳: گل مہتاب پر خزاں کے آنے کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: گل مہتاب پر خزاں کے آنے کا مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت زمین کے پھولوں پر بہار ہے اور آسمان کے پھول یعنی چاند پر خزان چھا گئی ہے۔ یعنی چاند کی چاندنی پھیکی پڑ گئی ہے۔

سوال نمبر۴: ''نمودِ صبح'' کے آخری بند میں چند تشبیہات کا استعمال ہوا ہے۔ ان کی نشاندہی کرتے ہوئے ارکانِ تشبیہ کی وضاحت کریں۔

جواب: نمودِ صبح کے تیسرے بند میں تشبیہات نہیں ہیں جبکہ آخری بند میں کربلا کے چمکتے ذروں کو ستاروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کربلا کی سرزمین پر بہتے ہوئے نہر فرات کو آسمان کے کہکشاں سے تشبیہ دی گئی ہے اور کربلا کے ہر سرسبز درخت کو نخل طور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ارکان تشبیہ کی مندرجہ ذیل مثال سے وضاحت ہوتی ہے۔ کربلا کے چمکتے ذرے آسمان کے ستاروں کی طرح نظر آ رہے ہیں۔

اس جملے میں ذرے (مشبہ) ستارے (مشبہ بہ) کی طرح (حرف تشبیہ) اور چمکنا (وجہ تشبیہ) ہے۔ جبکہ زروں کی چمک دمک کو اُجاگر کرنا غرض تشبیہ ہے۔

سوال نمبر۵: نمودِ صبح کے آخری بند میں ''نخل طور'' تلمیح آئی ہے۔ تلمیح کی تعریف کریں اور کوئی سی تین مثالیں دیں۔

جواب: اس لفظ یا ترکیب کو تلمیح کہتے ہیں جس کے ساتھ کوئی واقعہ یا کہانی وابستہ ہو۔ اور جسے سن کر کوئی خاص واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً ''تحفظ'' کو بکن، میں شیرین اور فرہاد کی داستان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ لفظ ''مجنون'' سن کر لیلیٰ اور مجنوں کی کہانی کی طرف ذہن جاتا ہے۔ جبکہ ''حسنِ یوسف'' میں حضرت یوسفؑ اور زلیخا کی کہانی پوشیدہ ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

سوال نمبر۶: ''نمودِ صبح'' میں صبح کے سماں کی جو منظر کشی کی گئی ہیں اسے اپنے الفاظ میں بیان کریں؟

جواب: صبح کا قافلہ جب رات کی منزل طے کر چکا تو اُفق پر صبح کے نشان ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ رات بھر چمکنے والے تاروں کی

awazeinqlab.com

روشنی ماند پڑ گئی۔ چاند چھپ گیا سورج سورج طلوع ہوا اور ہر طرف روشنی کی کرنیں پھیل گئیں۔ باغوں میں پھول مسکرانے لگے۔ ہوا نے ہر طرف روشنی کی کرنیں پھیل گئیں۔ باغوں میں پھول مسکرانے لگے۔ ہوا نے ہر طرف اپنی خوشبو پھیلا دی اور اس پیارے ماحول میں صبح کے پرندوں نے اپنی میٹھی میٹھی زبان میں گانا شروع کر دیا۔ آسمان پر شفق کی روشنی نے رونق بخش دی سبزہ زاروں پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح چمکنے لگے۔ صبح کی ہوا نے زندگی کا پیغام دیا۔ پھولوں سے لدے ہوئے درخت رونق بخشنے لگے اور پہاڑ کا دامن پھولوں سے بھر گیا۔ ہر طرف پھولوں کی خوشبوں اور ہوا کے ٹھنڈے جھونکے لطف دینے لگے اور کربلا کی زمین اتنی خوب صورت نظر آنے لگی کہ اس پر آسمان کو بھی رشک آنے لگا۔ وہاں کے ہر سبز درخت پر کوہ طور کے درخت کا گمان ہوتا تھا اور اس کا سایا بھی نور سے بھرا ہوا تھا۔

سوال نمبر۷: اس نظم میں صبح کا منظر بیان کیا گیا ہے۔ آپ شام کے منظر پر ایک اقتباس لکھیں۔

جواب: سورج غروب ہوتے ہی شام کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ آسمان کے کناروں پر سرخ روشنی بہت خوبصورت لگتی ہے۔ پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف محو پرواز ہیں کھیل کا میدان کھلاڑیوں سے خالی ہو رہا ہے۔ کسان اپنے مویشیوں کے ساتھ گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔ لوگوں نے اپنے اپنے کام بند کر کے گھروں کا رخ کر لیا ہے۔ نان بائی کے تنور پر روٹیاں خریدنے کے لیے لوگوں کا ہجوم ہے۔ لائٹس جلنا شروع ہو گئے ہیں۔ گھروں اور دکانوں کے در و دروازے بند ہونے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں۔

سوال نمبر۸: اس میں سے استعارے کی کوئی مثال تلاش کر کے لکھیں؟

جواب: شبنم کے وہ گلوں پہ گہرہائے آبدار درج بالا مصرعے میں پھولوں پر پڑے ہوئے شبنم کے قطروں کو چمکدار موتی کہا گیا ہے گویا گہرہائے ابدار شبنم کے لئے بطور استعارہ آیا ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۱۵

﴿نظم: کسان﴾

جوش ملیح آبادی

﴿خلاصہ﴾

اس نظم میں جوش ملیح آبادی ''کسان'' کی عظمت کے بارے میں کہتے ہیں کہ کسان باغوں کا محافظ، رنگ و بو کا خالق اور سرسبز کھیتوں کا بادشاہ ہے۔ وہ فطرت کے رازوں سے واقف ہے۔ فطرت کے حسن اور جلوؤں کا گواہ ہے۔ چاند کا دل اور سورج کی آنکھوں کا نور ہے۔ سخت لوہا بھی اس کے پیروں کی ٹوکروں سے نرم ہو جاتا ہے۔ اور وہ تیز دھوپ اور جھلستی ہوئی لُو میں بھی کام کرتا ہے۔ کھیتوں کے ایک ایک تنکے میں اس کا لہو دوڑتا ہے۔ امیروں کے یہ عیش و عشرت اور بادشاہوں کی شان و شوکت سب کے سب کسان کی محنت کی بدولت قائم ہے۔ کسان کا چہرہ دھوپ میں مسلسل کام کرنے کی وجہ سے جھلس جاتا ہے۔ اور اس پر مشقت کے نشانات واضح طور پر موجود ہوتے ہیں۔ شام کو وہ کھیتوں سے فارغ ہو کر گھر کی طرف جاتا ہے۔ اس کے سر پر ٹوکرا، بغل میں پھاوڑا اور چہرے پر شکن لئے بیلوں کی جوڑی اس کے آگے اور کندھے پر مضبوط ہل کے ساتھ وہ گھر کی جانب جا رہا ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

نظم ''کسان'' میں جوش ملیح آبادی نے کسان کی اہمیت و حیثیت اور اس کے مقام و مرتبے کو اُجاگر کیا ہے کیونکہ کسان ہی وہ ہستی ہے جس کی بدولت ہماری معاشی ضروریات پوری ہو رہی ہے۔ وہ گرمی اور سردی کی پروا کئے بغیر محنت و مشقت میں لگا رہتا ہے اگر اسے اپنے کام سے عشق نہ ہوتا تو آج ہم سب دانے دانے کو محتاج ہوتے۔

☆☆☆☆☆

شعر نمبر۱:

ناظر گل، پاسبان رنگ و بو، گلشن پناہ
نازپرور، لہلہاتی کھیتوں کا بادشاہ

awazeinqilab.com

حوالہ جات:۔

شاعر کا نام	جوش ملیح آبادی
نظم کا نام	کسان
ماخوذ از	شعلہ و شبنم

فرہنگ: ناظر گل: پھولوں کی دیکھ بھال کرنے والا۔ پاسبان رنگ و بو: فصلوں اور باغ کے پھولوں کی خوشبو کا محافظ۔ گلشن پناہ: باغ کا محافظ۔ ناز پرور: ناز کا پلا ہوا۔

تشریح: جوش ملیح آبادی کسان کی عظمت اور بڑائی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسان ہی کی بدولت اس دنیا کی خوبصورتی اور رعنائیاں قائم ہیں۔ دنیا میں جتنے رنگ اور خوشبوئیں ہیں، لہلہاتی فصلیں ہیں، ان کا محافظ اور بادشاہ کسان ہے۔ وہ بڑے ناز سے اپنے فصلوں اور باغوں کو پالتا ہے اور بجا طور پر کہہ سکتا ہے کہ پھول توڑو گے تو میرے خون کی بو آئے گی۔

حاصل شعر: مناظر فطرت کی پاسبانی کسان کے ہاتھ ہے

شعر نمبر۲:

وارث اسرار فطرت، فاتح امید و بیم
محرم اسرار باراں، واقف طبع نسیم

فرہنگ: وارث اسرار فطرت: فطرت کے راز جاننے والا۔ امید و بیم: امید اور خوف۔ محرم اسرار باراں: بارش کے رازوں سے واقفیت رکھنے والا۔ صبح: مزاج۔ نسیم: صبح کی ہوا۔ واقف: جاننے والا، اشنا۔

تشریح: جوش ملیح آبادی کہتے ہیں کہ کسان فطرت کے رازوں کا وارث ہے۔ یعنی اسے علم ہوتا ہے۔ کہ کونسا موسم کون سے فصل کے لیے موزوں ہے۔ کسان امید اور خوف دونوں حالتوں میں مطمئن رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی ذات پر پکا یقین رکھتا ہے۔ وہ اس راز سے بھی واقف ہوتا ہے۔ کہ بارش کے ہونے یا نہ ہونے سے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ وہ صبح کی ہوا کی طبیعت سے بھی واقف ہے۔ اور اسے پتہ ہے کہ صبح کی ہوا فصلوں اور پودوں کی پرورش میں کیا کردار ادا کرتی ہے۔

حاصل شعر: وارث اسرار فطرت محرم باراں بھی ہے
واقف لاتسیم اور محرم طوفاں بھی ہے

شعر نمبر۳:

جلوہ قدرت کا شاہد، حسن فطرت کا گواہ
ماہ کا دل، مہر عالم تاب کا نور نگاہ

فرہنگ: جلوہ قدرت کا شاہد: قدرت کے جلوے دیکھنے والا۔ حسن فطرت کا گواہ: فطرت کے حسن کا شاہد۔ ماہ: چاند۔ مہر: سورج۔ عالم تاب: جہاں کو روشن کرنے والا۔

تشریح: شاعر کسان کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ کسان چونکہ کھیتوں میں کام کرتے ہیں۔ اس لئے صبح سویرے اٹھتے ہیں اور صبح کے وقت فطرت اپنے تمام تر حسن کے ساتھ بے نقاب ہوتی ہے۔ اس لئے وہ قدرت کے جلوؤں اور فطرت کے حسن کا سچا گواہ ہے۔ اور اس کی نگاہیں ہر وقت فطرت کے حسن و جمال کو دیکھتی ہے۔ کسان چونکہ دن رات کام کرتا ہے۔ اس لئے اس کا تعلق چاند اور سورج دونوں سے ہے۔ وہ رات کو محنت میں مصروف رہنے کی وجہ سے چاند کا دل بن گیا ہے۔ اور دن کے وقت تیز دھوپ میں مشقت کی سختیاں جھیلنے پر سورج کی آنکھ کا نور بن گیا ہے۔

حاصل شعر: کسان اپنی محنت کی بدولت فطرت کا ہمنوا بن جاتا ہے

شعر نمبر۴:

قلب آہن جس کے نقش پا سے ہوتے ہیں رقیق
شعلہ خو، جھونکوں کا ہمدم، تیز کرنوں کا رفیق

فرہنگ: قلب آہن: لوہے کا دل رکھنے والا، سخت مزاج والا۔ رقیق: نرم۔ شعلہ خو: آگ جیسی عادات رکھنے والا۔ ہمدم: ساتھی، دوست۔ رفیق: دوست۔

تشریح: جوش ملیح آبادی کہتے ہیں کہ کسان وہ عظیم انسان ہے۔ جس کے نقش قدم سے لوہے کی طرح سخت دل نرم اور موم بن جاتے ہیں۔ اور ان میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کسان سورج کی گرمی اور تیز شعاعوں سے نہیں ڈرتا بلکہ وہ ان کا دوست ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تیز کرنوں کی رفاقت میں وہ اپنی محنت و مشقت کا عمل دن بھر جاری رکھتا ہے۔ اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔

شعر نمبر۵:

لہر کھاتا ہے رگ خاشاک میں جس کا لہو
جس کے دل کی آنچ بن جاتی ہے سیل رنگ و بو

فرہنگ: رگ و خاشاک: گھاس پھونس کی رگیں۔ دل کی آنچ: پُرخلوص محبت۔ سیل: طوفان، سیلاب۔

تشریح: شاعر جوش ملیح آبادی کہتے ہیں کہ یہ جو چاروں طرف ہمیں گھاس پھونس اور حسن خاشاک نظر آتا ہے اس کی رگوں یعنی

awazdigilab.com

نس نس میں کسان کا خون دوڑ رہا ہے۔ اور کسان ہی کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہے۔ اور ہم چاروں طرف دنیا میں جس سرسبزو شاداب، حسن و خوبصورتی اور رنگوں کے سیلاب کو دیکھ رہے ہیں یہ کسان کی گرمی یعنی جوش و جذبے کا نظارہ ہے۔ اور کسان کی پُر خلوص اور انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔ اس کا ظہور خود بخود نہیں بلکہ اس میں کسان کی محنت کو بڑا عمل دخل ہے۔

مطابقت کا شعر:

اشک خونیں سے ہے مزدور کے رنگین فضا
یہ گلابی بھی انہی آنکھ نے چھلکائی ہے

شعر نمبر ۶: دوڑتی ہے رات کو جس کی نظر افلاک پر
دن کو جس کی انگلیاں رہتی ہیں نبض خاک پر

فرہنگ: افلاک: آسمان۔ خاک: مٹی۔

تشریح: جوش ملیح آبادی کہتے ہیں کہ کسان مسلسل محنت و مشقت کا علم بردار سارا دن کھیتوں میں مصروف عمل رہتا ہے۔ وہ اللہ کے بھروسے پر اپنی زمین میں بیج بوتا ہے اور رات کے وقت اس کی نظر آسمان کی طرف ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی محنت کے ضائع نہ ہونے کی دعائیں کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی فصل کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھنے اور بخیر و خوبی اس کے سنبھالنے کی دعائیں کرتا ہے۔ جب کہ دن کو اس کی انگلیاں خاک میں آلودہ رہتی ہیں۔ یعنی کھیتوں میں کام کر رہا ہوتا ہے۔

حاصل شعر: کسان کو اپنی کھیت اور فصل کی حد درجہ فکر ہوتی ہے۔

شعر نمبر ۷: سرنگوں رہتی ہیں جس سے قوتیں تخریب کی
جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی

فرہنگ: سرنگوں: سر نیچا کر لینا، سرکشی نہ کرنا۔ تخریب: خرابی، بگاڑ۔ بوتے: بل، قوت۔

تشریح: شاعر کسان کی عظمت اور بلند حوصلے کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسان کا کام تخریبی قوتوں کو روکنا اور تعمیری قوتوں کو پھیلانا ہے۔ وہ دن رات دینا کی تعمیر میں مصروف رہتا ہے اور تخریبی قوتوں کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیتا۔ یہ کسان کی طاقت اور قوت جس کے بل پر آج تہذیب و تمدن ناز اور فخر کر رہی ہے۔

مطابقت کا شعر:

اس تمدن نے کھلائے ہیں گلستاں کیا کیا
خون مفلس سے یہ ساری چمن آرائی ہے

شعر نمبر ۸: جس کی محنت سے پھلکتا ہے تن آسانی کا باغ
جس کی ظلمت کی ہتھیلی پر تمدن کا چراغ

فرہنگ: پھلکنا: موٹا تازہ ہونا، نشو و نما پانا۔ تن آسانی: مستی، آرام طلبی۔ ظلمت: اندھیرا۔ تمدن: رسم و رواج۔

تشریح: جوش ملیح آبادی اس شعر میں کہتے ہیں کہ دن رات کھیتوں میں محنت و مشقت کرتا ہے اور اسکی محنت کی وجہ سے تن آسان اور عیش و عشرت میں مبتلا لوگ مزے کرتے ہیں۔ یعنی کسان کی محنت و مشقت کی وجہ سے بے کار لوگوں کا باغ معطر ہے۔ مطلب یہ کہ خان، جاگیردار اور وڈیرے جو اپنے محلوں میں بے کار بیٹھے عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ کسان کی محنت کی وجہ سے ہے۔ یہ کسان ہی ہے جو خود تاریکیوں میں رہتا ہے لیکن دنیا کی رنگینوں، رسم و رواج اور تمدن کا چراغ اسی کے دم قدم سے روشن ہے۔

حاصل شعر:

دکھ سہے بی فاختہ
اور کوّے انڈے کھائیں

شعر نمبر ۹: دھوپ کے جھلسے ہوئے رُخ پر مشقت کے نشاں
کھیت سے پھیرے ہوئے منہ گھر کی جانب ہے رواں

فرہنگ: دھوپ: گرمی، سورج۔ رُخ: چہرہ۔ جانب: طرف۔

تشریح: جوش ملیح آبادی اس شعر میں کہتے ہیں کہ کسان کی زندگی محنت و مشقت سے بھرپور ہوتی ہے۔ وہ موسموں کی شدتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ دھوپ میں سارا دن کام کرتے کرتے گرمی سے اس کا چہرہ جھلس کر کالا نظر آتا ہے۔ اور اس پر محنت و مشقت کے نشانات صاف نظر آتے ہیں۔ سارا دن کھیتوں میں کام کرتے کرتے جب شام کو وہ اپنے گھر کی طرف جا رہا ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر یہی مشقت کے نشانات نظر آتے ہیں۔

awazeinqilab.com

مطابقت کا شعر:

مجھ کو تھکنے نہیں دیتا ہے ضرورت کا پہاڑ
میرے بچے مجھے بوڑھا نہیں ہونے دیتے

شعر نمبر ۱۰:

ٹوکرا سر پر، بغل میں پھاوڑا، تیوری پر بل
سامنے بیلوں کی جوڑی، دوش پر مضبوط ہل

فرہنگ: پھاوڑا: بیلچہ، کدال۔ تیوری: ماتھا، پیشانی۔ بل: شکن۔ دوش: کندھا۔

تشریح: جوش ملیح آبادی اس شعر میں کسان کی محنت و مشقت سے بھرپور اور مصروف زندگی سے فراغت کا منظر اس طرح پیش کرتا ہے۔ کہ کسان جب واپس گھر جا رہا ہوتا ہے تو اس کے سر پر ٹوکرا ہوتا ہے۔ بغل میں کدال یا بیلچہ ہوتا ہے۔ اور اس کے ماتھے پر تھکاوٹ کے شکن اس کی بھرپور محنت و مشقت کی گواہی دیتے ہیں۔ اس کے سامنے بیلوں کی جوڑی ہوتی ہے۔ اور کندھے پر مضبوط ہل ہوتا ہے۔ بقول دانش۔

پھاوڑا کندھے پر رکھ کے آ رہا ہے اک کسان
رنگ جس کے خون سے لیتے ہیں گلزاروں کے پھول

☆☆☆☆☆

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل تراکیب کا مطلب واضح کریں۔

پاسبانِ رنگ و بو، محرمِ اسرارِ باراں، مہرِ عالم تاب، فاتحِ امید و بیم، سیلِ رنگ و بو، تمدن کا چراغ، وارثِ اسرارِ فطرت۔

جواب:

الفاظ و تراکیب	مطلب
پاسبانِ رنگ و بو	فصلوں اور باغ کے پھولوں اور خوشبوؤں کا محافظ۔ مطلب کسان۔
محرمِ اسرارِ باراں	بارش کے رازوں سے واقف یعنی اسے پتہ ہوتا ہے کہ کس کس موسم میں بارش برستی ہے۔
مہرِ عالم تاب	دنیا کو روشن کر دینے والا سورج مراد کسان۔

فاتحِ امید و بیم	امید اور خوف دونوں پر ایمان رکھنے والا یعنی کسان۔
سیلِ رنگ و بو	خوبصورت رنگوں اور خوشبوؤں کا سیلاب۔
تمدن کا چراغ	قوموں کے تمدن کا چراغ روشن کرنے وال یعنی کسان۔
وارثِ اسرارِ فطرت	خدا کے رازوں کا وارث یعنی کسان۔

سوال نمبر ۲۔ "جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی" اس مصرعے کی وضاحت کریں۔

جواب نمبر مصرعے کی وضاحت:۔ کسان کی عظمت سے کوئی بھی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا۔ کسان وہ شخص ہے جس کی وجہ سے ملک معاشی لحاظ سے خود کفیل ہوتا ہے۔ کسان ہمارا تہذیبی اور ثقافتی ورثہ ہے اس کے بل بوتے پر تہذیبیں چڑھتی ہیں اور ثقافتی ورثہ محفوظ رہتا ہے۔

سوال نمبر ۳: اس نظم کے ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں ہم قافیہ الفاظ موجود ہے۔ جیسے پہلے شعر کے ہم قافیہ الفاظ یہ ہیں۔ ''پناہ، بادشاہ'' آپ اس نظم سے ہم قافیہ الفاظ کے پانچ جوڑے چن کر کاپی میں لکھیں۔

جواب: ہم قافیہ الفاظ کے پانچ جوڑے یہ ہیں۔

۱۔ افلاک اور خاک
۲۔ تخریب اور تہذیب
۳۔ باغ اور چراغ
۴۔ گواہ اور نگاہ
۵۔ بل اور ہل

سوال نمبر ۴: مصرعے مکمل کریں۔

ا۔ لہر کھاتا ہے رگ ــــــــــ میں جس کا لہو۔
ب۔ سرنگوں رہتی ہیں جس سے ــــــــــ تخریب کی۔
ج۔ جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر ــــــــــ کی
د۔ ــــــــــ کے جھلسے ہوئے رخ پر مشقت کے نشاں۔

awazeinqilab.com

جواب:۔

ا۔لہر کھاتا ہے رگ خشاک میں جس کا لہو۔

ب۔سرنگوں رہتی ہیں جس سے قومیں تخریب کی۔

ج۔جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی

د۔دھوپ کے جھلسے ہوئے رخ پر مشقت کے نشاں۔

سوال نمبر۵: نظم کسان کا خلاصہ لکھیں۔

جواب: خلاصہ نظم کے شروع میں ملاحظہ کریں۔

سوال نمبر۶: مندرجہ ذیل قواعد کی رو سے کس قسم کے مرکبات ہیں؟

رنگ و بو، قدرت کا کرشمہ، تیز کرنوں، نبض خاک۔

جواب:

مرکب عطفی	مرکب اضافی	مرکب توصیفی	مرکب اضافی
رنگ و بو	قدرت کا کرشمہ	تیز کرنوں	نبضِ خاک

سوال نمبر۷: نظم میں ایسے شعر معلوم کر کے لکھیں جس میں صنعت تضاد کا استعمال ہوا ہو۔

جواب: کلام میں دو یا دو سے زائد ایسے الفاظ لانا جن کے معنی ایک دوسرے سے متصادم یا متضاد ہوں۔ تو اسے صنعت تضاد کہتے ہیں۔

دوڑتی ہے رات کو جس کی نظر افلاک پر
دن کو جس کی انگلیاں رہتی ہیں نبضِ خاک پر

اس شعر میں رات اور دن، افلاک اور خاک صنعت تضاد ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۱۶

﴿نظم: اے دیس کی ہواؤ﴾

جمیل الدین عالی

﴿خلاصہ﴾

اس نظم میں جمیل الدین عالی مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے وطن کی ہواؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے میرے دیس کی ہواؤں سرحد کے پار جا کر مجاہدین سے ملو۔ جو مجاہدین اپنی زندگی وطن پر قربان کر رہے ہیں۔ ان کی اس قربانی کی گواہی آئندہ نسلیں ضرور دیں گی۔ کہ انہوں نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ وفادار اور جان نثار لوگ ہیں۔ اے میرے دیس کی ہواؤں ان کو میری بات ساری باتیں اور پیار پہنچاؤ۔

ان سے کہو کہ آپ ہمارے اور ہم تمہارے منتظر ہیں۔ اگر اللہ نے چاہا تو ایک دن ہم ضرور آملیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو لوگ قربانی دینا جانتے ہیں وہ ضرور آزادی کی منزل حاصل کر لیتے ہیں۔ ہم سب محمدؐ کی امت ہیں۔ تم صبر و تحمل اور ہم آزمائش و امتحان کے مرحلوں سے گزر رہے ہیں۔ اب تک ظلم و ستم کو برداشت کیا ہے۔ لیکن اب بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ اب آزادی آپ کا مقدر ہوگی۔ عالی اپنے یہ چند اشعار آپ جیسے مجاہدین کی خدمت میں نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ اے دیس کی ہواؤں سے کہہ دو جو کچھ آپ کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت میں فرض ہے یعنی فرض جہاد ہے اور باقی تمام جھوٹے قصے کہانیاں ہیں۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

اس ملی نغمے میں شاعر نے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے قربانیوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں بے انتہا خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اس لیے شاعر دیس کی ہواؤں سے کہہ رہا ہے کہ وہ سرحد کے پار جائیں اور ان محترم اور جانباز مجاہدین کو چھونے کی سعادت حاصل کریں تا کہ ان کی لمس سے وہ بھی اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکیں۔

☆☆☆☆☆

بند نمبر ۱:

اے دیس کی ہواؤ
سرحد کے پار جاؤ
اور ان کو چھو کے آؤ

awazeinqlab.com

نظم کا نام	اے دیس کی ہواؤں
شاعر کا نام	جمیل الدین عالی
ماخوز از	جیوے جیوے پاکستان

فرہنگ: دیس: وطن۔ چھونا: ہاتھ لگانا، مس کرنا۔

تشریح: اس نظم میں جمیل الدین عالی مقبوضہ کشمیر میں آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدین کو داد و تحسین اور خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے دیس کی ہواؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے میرے وطن کی ہواؤ! سرحد کے اس پار مقبوضہ کشمیر میں ہمارے مجاہد بھائی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ان کے پاس جا کر ان کے مقدس بدن کو چھو کر واپس یہاں پاکستان کی طرف آؤ۔

حاصل شعر: ایک مسلمان تکلیف میں ہو تو دوسرا مسلمان اس کا شدت سے احساس رکھتا ہے۔

بند نمبر ۲:

جن کے بدن کی گرمی
سانسوں میں بس گئی ہے
جن کے سخن کی گرمی
کانوں میں رس گئی ہے

فرہنگ: سخن: بات چیت، شاعری۔ رس: مزہ، لطف۔

تشریح: جمیل الدین عالی کہتے ہیں کہ مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین کے بدن کی گرمی اور حدت ہمارے سانسوں میں رچ گئی ہے۔ ان کی حقیقت سے بھرپور گفتگو کی نرمی کا لطف اور مزہ ہمارے کانوں میں رس گھول رہی ہے۔ جیسے بقول علامہ اقبال۔

نرم دل گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل پاک باز

بند نمبر ۳:

جو زندگی وطن پر
قربان کر رہے ہیں
نسلیں گواہی دیں گی
احسان کر رہے ہیں

فرہنگ: احسان: نیکی۔ نسلیں: اولاد۔

تشریح: جمیل الدین عالی اس بند میں مجاہدین کشمیر کے حوالے سے کہتے ہیں۔ کہ جو مجاہدین وطن پر جانیں قربان کر رہے ہیں۔ تو آنے والی نسلیں ان کی اس عظیم قربانی کو ہمیشہ یاد رکھیں گی۔ اور اس بات کی گواہی دیں گی۔ کہ ان مجاہدین نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

حاصل شعر: آزادی پر قربان ہونے والوں کا احسان آئندہ نسلوں پر تا قیامت رہے گا۔

بند نمبر ۴:

وہ بے ریا مجاہد
پابند ہیں وفا کے
بھٹکا جو یہ سفینہ
ہیں جرم ناخدا کے

فرہنگ: بے ریا: بے لوث، جس میں دکھاوا نہ ہو۔ بھٹکا: گمراہ ہونا۔ سفینہ: کشتی۔ ناخدا: ملاح، یہاں مراد رہنما۔

تشریح: جمیل الدین عالی کشمیری مجاہدین کو دادِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کشمیری مجاہدین کی قربانیاں کسی انعام کے لالچ میں نہیں ہیں۔ اور نہ وہ دکھاوے اور شہرت کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ وہ اپنے وطن کے وفادار ہیں اور اس عہد کی پابندی کر رہے ہیں جو انہوں نے وطن سے کیا ہے۔ آج اگر مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمان ہم سے جدا ہیں۔ تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ یہ قصور اور جرم ہمارے ایک ناعاقبت اندیش لیڈر نے کیا تھا۔

حاصل شعر: سپاہی قربانی دے کر آزادی حاصل کر لیتے ہیں لیکن ہمارے ناعاقبت اندیش رہنما اس آزادی کو بھی بیچ کھاتے ہیں۔

بند نمبر ۵:

ہاں ان کو پیار کہنا
اور بار بار کہنا
باتیں ہزار سننا
باتیں ہزار کہنا

تشریح: شاعر جمیل الدین عالی کشمیر کی طرف چلنے والی ہواؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے میرے وطن کی ہواؤں! جب تم سرحد کے پار مجاہدین کے پاس جاؤ تو ان کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پیار کرو۔ کیونکہ وہ زیادہ پیار کے مستحق ہیں۔ ان کی ہزاروں باتیں غور سے سننا اور خود بھی ان سے مزے مزے کی ہزاروں باتیں کرنا۔

awazemiqilab.com

بند نمبر ۶: کہنا کہ تم ہمارے
ہم منتظر تمہارے
اک روز آملو گے
اللہ کے سہارے

فرہنگ: منتظر: انتظار کرنے والا۔ سہارا: امید، آسرا۔

تشریح: شاعر جمیل الدین عالی وطن کی ہواؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے میرے وطن کی ہواؤں! مجاہدین کو ہمارا یہ پیغام پہنچاؤ کہ جس طرح تم ہمارا انتظار کر رہے ہو۔ اسی طرح ہم بھی تمہارے منتظر ہیں۔ اور آپ سب کو دوبارہ زندہ و سلامت دیکھنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ بہت جلد ان شاء اللہ! اللہ کی مدد اور نصرت کی وجہ سے ہم اور آپ پھر ملیں گے۔ بقول فیض احمد فیض۔

گر آج تجھ سے جدا ہیں تو کل بہم ہوں گے
یہ رات بھر کی جدائی تو کوئی بات نہیں

بند نمبر ۷: کب تک سہے گی آخر
دنیا جو سہہ رہی ہے
تم ہم سے آملو گے
تاریخ کہہ رہی ہے

فرہنگ: سہہ: برداشت۔ تاریخ: ہسٹری/ماضی

تشریح: جمیل الدین عالی کشمیری مجاہدین کو ہمت اور حوصلے کا پیغام دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ بھارت کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا ہے۔ ہم کب تک یہ ظلم برداشت کرتے رہیں گے۔ جو ظلم دنیا برداشت کر رہی ہے۔ اس سے ایک دن چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو لوگ قربانیاں دینا جانتے ہیں۔ وہ زیادہ دیر تک غلام نہیں رہ سکتے۔ تم ان شاء اللہ بہت جلد اپنے دیس آجاؤ گے اور ہمارے ساتھ آملو گے۔

مطابقت کا شعر:

ہوائے دور مئے خوشگوار راہ میں ہے
خزاں چمن سے ہے جاتی بہار راہ میں ہے

بند نمبر ۸: تم امت محمدؐ
تم صبر شان والے
ہم امت محمدؐ
ہم امتحان والے

فرہنگ: امت محمدؐ: حضرت محمدؐ کے ماننے والے، مراد مسلمان۔ امتحان: آزمائش۔

تشریح: شاعر جمیل الدین عالی کشمیری مجاہدین سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تم لوگ نبی آخر الزمان حضرت محمدؐ کے امتی ہو اس لئے تمہاری شان بہت بلند ہے۔ رسول اللہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صبر و تحمل سے کام لے رہے ہو۔ ظلم کو صبر و تحمل سے برداشت کرنے پر تمہاری شان اور بڑھ گئی ہے۔ ہم بھی آپؐ کے امتی ہیں۔ آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور مسلمان ہیں۔ تم پر جو ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ہمارا بھی امتحان لے رہا ہے۔ اور ہم ہر امتحان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

بند نمبر ۹: سب کچھ سہارتے ہیں
سب کچھ سہار لیں گے
کچھ روز رہ گئے ہیں
یہ بھی گزار لیں گے

فرہنگ: سہارتے ہیں: برداشت کرتے ہیں۔

تشریح: جمیل الدین عالی کہتے ہیں۔ کہ مسلمان کا کام اس دنیا کی سختیاں مصیبتیں اور تکالیف کو برداشت کرنا ہے۔ اس لئے ہم ہر ظلم و ستم کی کاروائی پر صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیں گے۔ لیکن آپ لوگوں کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اور اغیار کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے۔ بس گنتی کے چند روز رہ گئے ہیں۔ یہ بھی گزار لیں گے۔ اور عنقریب کامیابی ہمارے قدموں میں ہوگی۔

حاصل شعر: آزادی حاصل کرنے کے لئے جہاد ضروری ہے۔

بند نمبر ۱۰: اک ہدیہ عقیدت
عالی کا یہ ترانہ
بس فرض ہے حقیقت
باقی ہے سب فسانہ

awazeinqilab.com

فرہنگ: ہدیہ عقیدت: محبتوں بھرا تحفہ، نذرانہ۔ فسانہ: جھوٹی بات۔

تشریح: جمیل الدین عالی کہتے ہیں کہ میرا یہ ترانہ کشمیری مجاہدین کی خدمت میں میری طرف سے ایک ہدیہ، تحفہ اور نذرانہ ہے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ حقیقت اور سچائی کا مظاہرہ کریں کیوں کہ صرف سچائی اور حقیقت فرض ہے اور باقی سب چیزیں جھوٹی اور بے کار ہیں۔ آپ سچ کے پیروکار ہیں۔ اس لئے آپ ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ اور باطل کی قوتیں جھوٹی ہیں اس لئے مٹ جائیں گے۔

حاصل شعر: سچائی کے فرض کو مقدم جاننا ہے۔

بند نمبر ۱:

اے دیس کی ہواؤ
سرحد کے پار جاؤ
اور ان کو چھو کے آؤ

فرہنگ: دیس: وطن۔ چھونا: ہاتھ لگانا، مس کرنا۔

تشریح: اس نظم میں جمیل الدین عالی مقبوضہ کشمیر میں آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدین کو داد و تحسین اور خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے دیس کی ہواؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے میرے وطن کی ہواؤ! سرحد کے اس پار مقبوضہ کشمیر میں ہمارے مجاہد بھائی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ان کے پاس جا کر ان کے مقدس بدن کو چھو کر واپس یہاں پاکستان کی طرف آؤ۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر ۱: اس ملی نغمے میں شاعر نے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے قربانیوں کا ذکر جس طرح کیا ہے۔ آپ انہیں اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: اس ملی نغمے میں شاعر کشمیری مجاہدین کی قربانیوں کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ مجاہدین وطن کی آزادی کی خاطر اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ آنے والی نسلیں ان کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتیں۔ کیوں کہ یہ مجاہدین نمود و نمائش، دکھاوے اور ریاکاری کی خاطر نہیں بلکہ وطن سے وفاداری کا فرض احسن طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور صرف اور صرف وطن کی آزادی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ بہت جلد تمہاری یہ کوششیں رنگ لائیں گی۔ اور آزادی حاصل کر کے اپنے لوگوں سے آن ملو گے۔

سوال نمبر ۲: شاعر دیس کی ہواؤں کو کیا پیغام دے رہا ہے؟

جواب: شاعر دیس کی ہواؤں کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ اے میرے دیس کی ہواؤں کہ سرحد کے اس پار مقبوضہ کشمیر میں جاؤ اور مجاہدین کو چھو کے آؤ۔ تم ان سے ہزاروں باتیں سنو اور خود بھی ہزاروں باتیں سناؤ۔ ان سے کہو کہ آپ ہمارے اور ہم تمہارے منتظر ہیں۔ ایک روز ہم بہت جلد آملیں گے۔ جدائی کا زمانہ بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ بہت ظلم برداشت کیا ہے۔ بس کچھ وقت اور برداشت کر لیں گے۔ ان شاء اللہ آزادی ہمارا مقدر بنے گی۔

سوال نمبر ۳: ''تم ہم سے آملو گے۔ تاریخ کہہ رہی ہے'' کا مطلب واضح کریں۔

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ جو لوگ وطن کی خاطر جدوجہد کرتے ہیں اور جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں بالآخر کامیابی ملتی ہے۔

سوال نمبر ۴: نسلیں کس بات کی گواہی دیں گی؟

جواب: نسلیں اس بات کی گواہی دیں گی کہ جو لوگ وطن کی آزادی کے لئے اپنے جانوں کی قربانی دے رہے ہیں۔ ان کے دلوں میں ریا اور دکھاوا نہیں ہے۔ کسی لالچ اور شہرت کی پرواہ کئے بغیر قربانی دے رہے ہیں۔ اس لئے آنے والی نسلیں اس بات کی گواہی دیں گی کہ ان مجاہدین نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

سوال نمبر ۵: اعراب لگا کر مندرجہ ذیل کا تلفظ واضح کریں۔

جواب: سُخن، مُنتظِر، اُمّت، عَقِیدَت، اِمتحان۔

سوال نمبر ۶: اس ملی نغمے کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: خلاصہ نظم کے شروع میں ملاحظہ کریں۔

سوال نمبر ۷: مصرعے مکمل کریں۔

نامکمل مصرعے	مکمل مصرعے
جن کے بدن کی ــــــــــ	جن کے بدن کی گرمی
ہاں ان کو ــــــــــ کہنا	ہاں ان کو پیار کہنا
ہم ــــــــــ تمہارے	ہم منتظر تمہارے
کچھ ــــــــــ رہ گئے ہیں۔	کچھ روز رہ گئے ہیں
اتی ــــــــــ	اتی ــــــــــ فسانہ

awazenglab.com

باب نمبر ۱۷

﴿نظم : کراچی کی بس﴾

دلاور فگار

﴿خلاصہ﴾

دلاور فگار اپنی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کے حوالے سے بہت شہرت رکھتے ہیں۔ نظم ''کراچی کی بس'' ان کی طنزیہ شاعری کی ایک یادگار ہے جس میں انھوں نے کراچی کی اس بس کا نقشہ بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے جس میں گنجائش سے زیادہ سواریاں بٹھائی جاتی ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ اس بس میں بیٹھنے کے لیے سیٹ نہیں ملتی اس لیے کوئی ہار کی طرح لٹک رہا ہوتا ہے اور کوئی جب ایک دفعہ گر جاتا ہے تو وہ دیوار کے سائے کی طرح پڑا رہتا ہے۔ کوئی گنہگار کی طرح اس میں بیٹھا ہوتا ہے اور اس میں انسان ایک قیدی مرغ کی طرح نظر آتا ہے۔ دھکم پیل کی وجہ سے اکثر مسافروں کے جوتے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ رش مین اکثر جیب کترے اپنا کام پورا کر جاتے ہیں۔ جن خواتین بیٹھی ہوتی ہیں۔

کراچی کی بس سواریوں سے بھری ہونے کے باوجود جگہ جگہ رکتی ہے جس پر اس میں موجود سواریاں کنڈکٹر کو برا بھلا سناتی ہیں کہ ڈرائیور کو بس روانہ کرنے کے لیے آواز دے دے۔ اس پر کنڈکٹر غصہ ہو کر ان سواریوں سے کہتا ہے کہ زیادہ چیخنا چلانا بند کرو ورنہ اگر آپ کو اپنی جان اتنی پیاری تھی تو اس بس میں کیوں بیٹھے؟ اپنے لیے کوئی ٹیکسی لے لیتے۔

یہ بس اتنی پرانی اور چنگڑ اتھی کہ ایک گھنٹہ میں بڑی مشکل سے چار میل کا فاصلہ طے کرتی تھی۔ اس کے مالک نے بھی اس کو اس وجہ سے ڈھیل دی تھی کہ اس کی زندگی کے دن بہت کم رہ گئے ہیں اگر اس کا ایکسیڈنٹ کسی ٹرک سے ہو جائے تو ٹھیک ہوگا کیونکہ اسکی انشورنس ویسے بھی ہو چکی ہے اور بیمہ کمپنی والے اس کے مالک کو بس کے بدلے اچھی خاصی رقم دے دیں گے۔

﴿مرکزی خیال﴾

زیرِ نظر نظم میں شاعر دلاور فگار نے کراچی کی خستہ حال بس اور اس میں سوار افراد کا بڑا مزاحیہ اور دلچسپ نقشہ کھینچا ہے۔ یہ صورت حال صرف کراچی کے بس تک محدود نہیں بلکہ ایسے نظارے اب ملک کے دوسرے شہروں میں بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ٹرانسپورٹ ادارہ اب ایک باقاعدہ مافیا (خفیہ تنظیم جو قانون کو نظر انداز کر کے اپنی مرضی منواتی ہے) کی صورت اختیار کر چکا ہے خود [illegible] ٹرانسپورٹ مافیا کے سامنے مالکل بے بس ہے۔

بند نمبر ۱:

بس میں لٹک رہا تھا کوئی ہار کی طرح
کوئی پڑا تھا سایۂ دیوار کی طرح
سہما ہوا تھا کوئی گنہ گار کی طرح
کوئی پھنسا تھا مرغِ گرفتار کی طرح
محروم ہو گیا تھا کوئی ایک پاؤں سے
جوتا بدل گیا تھا کسی کا کھڑاؤں سے

حوالہ جات:

نظم کا نام	کراچی کی بس
شاعر کا نام	دلاور فگار
ماخوذ از	مطلع عرض ہے

مشکل الفاظ: مرغِ گرفتار: قیدی پرندہ۔ کھڑاون: ایک قسم کا جوتا جو عموماً لکڑی سے بنا ہوتا ہے۔

تشریح: دلاور فگار کراچی کی بس کی تصویر کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کراچی کے بسوں میں سفر کرنا محال ہے۔ بس میں سفر کے دوران تمام مسافروں کو طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ گنجائش سے زیادہ مسافر سفر کرتے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ کئی مسافر بس کے جنگلے سے اس طرح لٹک رہے تھے۔ جس طرح کسی گلے میں ہار لٹک رہا ہو۔ کئی مسافر سایہ دیوار کی مانند فرش پر بیٹھے تھے۔ بعض لوگوں کو دیکھا کہ ایسی افسردگی اور غم سے نڈھال کھڑے ہیں جیسے کسی بڑے گناہ کے عذاب میں پھنس گئے ہیں۔ کئی مسافر لوگوں کے ہجوم میں قیدی پرندے کی طرح بے بس ہیں۔ کئی ایسے تھے جو ایک پاؤں پر کھڑے تھے۔ اور دوسرا پاؤں غائب تھا۔ کسی کا جوتا دوسروں کے کھڑاؤں (جوتا) سے بدل گیا ہے مے الغرض ہر کوئی اپنے منزل کو پہنچنے کی غرض کر رہا ہے۔

حاصل شعر: کراچی بس میں رش ہونے کی وجہ سے اس میں سفر کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔

بند نمبر ۲:

کوئی پکارتا تھا مری جیب کٹ گئی
کہتا تھا کوئی میری نئی پینٹ پھٹ گئی
بس میں تمام پردوں کی دیوار ہٹ گئی
ریشِ سفید زلفِ سیہ سے لپٹ گئی

حاصل شعر:۔

کراچی کی بس میں رش کی وجہ سے مرد اور زنانہ ایک ہی ڈبے میں سفر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حیاداری باقی نہیں رہتی۔

ایک اچھا خاصا مرد زنانے میں گھس پڑا
گویا کہ کوئی چور خزانے میں گھس پڑا

مشکل الفاظ: ریشِ سفید: سفید داڑھی والا۔ زلفِ سیہ: کالی زلفیں۔

تشریح: شاعر کہتے ہیں کہ بس میں ایک جیب کترے نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی کا جیب کاٹ دیا تھا۔ اس پر بھی ایک ہنگامہ برپا تھا۔ بس میں دھکم پیل اور پکڑ دھکڑ سے کسی کی پتلون پھٹ گئی تھی اور تمام پردوں کی دیوار گر گئی تھی۔ مرد عورت میں تمیز باقی نہیں رہی۔ سب ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے رہے۔ نوجوان لڑکیاں بوڑھوں کی شانہ بشانہ بیٹھی ہیں۔ ایک مسافر کی سفید داڑھی نوجوان لڑکی کے بالوں سے ٹکرا رہی ہے۔ اس دوران ایک ہٹا کٹا مضبوط شخص عورتوں میں گھس گیا ہے اور عورتوں میں ایسا لگ رہا ہے۔ کہ جیسے کوئی چور خزانہ لوٹنے کے لئے زبردستی اندر گھس گیا ہو۔

بند نمبر۳:

گاڑی میں ایک شور تھا کنڈیکٹر آ کے چل
کہ دے خدا کے واسطے ہاں ٹھیک ہے ڈبل
کب تک کھڑا رہے گا سرِ جادۂ عمل
لڑنے کی آرزو ہے تو باہر ذرا نکل
تجھ پر خدا کی مار ہو اسٹارٹ کر دے بس
دو پیسے اور لے لے جو دولت کی ہے ہوس

مشکل الفاظ: جادہ: سواری۔ آرزو: خواہش۔ خدا کی مار: خدا کی لعنت۔ ہوس: لالچ۔

تشریح: شاعر کہتے ہیں ڈرائیور بس بند کر کے تمام مسافروں کا ناک دم میں کر رہا تھا۔ کھڑی بس میں کنڈیکٹر کرایہ حصول کر رہا تھا۔ جس میں موجود تمام مسافروں نے غل مچا رکھا تھا۔ کہ کم بخت خدا کے لئے بس روانہ کریں لیکن کنڈیکٹر تھا کہ لوگوں کی باتوں کے باوجود ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ یوں کہہ رہے تھے۔ کہ لالچی ہم سے ڈبل کرایہ وصول کریں لیکن بس سٹارٹ کر کب تک مسافروں کو ترساتا رہے گا۔ اگر خواہ مخواہ لوگوں کو تنگ کرنے پر تلا ہوا ہے تو باہر نکل کہ پتہ چلے۔ تم پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا کے لئے

حاصل شعر:۔ کراچی کی بس میں کرائے اور سواری پر جھگڑے کرنا روز کا معمول ہیں۔

بند نمبر۴:

کنڈکٹر اب یہ کہتا تھا وہ بس چلائے کیوں
جو بس میں آ گیا ہے کرے ہائے ہائے کیوں
جس کو ہو جاں عزیز مری بس میں آئے کیوں
ایسے ہی گلبدن تھے تو پیسے بچائے کیوں
ٹھانی ہے دل میں اب نہ دیں گے کسی سے ہم
تنگ آ گئے ہیں روز کی کنڈکٹری سے ہم

مشکل الفاظ: گل بدن: نازک بدن والا۔ ٹھانی: ارادہ۔ دینا: ڈر جانا۔

تشریح: شاعر کہتے ہیں کہ بس نہ چلنے سے تمام مسافروں کو مشکلات کا سامنا ہے۔ ہر ایک کنڈیکٹر کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ کنڈیکٹر کرایہ وصول کرنے میں لگا ہے اور جانے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ کنڈیکٹر لوگوں کی باتوں اور دھمکیوں سے تنگ آ کر کہتا ہے کہ میں نے تمہاری منت نہیں کی۔ یہ تو کرایہ کی بس ہے۔ وقت پر روانہ ہوگی۔ اب اگر آپ لوگوں نے بس میں سفر کرنا ہے تو پھر ہائے ہائے کیوں کرتے ہو۔ اگر اپنی جان اتنی عزیز تھی تو ٹیکسی کرایہ پر لیتے۔ بس میں کیوں سوار ہوئے ہو۔ بس میں سفر کرنا آسان کام نہیں۔ اگر بدن اتنا نازک ہے تو اسپیشل ٹیکسی بک کروا لیتے۔ خواہ مخواہ پیسے بچانے کی خاطر بس میں سوار ہوئے ہو۔ کسی سے ڈرنے والا نہیں۔ آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہم خود اس کنڈیکٹری سے بے زار اور تنگ ہیں۔

بند نمبر۵:

یہ بس جو واقعی تھی کئی سال سے علیل
مشکل سے ایک گھنٹے میں چلتی تھی چار میل
مالک نے بھی یہ سوچ کے دے دی تھی اس کو ڈھیل
اب اس کی زندگی کے ہیں لمحے بہت قلیل
اب تو کسی ٹرک سے اچانک یہ جا ملے
کچھ بیمہ کمپنی سے ہمیں بھی صلہ ملے

مشکل الفاظ: علیل: بیمار۔ قلیل: کم۔ ڈھیل: سستی۔ بیمہ: انشورنس۔ صلہ: معاوضہ۔

تشریح: کراچی کی بس کئی سالوں سے خراب تھی۔ تمام پرزے گھس گئے تھے اور سست ہو گئے تھے۔ اور جگہ جگہ سے آوازیں

awazeinqilab.com

آرہی تھیں۔ چلتے چلتے عین سڑک پر رک جاتی تھی۔ اور پورا ٹریفک جام ہو جاتا تھا۔ یہ بس چار میل کا سفر ایک گھنٹے میں بمشکل طے کرتی تھی۔ مالک بھی بس کی وقت میں ڈھیل ڈھال کر رہا تھا۔ اور یہی سوچ رہا تھا کہ اس پرانی بس سے کچھ نہ کچھ کرایہ ملتا ہے۔ یعنی بس کی زندگی بہت کم ہے۔ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہی سوچ رہا تھا۔ کہ کسی ٹرک سے جا کر ٹکراتے۔ تاکہ بیمہ کمپنی سے انشورنس کی حقدار ٹھہرائے۔

حاصل شعر: کراچی کی بس کی حالت ہی خراب ہوتی ہے۔

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: اس نظم کے پہلے چار بند میں تشبیہات کا استعمال ہوا ہے۔ ان چار تشبیہات کو اپنے الفاظ میں لکھیں؟

جواب: اس نظم کے پہلے بند میں مندرجہ ذیل چار تشبیہات استعمال ہوئے ہیں۔

مصرعہ نمبر۱: بس میں لٹک رہا تھا کوئی ہار کی طرح

اس مصرعے میں بس کے ساتھ لٹکے ہوئے آدمی کو کسی کے گلے میں لٹکے ہوئے ہار سے تشبیہ دی گئی ہے۔

مصرعہ نمبر۲: کوئی پڑا تھا سایہ دیوار کی طرح

اس مصرعے میں سایہ دیوار تشبیہ ہے۔ بس میں ایک کونے میں بے حس و حرکت پڑا ہوا مسافر اس طرح نظر آتا ہے۔ جیسے کوئی تھکا ہوا انسان دیوار کے سائے میں آرام کر رہا ہو۔

مصرعہ نمبر۳: سہما ہوا تھا کوئی گنہگار کی طرح

یہاں سہمے ہوئے مسافر کو گنہگار سے تشبیہ دی گئی ہے۔

مصرعہ نمبر۴: کوئی پھنسا تھا مرغ گرفتار کی طرح

یہاں مرغ گرفتار تشبیہ ہے۔ اس جملے میں لوگوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے شخص کو دام میں پھنسے ہوئے پرندے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سوال نمبر۲: اس نظم میں کون کون سے انگریزی الفاظ استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: اس نظم میں مندرجہ ذیل انگریزی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ بس ۲۔ پینٹ ۳۔ کنڈیکٹر ۴۔ اسٹارٹ
۵۔ ٹرک ۶۔ ڈبل ۷۔ کمپنی

سوال نمبر۳: ''جس کو ہو جان عزیز میری بس میں آئے کیوں؟'' مطلب واضح کریں۔

جواب: اس مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ بس کا کنڈیکٹر سواریوں سے کہتا ہے کہ جس کو اپنی جان بہت عزیز اور پیاری ہے۔ وہ میری بس میں کیوں سوار ہوئے۔ انہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ بس میں سفر کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بس کے اندر تکلیف بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ دیر بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو اپنی جان بہت عزیز ہے اور تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تو بس میں کیوں داخل ہوئے۔ ٹیکسی کیوں نہیں پکڑتے۔ ہم نے نہ تو کسی کو مجبور کیا اور نہ زبردستی سوار کرنے کی کوشش کی۔

سوال نمبر۴: بس کے مالک کو بیمہ کمپنی سے کس بات کی امید تھی؟

جواب: بس کے مالک کو بیمہ کمپنی سے یہ امید تھی۔ کہ چونکہ یہ ایک بہت پرانی اور کھٹارہ بس تھی۔ اور کسی بھی وقت حادثے کا شکار ہو سکتی تھی۔ اس لئے ایکسیڈنٹ کے بعد اسے بیمہ کمپنی سے انشورنس کی رقم ملنے کی قوی امید تھی۔

سوال نمبر۵: اس نظم کے آخری بند کے قافیے لکھیے۔

جواب: اس نظم کے آخری بند کے قافیے یہ ہیں۔

علیل۔ میل۔ ڈھیل۔ قلیل۔ اور جا۔ صلہ۔

سوال نمبر۶: مندرجہ ذیل کس قسم کے مرکبات ہیں؟

جواب:

مرکب عددی	مرکب اضافی	مرکب توصیفی	مرکب اشاری	مرکب جاری
دس پیسے	پردوں کی دیوار	ریش سفید	یہ بس	ٹرک سے

سوال نمبر۷: درست الفاظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں۔

الف۔ گویا کہ کوئی چور خزانے میں گھس پڑا۔

ب۔ لڑنے کی آرزو ہے تو باہر ذرا نکل

ج۔ جس کو ہو جان عزیز ہے مری بس میں آئے کیوں

د۔ مشکل سے ایک گھنٹے میں چلتی تھی چار میل

ہ۔ کچھ بیمہ کمپنی سے ہمیں بھی صلہ ملے۔

سوال نمبر۸: اس مزاحیہ نظم کا مرکزی خیال تحریر کریں؟

جواب: مرکزی خیال سبق کے شروع میں ملاحظہ کیجیے۔

awaznoulab.com

باب نمبر ۱۸

﴿نظم: مسلمانانِ الجزائر﴾

مرزا محمود سرحدی

﴿خلاصہ﴾

اس نظم میں محمود سرحدی نے الجزائر کے مسلمانوں کے فرانس کے خلاف لڑی جانے والی جنگ پر روشنی ڈالی ہے۔ بنیادی طور پر یہ ایک مزاحیہ نظم ہے۔ جس میں شاعر کہتا ہے۔ اے الجزائر کے مجاہدو! کیا تمھیں معلوم ہے کہ ہم مسلمان تمہارے غم میں بے چین اور بے قرار ہیں۔ ہم تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں لیکن عملی طور پر تمہارے دشمن کے خلاف تمہارے ساتھ دوش بدوش لڑنا ہمارے لئے ناممکن ہیں۔ رہا مالی امداد تو وہ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم بھاری ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے لئے دعا بھی نہیں کر سکتے کیوں کہ ہماری دعاؤں کا اثر اکثر الٹا ہوتا ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں تو ہم احتجاج کر سکتے ہیں۔ اور یہ کام بخوشی کرنے کو تیار ہیں۔ یعنی ہم جلسوں میں فرانسیسیوں کے ظلم وستم کی کہانیاں بیان کریں۔ اور پر جوش تقریریں کرتے رہیں۔ باقی لڑنا مرنا تمہارا کام ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مرکزی خیال﴾

اس نظم کا مرکزی خیال نکتہ یہ ہے کہ ہم بحیثیت قوم محض (صرف) گفتار (باتوں) کے غازی ہیں۔ عملی کام کرنے کے بجائے ہر وقت زبانی جمع خرچ کرتے اور ڈینگیں مارتے رہتے ہیں۔ ہمارے دل میں اُمت مسلمہ کیلئے ہمدردی تو ہے لیکن ان کی مالی، جانی اور سیاسی مدد کرنے سے قاصر ہیں۔ بہت ہوا تو جلسہ وجلوس نکال کر اپنے دل کا بھڑاس (غصہ) نکال لیتے ہیں۔ شور شرابہ کر لیتے ہیں۔ ہڑتالیں کر لیتے ہیں مگر عملی طور پر کچھ بھی کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور یہی ہمارے زوال اور ناکامی کی نشانی ہے۔

☆☆☆☆☆

شعر نمبر ۱:

الجزائر کے مسلمانو! خبر بھی ہے تمھیں
شمع آزادی کے پروانوں خبر بھی ہے تمھیں

نظم کا نام	مسلمانان الجزائر
شاعر کا نام	مرزا محمود سرحدی
ماخوذ از	اندیشہ شہر

فرہنگ: الجزائر: ایک مسلمان افریقی ملک۔ پروانہ: پتنگا، عشق کرنے والے مجاہد۔

تشریح: اس شعر میں مرزا محمود سرحدی الجزائر کے مجاہدین سے سوال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے الجزائر کے مسلمان! اور اے آزادی کی شمع پر اپنے آپ کو قربان کرنے والوں! تمھیں ہندوستان کے مسلمانوں کے بارے میں کچھ معلوم بھی ہیں کہ وہ تمھارے لئے اپنے دلوں میں کیا احساسات اور جذبات رکھتے ہیں اور ان کو تمہاری کتنی فکر ہے؟

حاصل شعر: آج کے مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف اور زبوں حالی کا کچھ احساس ہی نہیں۔

شعر نمبر ۲:

چین آتا ہے کسی طور نہ آرام ہمیں
فکر رہتی ہے تمھاری سحر وشام ہمیں

فرہنگ: چین: آرام، اطمینان۔ کسی طور: کسی طرح۔ سحر وشام: صبح وشام۔

تشریح: شاعر الجزائر کے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے الجزائر کے مسلمانوں ہمیں تمھاری مصیبتوں کا حال سن کر بے چینی اور بے قراری ہوتی ہے۔ اور ہم دن رات اس فکر میں رہتے ہیں کہ آپ پر کیا گزر رہی ہوگی۔ ہم کیسے آپ کی پریشانیوں کو کم کر سکیں۔ اور آپ کو ان مشکلات سے نکال سکیں۔ تمھاری فکر ہر وقت اور ہر لمحہ ہمیں ستاتی رہتی ہے لیکن صرف خیالی حد تک۔

شعر نمبر ۳:

سوچتے ہیں کہ تمھارے لئے کیا کام کریں
یہ تو ہم سے نہیں ممکن کہ وہاں جا کے مریں

فرہنگ: ممکن: متوقع بات۔

تشریح: شاعر طنز کے لہجے میں مسلمانانِ الجزائر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے لئے ناممکن ہے کہ الجزائر پہنچ کر آپ کے ساتھ دشمن کے خلاف شانہ بشانہ لڑیں۔ تاہم یہ ضرور سوچتے رہتے ہیں کہ جان کی قربانی دیئے بغیر ہم تمہاری خاطر اور کیا کام کر سکتے ہیں۔ یعنی ہم صرف اور صرف باتیں کر سکتے ہیں۔ عملی طور پر آپ کی مدد نہیں کر سکتے۔

حاصل شعر: آج کا مسلمان گفتار کا غازی ہے کردار کا نہیں۔

awazemujlab.com

شعر نمبر۴: مالی امداد میں سچ ہے بڑے مشہور ہیں ہم
لیکن اب ٹیکس ہی اتنے ہیں کہ مجبور ہیں ہم

فرہنگ: ٹیکس: خراج، مالیانہ۔ مشہور: معروف۔

تشریح: محمود سرحدی کہتے ہیں کہ یہ ہماری روایت ہے کہ ہم آزمائش کے لمحوں میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مالی امداد ضرور کرتے ہیں۔ اور مجبور و مظلوم مسلمانوں کی مالی مدد کرنے میں ہم شہرت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن آج کل ہم تمھاری مالی مدد کرنے سے معذور ہیں کیونکہ حکومت نے ٹیکس ہی اتنے بڑھا دیئے ہیں کہ ہمارا اپنا گزارہ مشکل سے ہوتا ہے۔ اور ہماری جیبیں بھی ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔

حاصل شعر: آج کا مسلمان کردار و عمل سے خالی ہو چکا ہے لہذا صرف باتیں بناتا ہے۔

شعر نمبر۵: تھا دعاؤں پہ ہمیں آسرا وہ بھی نہ رہا
کیونکہ ان کا بھی اثر ہوتا ہے اکثر الٹا

فرہنگ: آسرا: آس، امید۔ اثر: تاثیر۔ الٹا: برعکس۔

تشریح: شاعر مرزا محمود سرحدی کہتے ہیں کہ اے الجزائر کے مسلمانوں نہ تو ہم دشمن کے خلاف آپ کے ساتھ شانہ بشانہ لڑ سکتے ہیں۔ اور نہ آپ کی مالی مدد کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ ہم تمھارے لئے کامیابی کی دعائیں کریں۔ لیکن دعا مانگتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کیونکہ ہماری دعاؤں کا اثر اکثر الٹا ہوتا ہے۔ تو پھر دعا مانگنے کا آخر کیا فائدہ جب وہ نقصان کا باعث بن رہی ہیں۔

حاصل شعر: آج کا مسلمان صرف نام ہی کا مسلمان رہ گیا ہے۔

شعر نمبر۶: احتجاجوں کے لئے کہیے تو انکار نہیں
ورنہ ہم لوگ کسی حال میں تیار نہیں

فرہنگ: احتجاج: ظلم کے خلاف آواز اٹھانا۔

تشریح: شاعر مرزا محمود سرحدی الجزائر کے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے طنز و مزاح کے انداز میں کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہاری آزادی کے راستے میں رکاوٹ بننے والوں کے ظلم کے خلاف احتجاج ضرور کر سکتے ہیں۔ جلسے اور جلوس، دھرنوں اور ہڑتالوں کے ہم بڑے ماہر ہیں۔ اس کے علاوہ ہم عملی طور پر آپ کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔

حاصل شعر: آج کا مسلمان صرف جلسے جلوسوں اور ہڑتالوں کا تو ماہر ہے لیکن میدان عمل میں اترنے کی ہمت نہیں رکھتا۔

شعر نمبر۷: ہم سے تو بس یہی ممکن ہے کہ تقریریں کریں
یا فرانسیسیوں کے ظلم کی تفسیریں کریں
اور تم لڑتے رہو لڑتے رہو لڑتے رہو

فرہنگ: تفسیریں: تشریحیں، وضاحتیں۔ فرانسیسی: فرانس کے رہنے والے۔

تشریح: شاعر مرزا محمود سرحدی نظم کے اس آخری تین مصرعوں میں اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ ہم صرف گفتار کے غازی ہیں۔ کردار کے غازی نہیں۔ عملی جدوجہد یعنی لڑنا، مالی مدد کرنا اور دعا کرنا تو ناممکن ہے۔ لیکن ایک بات ممکن ہے اور وہ یہ کہ ہم جلوس میں لمبی لمبی تقریریں اور خطاب کریں۔ اور ان تقریروں میں فرانسیسی فوجیوں کے مظالم کی تشریحیں اور وضاحتیں کرتے رہے۔ اور تم تنہا میدان جنگ میں فرانسیسی فوج کے خلاف لڑتے رہو، لڑتے رہو۔ ہم صرف زبانی جمع خرچ کر سکتے ہیں۔ عملی طور پر تمہارا کچھ ساتھ نہیں دے سکتے۔

حاصل شعر: آج کا مسلمان عمل سے قطعاً خالی ہو چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: شاعر نے اس نظم کے ذریعے ہمارے قومی مزاج کا کون سا پہلو اجاگر کیا ہے؟

جواب: شاعر نے اس نظم کے ذریعے ہمارے قومی مزاج کے تضاد اور منافقت کو اجاگر کیا ہے۔ اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے۔ کہ ہم ہندوستانی مسلمان خالی خولی باتیں اور جوشیلی تقریریں کر سکتے ہیں۔ عملی کام نہیں کر سکتے۔ ہم گفتار کے غازی ہیں۔ کردار کے نہیں ہیں۔ ہم مسلمانی کے بڑے زوردار دعوے تو کرتے ہیں لیکن وقت آنے پر پھر فرار کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ بقول شاعر:

وعدہ عشق و محبت پہ نہ جانا ان کے
ان میں گفتار ہی گفتار ہے کردار نہیں

سوال نمبر۲: درست الفاظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں۔

الف۔ لیکن اب۔۔۔۔۔ ہی اتنے ہیں کہ مجبور ہیں ہم

ب۔ تھا۔۔۔۔۔۔۔ اُ۔۔۔ پہ ہمیں آسرا وہ بھی نہ رہا

ج۔ ہم سے تو بس یہی ممکن ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔ کریں

awazenglab.com

و۔ ---------- کے لیے کہیے تو انکار نہیں

ہ۔ اور تم لڑتے رہو، لڑتے رہو ----------

جواب: الف) ٹیکس ب) دعاؤں ج) تقریریں د) احتجاجوں ہ) لڑتے رہو

سوال نمبر۳: اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: خلاصہ نظم کے شروع میں ملاحظہ کیجئے۔

سوال نمبر۴: مرکبات کی پہچان کریں۔

جواب:

مرکب اضافی	مرکب عطفی	مرکب توصیفی	مرکب اضافی
شمع آزادی	سحر و شام	بڑے مشہور	الجزائر کے مسلمانوں

سوال نمبر۵: درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ مرزا محمود سرحدی پیدا ہوئے:

۱۔ پشاور ۲۔ کوہاٹ ۳۔ لاہور ۴۔ لکھنؤ

۲۔ مرزا محمود سرحد کو کہتے ہیں:

۱۔ شاعر مشرق ۲۔ شاعر فطرت **۳۔ اکبر سرحد** ۴۔ شاعر مزدور

۳۔ شاعر کے مطابق ہم مشہور ہیں:

۱۔ کھیلنے میں ۲۔ جیتنے میں ۳۔ باتوں میں **۴۔ مالی امداد میں**

۴۔ ہمیں آسرا تھا:

۱۔ دعاؤں پر ۲۔ دواؤں پر ۳۔ سپاہیوں پر ۴۔ خود پر

۵۔ ہماری قوم کو انکار نہیں:

۱۔ جہاد کے لیے ۲۔ امداد کے لئے **۳۔ احتجاج کے لئے** ۴۔ قربانی کے لئے

حصہ غزل

باب نمبر ۱۹

غزلیات

حسرت موہانی

غزل اور نظم میں فرق:

غزل اور نظم کا واضح فرق یہ ہے کہ نظم کسی مسلسل خیال یا موضوع کی وضاحت کرتی ہے جبکہ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک مستقل اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ نظم کی ہیت اور ساخت کے اعتبار سے کئی صورتیں (قسمیں) ہیں۔ جبکہ غزل ایک ہی ہیت اور ساخت میں لکھی جاتی ہے۔ نظم کے مقابلے میں غزل ایک فصیح صنف سخن ہے۔

غزل نمبر 1

شعر نمبر ۱:۔ نگاہِ یار جسے اشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

شاعر کا نام	حسرت موہانی
ماخوز از	کلیات حسرت موہانی

حل لغت: نگاہِ یار: محبوب کی نظریں۔ اشنائے راز: راز سے واقف کرنا۔ خوبیٔ قسمت: خوش قسمتی۔ ناز: فخر

تشریح: اس شعر میں شاعر حسرت موہانی کہتے ہیں کہ اگر محبوب اپنی حسین آنکھوں سے کسی کو اپنی محبت اور زندگی کے دوسرے اہم رازوں کا دوست بنالے تو وہ شخص اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی خوش ہو، جتنا بھی ناز اور فخر کرے وہ کم ہے۔ اشنائے راز کرنا گہری دوستی کا ثبوت ہے۔ اور لطف و کرم کی انتہا ہے۔ اور جن لوگوں کو محبوب کی اتنی گہری دوستی مل جائے وہ اپنی خوش قسمتی پر کیوں نہ ناز کرے۔ اور بقول شاعر۔

زندگی کے اداس لمحوں میں
باوفا دوست یاد آتے ہیں

awazeniqilab.com

شعر نمبر۲:۔ دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

حل لغت: فکر دو عالم: دونوں جہانوں کا فکر۔ آزاد: فارغ۔ جنون: دیوانگی، پاگل پن۔ دراز: لمبا، طویل

تشریح: اس شعر میں شاعر حسرت موہانی نے ایک نفسیاتی حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ جب آدمی کسی جذبہ، لگن یا محبت کی حد سے بڑھتی ہوئی حالت یا کیفیت کے زیر اثر ہو تو گرد و پیش کے باقی مسئلے، چیزیں اور معاملے پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اپنی دھن میں لگا رہتا ہے۔ دوسرے مصرع میں شاعر کہتے ہیں کہ تمہاری محبت میں بخشا ہوا جنون ہمارے حق میں کتنی بڑی نعمت ثابت ہوئی کہ ہم ایسے ایسے غم بھول گئے جو اور کسی طرح بھولتے ہی نہیں تھے۔ اور ہمیں دن رات فکر و اندیشہ میں مبتلا رکھتے تھے۔ اب ہم سرمستی اور بے فکری کی حالت میں مزے کر رہے ہیں۔ خدا تیرے عشق کے جنون کے زمانے کو اور بھی طویل کر دے تا کہ ہم دنیا اور آخرت کی فکر سے آزاد رہیں۔ بقول شاعر:۔

کیسے کیسے جان لیوا ہم کو گھیرے رکھتے تھے
تیرے پیار کا صدقہ ہے جو ہر فکر سے دور ہوئے

اس طرح قلب و جگر میں تیری الفت بس گئی
بے نیازی دین و دنیا سے میسر ہو گئی۔

شعر نمبر۳:۔ خرد کا نام جنون پڑ گیا، جنون کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حل لغت: خرد: عقل۔ جنون: پاگل پن۔ کرشمہ ساز: انوکھی بات، عجیب و غریب کرشمے دکھانے والا۔

تشریح: اس شعر میں شاعر حسرت موہانی محبوب کے جادوئی حسن کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیرے حسن کے اثر سے پاگل اور دیوانہ لوگ اپنے آپ کو عقل منداور ہوشیار کہتے ہیں جبکہ عقل منداور ہوشیار لوگ پاگل اور دیوانہ کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔ تیرا یہ جادوئی حسن چاہے تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔ چاہے تو عقل مند لوگوں کو دیوانہ بنا دے اور چاہے تو دیوانوں کو عقل مندوں میں شمار کرے۔ یہ شعر ایک لطیف طنزیہ مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورتحال میں جب کوئی شخص غلط بات کہے مگر اپنی دانست میں اسے مفید اور کارآمد سمجھ رہا ہو یا اصلاح کے نام پر معاشرے میں کسی خرابی کو رواج دے رہا ہو۔

شعر نمبر۴:۔ غم جہاں سے جسے ہو فراغ کی خواہش
وہ ان کے درد محبت سے ساز باز کرے

حل لغت: فراغ: فرصت، آزاد۔ خواہش: آرزو، تمنا۔ ساز باز کرنا: صلح کرنا، گٹھ جوڑ کرنا، سمجھوتا کرنا۔

تشریح: اس شعر میں شاعر حسرت کہتے ہیں کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ دنیا کے دکھوں اور مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کر لے تو انھیں چاہیے کہ محبوب کے عشق کے غم اور درد سے سمجھوتہ اور گٹھ جوڑ کر لے۔ اس عشق میں وہ ایک ایسے درد سے آشنا ہو جائے گا کہ اسے ارد گرد کا ہوش بھی نہیں رہے گا۔ اور وہ دنیا سے بے نیاز ہو جائے گا۔ یعنی اگر کسی نے محبت کے غم کو دل میں بسا لیا تو باقی سارے غموں سے اسے نجات مل جائے گی۔ بقول شاعر:

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہو گئی۔

کی محبت تو سیاست کا چلن چھوڑ دیا
ہم اگر عشق نہ کرتے تو حکومت کرتے۔

شعر نمبر۵:۔ ترے کرم کا سزاوار تو نہیں حسرت
اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے۔

حل لغت: کرم: مہربانی۔ سزاوار: مستحق، قابل۔ سرفراز کرنا: عزت بخشنا، سر بلند کرنا، بڑا رتبہ دینا۔

تشریح: اس شعر میں شاعر (حسرت موہانی) محبوب حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے اللہ! میں نے اتنے قصور اور گناہ کیے ہیں تو تیرے فضل و کرم کا کسی طرح مستحق نہیں۔ یعنی میرے اعمال تو اس قابل نہیں کہ میں تیری عنایات اور کرم کا مستحق ٹھہروں۔ میں تو لائق سزا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ مگر تو غفور الرحیم ہے اور یہ صرف تیری نوازش اور کرم کی بات ہو گی اگر مجھے اس حالت میں بھی کسی رتبے، نعمت یا بخشش سے سرفراز فرمائے۔ بقول شاعر:

التجائے عفو کر لوں میں تو اس قابل نہیں
تیری رحمت ڈھانپ لے تو مجھ سا پھر کوئی نہیں

☆☆☆☆☆

awazeiqilab.com

﴿غزل نمبر:2﴾

حسرت موہانی

حوالہ جات:

شاعر کا نام	حسرت موہانی
ماخوز از	کلیات حسرت موہانی

شعر نمبر۱:۔ تجھ کو پاس وفا ذرا نہ ہوا
ہم سے پھر بھی تیرا گلہ نہ ہو

حل لغت: پاسِ وفا: وفا کا خیال یا لحاظ۔ گلہ: شکایت، شکوہ۔

تشریح: اس شعر میں شاعر (حسرت موہانی) اپنے بے وفا محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں تیرا وفادار اور سچا عاشق ہوں لیکن تم نے میری وفاداری اور خلوص کی کوئی قدر نہیں کی۔ میں نے ہمیشہ ایک سچے عاشق کی طرح آپ کو چاہا۔ ہر قسم کے حالات اور واقعات میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ میں اپنی وفاداری ہر حال میں ثابت کرتا رہا لیکن آپ نے کبھی میرے وفاؤں کی قدر نہیں کی اور آپ کے دل میں وفا کا ذرا بھی خیال پیدا نہ ہوا لیکن ایک سچا عاشق کبھی اپنے محبوب سے گلہ اور شکوہ نہیں کرتا کیونکہ یہ عشق کے دستور کے خلاف ہے۔ میں نے آپ کے تمام مظالم خندہ پیشانی سے برداشت کئے اور اس کا کوئی شکوہ تجھ سے نہیں کیا۔ اور محبت کے اس درد کو ہمیشہ سینے میں دبائے رکھا۔ بقول شاعر:

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شعر نمبر۲: ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی
دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا

تشریح: اس شعر میں شاعر حسرت موہانی کہتے ہیں کہ محبوب ہم سے ناراض ہو گیا ہے۔ اس کے دل میں میرے لیئے اتنا غصہ ہے کہ وہ مجھ سے لاپرواہ ہو گیا ہے۔ پہلے وہ مجھ پر ظلم کرتا تھا لیکن اب اس نے مجھ پر ظلم کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اگر وہ مجھ سے دشمنی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ دشمن کا حق ادا کرے اور مجھے تکلیف دینے کی کوشش کرے۔ لیکن اس نے تو دشمنی کا حق بھی ادا نہیں کیا۔ شاعر محبوب کے ظلم و ستم اور جفاؤں کا عادی ہو چکا ہے۔ اور اس کے بغیر اسے قرار نہیں آتا۔ بقول شاعر:

یہ کیا کہ تم نے جفا سے بھی ہاتھ کھینچ لیا
میری وفاؤں کا کچھ تو صلہ دیا ہوتا۔

واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
ہم کو حریص لذت آزار دیکھ کر

شعر نمبر۳:۔ کٹ گئی احتیاط عشق میں عمر
ہم سے اظہار مدعا نہ ہوا۔

حل لغت: کٹ گئی: گزر گئی۔ احتیاط: دیکھ بھال، رکھ رکھاؤ۔ اظہار مدعا: مطلب یا مقصد ظاہر کرنا

تشریح: حسرت موہانی کہتے ہیں کہ عشق کے مقابلے میں ہم عمر بھر محتاط رہے۔ قدم قدم پر احتیاط کا مظاہرہ کیا اس لئے ہم حسن کو بدنام نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ہم نے عشق میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیا اور ساری عمر یہ کوشش کی کہ ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہو جائے جو محبوب کی رسوائی اور بدنامی کا سبب بنے۔ یہی وجہ ہے کہ میں کھل کر اپنے جذبات کا اظہار محبوب سے نہ کر سکا اور نہ محبوب کو اپنے والہانہ عشق اور جذبات کے بارے میں کچھ بتا سکا کہ میں تمھیں کتنا چاہتا ہوں۔ بقول شاعر:

دیکھنا بھی تو انھیں دور سے دیکھا کرتا
شیوہ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا۔

شعر نمبر۴: حیف ہے اسکی بادشاہی پر
تیرے کوچے کا جو گدا نہ ہوا۔

حل لغت: حیف: افسوس، لعنت۔ کوچہ: گلی۔ گدا: فقیر، بھکاری۔

تشریح: اس شعر میں شاعر حسرت اپنے محبوب حقیقی سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ یا اللہ! جو بادشاہ اپنی بادشاہی کے نشے میں مستغرق ہو کر آپ کے احسانات کے آگے سر جھکانے سے محروم ہو جائے۔ ایسی شان و شوکت اور بادشاہی پر افسوس ہے۔ زندگی کا اولین مقصد تو اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی ہے۔ ایسی بادشاہی کس کام کی جس کی وجہ سے انسان محبوب حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کو بھول جائے۔ یہ دنیاوی مال و دولت اور تمام اسباب فانی ہے۔ ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ لہٰذا اصل کامیابی و کامرانی یہ ہے کہ ہم اللہ سے اپنا تعلق و نسبت قائم رکھیں۔ بقول شاعر:

awazeinglish.com

ان کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا

شعر نمبر۵: عشق حسرت کے سب ہوئے قائل
ایک وہ دشمن وفا نہ ہوا

حل لغت: حسرت: نامکمل آرزو۔ قائل: ماننے والا، لاجواب۔ دشمنِ وفا: وفا کا دشمن، ظالم محبوب۔

تشریح: حسرت موہانی کہتے ہیں کہ تمام لوگوں نے حسرت کے پُرخلوص اور سچے عشق کا اقرار کیا۔ سب اپنی اپنی جگہ قائل ہوئے اور یہ تسلیم کیا کہ حسرت کی محبت اور وفاداری میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ لیکن ظالم محبوب اب بھی حسرت کے عشق کی سچائی کا ماننے والا نہیں۔ وہ خود وفا کا دشمن ہے اس لئے اسے کسی کی وفاداری پر یقین نہیں ہے۔ وفادار لوگوں سے دوستی اور تعلق رکھنا اس کی خصلت میں شامل نہیں ہے بلکہ وفا کا دشمن ہو کر وفادار لوگوں پر ظلم وستم اور زیادتی کرنا اس کی فطرت بن چکی ہے۔ بقول شاعر:

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہو

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: درج ذیل مصرعے مکمل کریں۔

ا۔ وہ اپنی خوبی قسمت یہ کیوں نہ ناز کرے۔

ب۔ اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے۔

ج۔ ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی۔

د۔ تیرے کوچے کا جو گدا نہ ہوا۔

سوال نمبر۲: ان الفاظ وتراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مطلب واضح ہو جائے۔

خوبی قسمت، سرفراز، جنوں، مدعا، حیف، جفا کار۔

جواب:۔ جملوں میں استعمال:

الفاظ	جملوں میں استعمال
خوبی قسمت	حج کی سعادت نصیب ہونے پر احمد اپنی خوبی قسمت پر ناز کرنے لگا۔
سرفراز	میرے دوست کو اللہ تعالیٰ نے پی ایچ ڈی کی ڈگری سے سرفراز کیا ہے۔
جنوں	آج کے نوجوان جنوں کی حد تک کرکٹ سے لگاؤ رکھتے ہیں۔
مدعا	عمر کا مدعا یہ ہے کہ وہ ڈاکٹر بن کر دکھی لوگوں کی خدمت کرے گا۔
حیف	حیف ہے اس شخصیت پر جو اپنی زندگی کے مقصد سے بے خبر ہو۔
جفا کار	اللہ تعالیٰ جفا کار لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

سوال نمبر۳:۔ غزل نمبر 1 کے قافیوں کی نشاندہی کریں۔

جواب: غزل نمبر 1 کے قافیے یہ ہیں۔

راز، ناز، دراز، ساز، باز، سرفراز۔

سوال نمبر۴: غزل نمبر۲ کا ردیف لکھیں۔

جواب: ''نہ ہوا'' غزل نمبر۲ کا ردیف ہے۔

awaisiqlab.com

سوال نمبر۵: مطلع اور مقطع کسے کہتے ہیں۔ آپ غزل 1 مطلع اور غزل ۲ مقطع لکھیں۔

جواب: مطلع:

کسی غزل یا نظم کے پہلے شعر جس کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ وہم ردیف ہوں مطلع کہلاتا ہے غزل نمبر ا کا مطلع یہ ہے۔

نگار یار جسے آشنا راز کرے
وہ اپنی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

مقطع:

کسی غزل یا نظم کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص بیان کریں یا نہ کریں مقطع کہلاتا ہے غزل نمبر ۲ کا مقطع یہ ہے۔

عشق حسرت کے سب ہوئے قائل
ایک وہ دشمن وفا نہ ہوا

سوال نمبر ۶: آپ کنایہ کی مزید دو مثالیں لکھیں۔

جواب: شتر بے مہار: فضول باتیں کرنے والے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

مگس کی قے: شہد کے معنوں میں کنایہ ہے۔

آتش سیال: شراب کے لئے کنایہ ہے۔

سوال نمبر ۷: مطلع اور مقطع میں کیا فرق ہیں۔

جواب: مطلع:

غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔ اس میں دونوں مصرعے ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں۔

مقطع:

غزل کے آخری شعر کو مقطع کہا جاتا ہے۔ اس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۲۰

﴿ غزلیات ﴾

علی سکندر جگر مراد آبادی

﴿غزل نمبر 1﴾

حوالہ جات:۔

شاعر کا نام	علی سکندر جگر مراد آبادی
ماخوذ از	دیوان جگر

شعر نمبر ا:

کسی صورت نمود سوز پنہانی نہیں جاتی
بجھا جاتا ہے دل، چہرے کی تابانی نہیں جاتی۔

حل لغت: کسی صورت: کسی بھی طرح سے۔ نمود: نمائش، ظاہر کرنا۔ سوز: غم، تپش۔ پنہاں: پوشیدہ، چھپی ہوئی۔
تابانی: چمک، رونق۔

تشریح: شاعر جگر کہتا ہے کہ میرے دل میں ایک ایسا غم پوشیدہ ہے جو کسی صورت میں میرے دل کو نہیں چھوڑتا۔ بلکہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یعنی دل میں عشق کی جو آگ جل رہی ہے اس آگ کی وجہ سے میرے چہرے پر کرب کے آثار نمایاں ہیں۔ اس کرب کی وجہ سے میرے دل کا دیا بجھنے کے قریب ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ میرے چہرے کی چمک دمک میں اس غم سے کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ اور لوگ مجھے تندرست اور صحت مند خیال کرتے ہیں۔ ہر وقت میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی کو پتہ نہ چلے لیکن ظاہری اور نمائشی خوشی چہرے پر لانے کے باوجود میرا دل مجھے بے چین رکھتا ہے۔ بقول شاعر

عارض کی آب و تاب سے یہ راز کھل گیا
دل بجھ رہا ہے بے طرح فرقت کی آگ میں۔
کہیں تو آگ لگی ہے وجود کے اندر
کوئی تو دکھ ہے کہ چہرے دھواں ہمارے ہوئے۔

شعر نمبر ۲:

نہی جاتی کہاں تک فکر انسانی نہیں جاتی
مگر اپنی حقیقت آپ پہچانی نہیں جاتی

avazeniqilab.com

حل لغت: فکر انسانی: انسان کی فکر۔ حقیقت: اصلیت۔

تشریح: اس شعر میں شاعر جگر مرادآبادی نے ایک اہم انسانی مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے جسے خودشناسی کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ انسان نے اپنی ذہانت کے سبب کائنات کی وسعتوں کو قابو کیا ہوا ہے۔ سمندر کی گہرائیوں میں اتر گیا ہے۔ آسماں پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ پہاڑوں کا سینہ چاک کر دیا ہے۔ ستاروں اور سیاروں کو ماتحت بنا دیا ہے۔ ایسے ایسے ایجادات کئے ہیں جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن حسرت کی بات یہ ہے کہ ابھی تک خود کو نہیں پہچانا اور اس بات پر غور نہیں کیا کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے اور مجھے کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چاند پر گھر بنانے والا انسان اپنے دل کے دروازے پر آج تک دستک نہیں دے سکا۔

بقول شاعر:

؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں قوت پرواز مگر رکھتی ہے

؎ ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنی دنیا کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

؎ جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا۔

بقول اکبر: ؎ ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہوائے اکبر
اڑا جو عنصر خاکی وہ پھر سوئے زمین آیا۔

شعر نمبر ۳: ؎ صداقت ہو تو دل سینوں سے کھینچے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی

حل لغت: صداقت: سچائی۔ واعظ: وعظ کرنے والا، ناصح۔ منوانا: اعتراف کروانا

تشریح: اس شعر میں شاعر جگر مرادآبادی کہتے ہیں کہ اگر دل کے اندر صداقت اور سچائی کی طلب موجود ہو تو حق بات اس پر خود بخود واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسکی بات لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کے دل میں فطری نیکی اور ہدایت کی طلب موجود نہیں ہوتی، واعظ کی سینکڑوں نصیحتیں انھیں راہ راست پر نہیں لا سکتی۔ اور بے شمار دلائل کے باوجود بھی وہ قائل نہیں ہوتے۔ یعنی اگر کسی کی بات میں وزن اور سچائی ہو تو اس کی بات فوراً لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ اور جس کے قول و فعل میں

تضاد ہوتا ہے یعنی منافق ہو تو اس کی آواز پر کوئی بھی کان نہیں دھرتا۔ بقول شاعر:

؎ ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کا رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

شعر نمبر ۴: ؎ جسے رونق تیرے قدموں دے کر چھین لی رونق
وہ لاکھ آباد ہو اس گھر کی ویرانی نہیں جاتی

حل لغت: رونق: خوبصورتی۔ ویرانی: بربادی، اجھاڑپن

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے میرے محبوب جس گھر میں تیرے قدم رکھنے سے رونق آگئی تھی اور اس کی خوبصورتی اور رنگینی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ خوشیاں اور مسرتیں آگئی تھیں۔ تیرے اس گھر سے جانے کے بعد وہ گھر ویران نظر آرہا ہے۔ اگرچہ اس میں اور بھی بہت سے لوگ ہیں اور دنیاوی آرائش کا سامان بھی موجود ہے لیکن رونق رخصت ہو گئی ہے۔ تیرے بغیر اس گھر کی حالت بالکل کھنڈر جیسی ہو گئی ہے اور آباد ہونے کے باوجود بھی ویرانی ہی ویرانی ہے۔ بقول شاعر:

؎ اس کے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

شعر نمبر ۵: ؎ نہیں معلوم کس عالم میں حسن یار دیکھا تھا
کوئی عالم ہو لیکن دل کی حیرانی نہیں جاتی۔

حل لغت: عالم: کیفیت، حالت۔ حسن یار: محبوب کا حسن۔ حیرانی: حیرت، تعجب

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کس حال میں محبوب کا دیدار کیا تھا لیکن محبوب کا حسن دیکھنے کے بعد ان پر ایک ایسی حیرانی طاری ہے جو مستقل ہے اور ہر حال میں ان کا پیچھا کر رہی ہے۔ میرے دل کو کسی صورت بھی قرار نہیں آتا اس کو دیکھنے کے بعد میرا دل حیرانی کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہے اور محبوب کے دیدار کے سوا اسے کسی طور قرار نہیں آتا۔ بقول شاعر:

؎ سودا جو تیرا حال ہے اتنا تو نہیں وہ
کیا جانئے تو نے اسے کس آن میں دیکھا

؎ حیران آئینہ وار ہیں ہم
کس سے یارب دوچار ہیں ہم

awazeinqilab.com

شعر نمبر ۶: محبت میں بھی اک ایسا وقت بھی دل پر گزرتا ہے
کہ آنسو خشک ہو جاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی۔

حل لغت: طغیانی: طوفان، سیلاب۔

تشریح: جگر کا کہنا ہے کہ محبت میں گرفتار لوگوں کے دلوں کو لاتعداد تکالیف اور دکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دل پر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے۔ کہ اس میں آگ جل رہی ہوتی ہے۔ جس کی تپش سے آنکھوں سے بہنے والے آنسو خشک ہو جاتے ہیں لیکن دل کے اندر موجود پانی لہو بن کر آنکھوں میں آتا ہے۔ بقول شاعر:

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لہو آتا ہے جب نہیں آتا

جو روتے ہیں حقیقت میں وہ نم دیدہ نہیں ہوتے
جنہیں رونا نہیں آتا وہی آنسو بہاتے ہیں۔

اشک جاری ہے مگر آنکھ ہے تشنہ پھر بھی
آج دریا بھی نظر آتا ہے پیاسا کیسا۔

شعر نمبر ۷: جگر کو وہ بھی زسر تا پا محبت ہی محبت ہے
مگر ان کی محبت صاف پہچانی نہیں جاتی

حل لغت: زسر تا پا: سر تا پاؤں تک۔ محبت: پیار، عشق۔

تشریح: جگر مراد آبادی غزل کے اس قطع میں اپنے محبوب سے متعلق حسن ظن کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرا محبوب میرا بہت خیال رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں اس لئے وہ بھی میری محبت کا جواب محبت سے دیتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کی معمولی بے رخی سے پریشان ہو جاتا ہوں۔ وہ مجھے دل سے چاہتا ہے لیکن اس کی محبت ''صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں'' والا نرالا انداز ہے۔ اس لئے اس کی محبت کو جلد سمجھ لینا اور اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

کہتا ہے کون نالہ بلبل کو بے اثر
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

☆☆☆☆☆

﴿غزل نمبر 2﴾

حوالہ جات:۔

شعر نمبر ۱: محبت صلح بھی پیکار بھی ہے
ہر شاخ گل بھی تلوار بھی ہے

شاعر کا نام	علی سکندر مراد آبادی
ماخوذ از	دیوان جگر

حل لغت: صلح: امن۔ پیکار: جنگ، لڑائی۔

تشریح: جگر مراد آبادی کہتے ہیں کہ محبت کے دو پہلو ہیں۔ ایک طرف امن، خلوص اور بھائی چارہ ہے۔ جس سے دنیا میں امن قائم ہو سکتی ہے۔ تو دوسری طرف جنگ و جدل اور ناراضگی بھی ہے۔ جو لڑنے کا حوصلہ بھی عطا کرتی ہے۔ اور لوگ اپنی محبت کی خاطر ایک دوسرے کا خون بھی بہاتے ہیں۔ محبت اگر اپنی نفاست اور نرم و نازکی میں پھولوں کی شاخ کی مانند ہے تو دوسری طرف رقیبوں اور فساد کرنے والوں کے لئے یہ تلوار سے بھی زیادہ سخت ہے۔ بقول شاعر:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

شعر نمبر ۲: طبیعت عشق کی خوددار بھی ہے
ادھر نازک مزاج یار بھی ہے

حل لغت: مزاج یار: دوست کا مزاج/طبیعت۔ خوددار: غیرت مند

تشریح: اس شعر میں شاعر جگر مراد و آبادی کہتے ہیں کہ عشق کے مزاج میں غیرت اور خودی ہے۔ یعنی عشق فطرتاً خوددار ہوتا ہے۔ وہ خواہ مخواہ محبوب کے سامنے نہیں جھکتا۔ عاشق لوگ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور کسی کی پروا نہیں کرتے۔ خواہ کتنا بڑا شخص ہو لیکن عاشق کی بدقسمتی یہ ہے کہ محبوب کی طبیعت بہت نازک ہوتی ہے۔ محبوب بات بات پر روٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ انتہائی حساس اور نازک مزاج ہوتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ عاشق اس کی مرضی کے مطابق چلتا رہے لیکن دوسری طرف عاشق اپنی خودی کی حفاظت کرتے ہوئے محبوب کے پاؤں پڑنا پسند نہیں کرتا اور اسے اپنی توہین سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب ہمیشہ روٹھا رہتا ہے۔ بقول شاعر:

awazeinqilab.com

خود داریوں نے سر نہ جھکانے دیا شکیل
حسرت سے ان کے نقش قدم دیکھتے رہے۔

شعر نمبر۳: یہ فتنے جن سے اک دنیا ہے نالاں
انہی سے گرمی بازار بھی ہے۔

حل لغت: فتنے: فساد، مصیبتیں۔ نالاں: تنگ، بیزار۔ گرمی بازار: دنیا کی رونق، گہما گہمی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ بعض لوگ عشق و محبت اور زمانے کے انقلاب کو فتنہ و فساد سمجھتے ہیں۔ اور اس سے بیزاری کی باتیں کرتے ہیں کہ شیطان نے انسان کو طرح طرح کی لڑائیوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ شیطان کے ان فتنوں اور فسادات سے دنیا کے اکثر لوگ تنگ آ گئے ہیں۔ کیونکہ کہیں دولت کے لئے لوگ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ کہیں زمین کے جھگڑے ہیں، کہیں عورت جھگڑے کا سبب بنی ہے اور کہیں ہوس کے پجاری دنیا میں اپنے مقاصد کے لئے فساد برپا کئے ہوئے ہیں۔ لیکن دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو ان ہی فتنوں اور ہنگاموں کی وجہ سے زندگی کی رونقیں بحال ہیں۔ اگر ان کو زندگی سے نکال دیا جائے تو دنیا کی چہل پہل کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بقول شاعر:

ہے میری جرأت سے مشت خاک میں ذوق نمو
میرے فتنے جامہ عقل و خرد کا تار و پو
بے فائدہ الم نہیں، بے کار غم نہیں
توفیق دے خدا تو یہ نعمت بھی کم نہیں

شعر نمبر۴: اسی انسان میں سب کچھ ہے پنہاں
مگر یہ معرفت دشوار بھی ہے

حل لغت: پنہاں: پوشیدہ۔ معرفت: تعلق، پہچان۔ دشوار: مشکل

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا رتبہ دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔ انسان کائنات کی سب سے افضل مخلوق ہے۔ خود قرآن کا موضوع انسان ہے۔ اس کا مقام فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ بقول شاعر:

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے
میں مسجود ملائک ہوں مجھے انسان رہنے دو

اللہ نے انسان کے اندر اتنی طاقتیں رکھ دی ہیں کہ یہ جو کا کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ لیکن جب اپنے رب کو پہچان لے اور رب کو تب پہچان سکتا ہے جب اپنے آپ کو پہچان لے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے۔ ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ'' انسان جب اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے۔ تو وہ رب کو پہچان جاتا ہے۔ پھر وہ معاشرے کا ایک عظیم انسان بن جاتا ہے۔ اور پھر فرشتوں سے بھی افضل مقام حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن بقول حالی:

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

شعر نمبر۵: خبردار! اے سبک ساران ساحل
یہی ساحل کبھی منجدھار بھی ہے

حل لغت: سبک ساران: آرام کرنے والے، بے فکر، کاہل۔ ساحل: دریا کا کنارا۔ منجدھار: گرداب، بھنور، دریا کا وسط

تشریح: اس شعر میں شاعر کاہل، بے فکر، اور غافل لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اب دریا کے ساحل پر جس بے فکری سے کھڑے ہو کر زندگی کے ہنگاموں کا تماشا کر رہے ہیں۔ یہی ساحل آپ کے لئے منجدھار ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دریا میں کسی بھی وقت طغیانی آ سکتی ہے جو آپ کو اپنے ساتھ بہا کر لے جا سکتی ہے۔ اور آپ کے لئے جان لیوا اور مشکلات کا باعث بن سکتا ہے۔ بقول شاعر:

حقارت سے نہ دیکھیں اہل ساحل اہل طوفان کو
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کنارے ڈوب جاتے ہیں

شعر نمبر۶: یہی دنیا ہے بستی آنسوؤں کی
یہی دنیا تبسم زار بھی ہے

حل لغت: تبسم زار: ہنسنے ہنسانے والی جگہ۔

تشریح: اس شعر میں شاعر جگر مراد آبادی دنیا کے دو مختلف صورتیں دکھا کر کہتے ہیں کہ ایک طرف دنیا میں غم ہی غم نظر آتا ہے۔ جس سے بھی پوچھیں وہ دنیا میں خوش نہیں ہوگا۔ اس کا کوئی نہ کوئی مسئلہ ضرور ہوگا اور وہ کسی بھی حال میں مطمئن اور خوش نہیں ہوگا۔ لیکن دوسری طرف بعض لوگ خوشیاں بھی مناتے ہیں ان کے لبوں پر مسکراہٹیں ہوتی ہیں۔ غم اور خوشی دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ربط اور تعلق موجود ہے۔ غم کے بعد خوشی اور خوشی کے بعد غم کا آنا فطری ہے۔

awazeinqilab.com

جانے کن لوگوں کی بستی میں چلے آئے فراز
آبدیدہ ہے کوئی، خندۂ لب ہے کوئی

شعر نمبر ۷: اُن آنکھوں کی زہے معجز بیانی
بہم انکار بھی، اقرار بھی ہے

حل لغت: زہے: خوش نصیبی، مبارک۔ معجز بیانی: پراثر باتیں، خوبصورت باتیں۔ بہم: ایک ساتھ۔

تشریح: اس شعر میں شاعر جگر محبوب کی آنکھوں کی جادوئی اثر کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ محبوب کی آنکھوں میں بیک وقت انکار کی لذت بھی پائی جاتی ہے اور اقرار بھی موجود ہوتی ہے۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ محبوب کو اس کی آنکھوں کی یہ معجز بیانی مبارک ہو۔ بقول شاعر:

کون جیتے گا ان سے باتوں میں
جس کی آنکھیں کلام کرتی ہوں

ایک اور شاعر نے محبوب کی آنکھوں کی تعریف اس طرح کی ہے۔

وہ آنکھیں بولتی رہتی ہوں جیسے
بصارت بھی سماعت ہو گئی ہے

☆☆☆☆☆

مشق

سوال نمبر 1: خالی جگہ پر کریں۔

ا۔ غزل کے پہلے شعر کو **مطلع** کہتے ہیں۔

ب۔ شاعر اپنا تخلص غزل کے **آخری** شعر میں لاتا ہے۔

ج۔ غزل کے ہر دوسرے مصرعے کے آخر میں آنے والے ہم وزن الفاظ کو **قافیہ** کہتے ہیں۔

د۔ تبسم زار میں "زار" **لاحقہ** ہے۔

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل الفاظ میں ''شناسی'' کا لاحقہ لگا کر نئے الفاظ بنائیں اور ان کے معنی لکھیں۔

خدا۔ فرض۔ قدر۔ سخن۔ خود۔ ادا۔ موقع۔

جواب:

لاحقے	معنی
خداشناسی	اللہ تعالیٰ کو پہچاننا
فرض شناسی	اپنا فرض پہچاننا
قدرشناسی	قدر کرنے والا۔ دوسروں کی عزت جاننا۔
سخن شناسی	اپنے آپ کو پہچاننا۔
اداشناسی	ناز و نخرے جاننے والا۔
موقع شناسی	موقع اور محل دیکھ کر کام کرنا۔

سوال نمبر ۳: پہلی غزل کے مطلع اور مقطع کی نشاندہی کریں۔

جواب: **پہلی غزل کا مطلع:**

کسی صورت نمودِ سوزِ پنہانی نہیں جاتی
بجھا جاتا ہے دل، چہرے کی تابانی نہیں جاتی

www.emqilab.com

پہلی غزل کا مقطع:

جگر وہ بھی ذِ سر تا پا محبت ہی محبت ہے
مگر ان کی محبت صاف پہچانی نہیں جاتی

سوال نمبر۴: غزل نمبر 1 کے قافیے تحریر کریں۔

جواب: **پہلی غزل کے قافیے:**

پنہانی، تابانی، پہچانی، مانی، ویرانی، حیرانی، طغیانی، پہچانی۔

سوال نمبر۵: غزل نمبر 2 کی ردیف بتائیں۔

جواب: ''بھی ہے'' غزل نمبر 2 کی ردیف ہے۔

سوال نمبر۶: مندرجہ ذیل کے متضاد لکھیں۔

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
حقیقت	مجاز	خشک	تر
آباد	ویران	محبت	نفرت
نادانی	دانائی		

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۲۱

﴿غزلیات﴾

فراق گورکھپوری

﴿غزل نمبر 1﴾

شعر نمبر۱:

بچھڑ گیا ہوں مگر کارواں سے دور نہیں
یہ خاک قافلہ رفتگاں سے دور نہیں

شاعر کا نام	فراق گورکھپوری
ماخوز از	دیوان فراق

حل لغت: بچھڑ گیا: جدا ہو گیا، دور ہو گیا۔ کارواں: قافلہ۔ رفتگاں: گئے ہوئے یا مرے ہوئے لوگ۔

تشریح: اس شعر میں شاعر فراق گورکھپوری کہتے ہیں کہ میں جس قافلے میں شامل تھا۔ اس سے میں بچھڑ گیا ہوں اور کارواں مجھے راستے میں چھوڑ کر بہت آگے جا چکا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ قافلہ اتنا دور نہیں گیا ہوگا۔ اگر میں کوشش اور جدوجہد کروں تو قافلے کے افراد سے دوبارہ مل سکتا ہوں۔ کیونکہ جس جگہ میں موجود ہوں یہ جگہ رخصت ہونے والے قافلے سے اتنا دور نہیں۔

مطابقت کا شعر:

موت سے کس کو استگاری
آج یہ کل ہماری باری ہے

شعر نمبر۲:

وہ منزلیں میری جولاں کہ محبت ہیں
جہاں زماں و مکاں لامکاں سے دور نہیں

حل لغت: جولاں گیر: گھوڑ دوڑ کا میدان، میدان عمل۔ زمان: زمانہ۔ لامکاں: عرش معلیٰ، اگلا جہاں۔

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ اس فانی دنیا اور عرش معلیٰ یعنی اگلی دنیا کے درمیان جو فاصلہ اور منزلیں ہیں ان تک پہنچنا اور اسے کرنا مشکل بھی نہیں جتنا کہ لوگوں کا خیال ہے۔ ان منزلوں میں، میں عشق و محبت کا کھیل کھیلتا ہوں اور ان کو محبت کے کھیل کا میدان سمجھتا ہوں اور وہاں تک میری محبت براہِ راست پہنچتی ہے۔ یعنی میں اس مقام تک بھی پہنچ سکتا ہوں۔ جہاں دونوں دنیاؤں کی سرحدیں ملتی ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان عشق و محبت کی طاقت سے عرش معلیٰ تک بھی پہنچ سکتا ہے۔

awazeilmilab.com

مرتبہ دیکھ خاک آدم کا
یہ مقامات مہر و ماہ نہیں

شعر نمبر ۳: سکوتِ غنچہ لب، رشک صد پیام وصال
تری نہیں ہے قریں بھی ہے ہاں سے دور نہیں

حل لغت: غنچہ لب: خوبصورت ہونٹ۔ رشک: حسد، فخر۔ صد: سینکڑوں۔ پیام وصال: ملاقات کا پیغام۔ قرین: قریب،

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کے پھول جیسے حسین اور نرم و نازک ہونٹوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے میرے محبوب تیرے پھول جیسے خوبصورت ہونٹ اگر چہ بند ہیں۔لیکن تیری اس خاموشی میں بھی وصال کا ایک پیغام موجود ہے۔اے محبوب آپکی خاموشی واضح نہیں ہوتی بلکہ انکار اور اقرار کے ہر دو جوابوں کو اجاگر کرتی ہے۔اور ان دونوں خوالوں میں ہمارے لئے سکون، راحت اور لطف و سرور کا سامان موجود ہے۔بقول شاعر۔

ان آنکھوں کی زہے معجز بیانی
ہم اقرار بھی، انکار بھی ہے

وہاں سے ہاں کی تمنا میں عمر بیت گئی
جہاں نہیں کے سوا دوسرا جواب نہیں

شعر نمبر ۴: تیرا کلام بھی خاموشیوں کا حامل ہے
میرا سکوت بھی لفظ و بیاں سے دور نہیں

حل لغت: کلام: بات، بیان۔ حامل: مشتمل۔ سکوت: خاموشی

تشریح: شاعر فراق گورکھپوری اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے محبوب تیری باتوں میں اتنی نرمی، وقار، شان ہے کہ جب تو باتیں کرتا ہے تو ہر طرف خاموشی کا راج ہوتا ہے۔آپ کی ہر بات میں بڑے بڑے مطالب پوشیدہ ہوتے ہیں۔اس طرح جب میں خاموش رہتا ہوں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مجھے بولنا نہیں آتا لیکن میں محبوب کے سامنے کسی مصلحت کی خاطر خاموش رہتا ہوں۔میری خاموشی بھی الفاظ و بیاں کے مترادف ہوتی ہے۔اور اس سے میرا مقصد صاف طور پر اخذ کیا جا سکتا ہے۔بقول شاعر۔

کچھ سُن کے جو میں چپ ہوں تو تم کہتے ہو بولو
دیکھوں تو یہ تھوڑا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں

شعر نمبر ۵: اسی کو سینے سے اپنے لگائے پھرتا ہوں
وہ اک غم جو غم رفتگاں سے دور نہیں

حل لغت: غم: دکھ، درد۔ رفتگاں: گزرے ہوئے۔

تشریح: شاعر فراق گورکھپوری کہتے ہیں کہ اے محبوب! آپ نے محبت میں جو درد اور غم دیئے ہیں۔وہ میری محبت کی یادگاریں ہیں۔لیکن ان غموں میں ایک غم ایسا ہے جو میری زندگی کا سرمایہ بن چکا ہے۔اور اسی ایک غم کو میں سینے سے لگائے پھرتا ہوں۔اگر چہ یہ ایک غم یعنی غم جدائی، آپ کے دیئے ہوئے دوسرے غموں سے مختلف نہیں ہے۔لیکن یہ غم جدائی مجھے بہت عزیز ہے اور میں اسے سینے سے لگائے ابھی تک زندہ ہوں۔اور ایک نہ ایک دن اسی غم کو دل میں بسا کر اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔بقول شاعر۔

اک آگ غم تنہائی کی جو سارے بدن میں پھیل گئی
جب جسم ہی سارا جلتا ہو پھر دامن دل کو بچائیں کیا

شعر نمبر ۶: فراق ازل سے بہاریں ہیں منتظر جس کی
وہ گلستان میرے زخم نہاں سے دور نہیں

حل لغت: ازل سے: ہمیشہ سے، جب سے دنیا بنی ہے۔ منتظر: انتظار کرنے والی۔گلستان: باغ، چمن۔ زخم نہاں: پوشیدہ غم۔

تشریح: غزل کے اس مقطع میں شاعر فراق اپنے دل کے زخموں کو گلستان کے پھولوں کے مانند قرار دے کر کہتے ہیں۔کہ جس طرح بہار کے موسم میں پھول کھلتے ہیں اور گلستان کی خوبصورتی کا باعث بنتے ہیں اسی طرح میرے چھپے ہوئے زخم کلیوں کی مانند ہیں۔یہ کھل کر پھول بن جائیں گے۔اور گلستان میں بہار کی کیفیت برپا کریں گے۔وہ گلستان جس نے ابھی تک بہار نہیں دیکھا اور ابتداء ہی سے بہاریں اس کا منتظر رہی ہیں۔اب وہ میرے زخموں کی وجہ سے بہاریں دیکھ سکے گا۔اور بہت جلد بہار کا راج ہوگا۔اور غم اور دکھ خوشیوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔

جس جگہ تیرا خون ٹپکا تھا
لوگ کہتے ہیں گل کھلے ہیں بہت

☆☆☆☆☆

awazeinqilab.com

﴿غزل نمبر 2﴾

شعر نمبر ۱: شامِ غم کچھ اس سراپا ناز کی باتیں کرو
بے خودی بڑھتی چلی ہے راز کی باتیں کرو

حوالہ جات:

شاعر کا نام	فراق گورکھپوری
ماخوذ از	دیوانِ فراق

حل لغت: شامِ غم: غم کی شام، جدائی کی شام۔ سراپا: سر سے پاؤں تک۔ ناز: فخر، نخرے۔ بے خودی: مدہوشی،

تشریح: شاعر فراق گورکھپوری اپنے محبوب کی جدائی میں دکھی، غم زدہ اور اکیلا ہے۔ اس لئے وہ شام کو اپنا رفیق بنا کر اس سے اپنے محبوب کے متعلق کہتا ہے۔ کہ اے شامِ غم تم ہی میرے پیارے محبوب کے بارے میں کچھ بتاؤ اس کی ناز و ادا کی کچھ باتیں کرو کیونکہ اس کی جدائی میں میری حالت بہت خراب ہے اور میری بے خودی بڑھتی جا رہی ہے۔ تم میرے محبوب کی راز و نیاز کی باتوں کا ذکر کرو تا کہ یہ بے چینی ختم ہو جائے اور شاید میری طبیعت کچھ سنبھل جائے اور مجھے چین اور قرار آ جائے۔ بقولِ شاعر۔

آپ کی یاد آتی رہی رات بھر
چشمِ نو مسکراتی رہی رات بھر

یاد کے چاند دل میں اترتے رہے
چاندنی جگمگاتی رہی رات بھر

شعر نمبر ۲: ہر رگِ دل، وجد میں آتی رہے، دکھتی رہے
یوں ہی اس کے جاوبے جا ناز کی باتیں کرو

حل لغت: رگِ دل: دل کی رگ، زندگی۔ وجد: سرور۔ دکھنا: درد میں مبتلا ہونا۔ جاوبے جا: موقع بہ موقع۔ جائز و ناجائز، جگہ بہ جگہ۔ ناز: فخر، غرور۔

تشریح: اس شعر میں شاعر شامِ غم سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے شامِ غم آج تم مجھے میرے بچھڑے ہوئے محبوب کی وہ ساری باتیں سناؤ اور میرے عشق کے دوران وہ مجھے جو ناز و انداز دکھاتا تھا اور مجھے صرح طرح سے تنگ کرتا تھا۔ اپنی شوخی اور شرارت سے مجھے اذیت پہنچاتا تھا۔ اگر تم نے ان اداؤں کا ذکر چھیڑ دیا تو میرے دل کی تمام رگیں جذبہ و مستی سے بھڑکنے لگیں گی۔ اور دل میں

بیٹھا بیٹھا درد پیدا ہو گا۔ بقول شاعر۔

شبِ فراق تو کٹتی نظر نہیں آتی
خیالِ یار میں آؤ فراز سو جائیں

ستم کو ہم کرم سمجھے، جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے

ذکر کرتے ہیں تیرا مجھ سے، رضوان خفا
چارہ گر پھول پرولائے ہیں تلواروں میں

شعر نمبر ۳: جو عدم کی جان ہے جو ہے پیامِ زندگی
اس سکوتِ راز، اس آواز کی باتیں کرو

حل لغت: عدم: نیستی، نہ ہونا۔ پیامِ زندگی: زندگی کا پیغام۔ سکوتِ راز: راز بھری خاموشی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ میرا محبوب جسے چاہے اپنے ناز و ادا سے قتل کر دیتا ہے اور جسے چاہے موت کے منہ سے نکال کر زندگی کی آغوش میں لے آتا ہے۔ وہ بیک وقت جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے اور زندگی بخش بھی۔ اس کی خاموشی راز سے خالی نہیں اور اسکی گفتگو اور آواز پردہ پوشی اور راز کا پہلو بھی رکھتی ہے۔ یہاں سکوت راز سے مختلف ہے اور شاعر شامِ غم سے محبت کی باتیں کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ بقول شاعر:

کیا اس سے بحث کرتی میری کم سخن نظر
ہر زاویئے سے اس کا بدن بولتا رہا

شعر نمبر ۴: نام بھی لیتا ہے جس کا اک جہانِ رنگ و بو
دوستو! اس نو بہارِ ناز کی باتیں کرو

حل لغت: جہانِ رنگ: رنگ اور خوشبو سے بنی ہوئی دنیا۔ نو بہارِ ناز: جس پر نئی بہاریں بھی فخر کریں۔

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کی دلکشی اور دل آویزی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ میرا محبوب اتنا حسین ہے کہ لوگوں کو تو چھوڑ رنگ و بو کے قافلے یعنی پھول بھی اس پر عاشق ہو گئے ہیں۔ اس لئے اے میرے دوستو! تم دنیا کی دوسری چیزوں پر بحث نہ کرو صرف میرے محبوب کی باتیں کرو کیونکہ اس کے حسن و جمال پر نئی بہاریں بھی ناز اور فخر کرتی ہیں۔ وہ بہاروں سے زیادہ حسین

awazeiqlab.com

ہے اس لئے مجھے صرف اسی کا ذکر اچھا لگتا ہے۔ بقول شاعر:

؎ دوستو اس چشم ولب کی کچھ کہو جس کے بغیر
گلستان کی بات پیاری ہے نہ میخانے کا نام

شعر نمبر ۵: ؎ جو حیات جاوداں ہے جو ہے مرگِ ناگہاں
آج کچھ اس ناز اس انداز کی باتیں کرو

حل لغت: حیات جاوداں: ہمیشہ کی زندگی۔ مرگ ناگہاں: اچانک موت، دائمی زندگی۔

تشریح: اس شعر میں شاعر فراقؔ لہجہ بدل کر پھر وہی گزشتہ حوالے دہرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرا محبوب جس پر مہربان ہو جاتا ہے۔ تو وہ شخص ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے اور مرنے کے بعد بھی لوگ اسے یاد رکھتے ہیں لیکن اس کا دوسرا روپ بہت خطرناک ہے جس سے اس کی طبیعت بگڑتی ہے اور جس سے وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کی خیر نہیں ہوتی۔ میرا محبوب اس کے لئے ایک ناگہانی موت بن جاتا ہے۔ اس لئے میرے دوست آج تم میرے اس محبوب کے ناز ونخروں اور نرالے انداز کی باتیں کرو کہ اس نے کتنے ناتواں لوگوں کو زندگی بخشی اور کتنے توانا لوگوں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

بقول شاعر۔

؎ بارہا مجھ سے کہا تھا میرے یاروں نے وصیؔ
عشق دریا ہے جو بچوں کو نگل لیتا ہے

شعر نمبر ۶: ؎ عشق بے پروا بھی اب کچھ ناشکیبا ہو چلا
شوخیِ حسن کرشمہ ساز کی باتیں کرو!

حل لغت: ناشکیبا: بے قرار، بے چین، بے صبر۔ شوخیِ حسن: حسن کی شوخی وشرارت، ناز ونخرے۔ کرشمہ ساز: عقل کو حیران کر دینے والا۔

تشریح: فراقؔ گورکھپوری اس شعر میں کہتے ہیں کہ میرے بے پروا عشق کا صبر وبرداشت اب ختم ہو چکا ہے۔ میرے عشق کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اس لئے مجھ سے ناز وادا کرنے والے بے باک اور شرارتی محبوب کی اداؤں کا ذکر کرو تا کہ کچھ دیر کے لئے میرا دل بہل جائے اور اسے صبر وقرار آجائے۔ بقول شاعر:

؎ دیکھوں تو چشم یار کی جادو نگاہیاں
بے ہوش اک نظر میں ہوئی انجمن تمام

؎ یار وذرا چھیڑوں رسن ودار کی باتیں
سن لی ہے بہت لب ورخسار کی باتیں

شعر نمبر ۷: ؎ جس کی فرقت نے پلٹ دی عشق کی کایا فراقؔ
آج اس ''عیسیٰ نفس دم ساز'' کی باتیں کرو

حل لغت: فرقت: جدائی کایا پلٹنا: بازی بدلنا دم ساز: دوست

تشریح: اس شعر میں شاعر فراقؔ گورکھپوری کہتے ہیں کہ جس محبوب کی جدائی نے میرے عشق کی حالت بدل دی اور جس نے مجھے عشق کی پوشیدہ باتوں سے اشنا کیا۔ وہ میری بہت قدر کرتا تھا۔ میرے دکھ سکھ کا ساتھی تھا لیکن وہ مجھے چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ میں اکیلا رہ گیا اس کی جدائی نے میرے عشق کی حالت مکمل طور پر تبدیل کر دی اور خوشی غم میں اور کامیابی ناکامی میں بدل گئی۔ اس لئے آج میرے ساتھ اس ہمدم اور ساتھی کی باتیں کر جو سچائی میں عیسیٰؑ کے برابر ہے اور جس کے دم سے بیمار شفا پاتے ہیں۔ یعنی جس کی باتیں سن کر میرے تن مردہ میں دوبارہ جان آجائے گی۔ بقول شاعر:

؎ ختم ہو جائیں جن کو دیکھ کے بیماریٔ دل
ڈھونڈ کر لائیں کہیں سے وہ مسیحا چہرے

؎ میری آنکھوں کے سمندر میں جلن کیسی ہے۔
آج دل کو تڑپنے کی لگن کیسی ہے

؎ اب کی چھت پہ چراغوں کی قطاریں بھی نہیں
اب تیرے شہر کی گلیوں میں گھٹن کیسی ہے

☆☆☆☆☆

awazenqilab.com

﴿مشق﴾

سوال نمبر۱: صنعت تلمیح کی تعریف کریں اور درج ذیل مصرعے میں تلمیح کی وضاحت کریں۔

جواب: اگر کسی شعر میں کچھ الفاظ ایسے آجائیں جن میں کسی مشہور واقعے کی طرف اشارہ ہو تو اسے تلمیح کہا جاتا ہے۔ جیسے:

آج اس ''عیسیٰ نفس دم ساز'' کی باتیں کرو

حضرت عیسیٰ کو اللہ نے یہ معجزہ دے رکھا تھا کہ وہ کسی بھی بیمار کو دم کرتے تو وہ تندرست ہو جاتا۔ آپ تین تلمیحات لکھیں۔

۱۔ قیس ہو کوہکن ہو یا حالی

عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں

مندرجہ بالا شعر میں ''قیس'' اور ''کوہکن'' تلمیحات ہیں۔

۲۔ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اس شعر میں ''آتشِ نمرود'' تلمیح ہے۔

۳۔ سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں

سلام اس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں

مندرجہ بالا شعر میں ''بازارِ طائف'' تلمیح ہے۔

سوال نمبر۲: بے خودی میں ''بے'' سابقہ ہے۔ آپ مندرجہ ذیل سابقوں سے نئے الفاظ بنائیں۔ نا، خوش، پُر، ہم۔

جواب:

سابقہ	الفاظ
نا	ناپسند، ناخبر، ناروا، ناتواں، ناچیز۔
خوش	خوش نصیب، خوش اخلاق، خوش قسمت، خوش حال۔
پُر	پُر جوش، پُر زور، پُر اثر، پُر رونق، پُر خطر۔
ہم	ہم جماعت، ہم نام، ہم راز، ہم دم، ہم عمر۔

سوال نمبر۳: مندرجہ ذیل قواعد کی رو سے کس قسم کے مرکبات ہیں؟

زمان و مکان، عدم کی جان، رگِ دل، وہ منزلیں، ازل سے۔

جواب:

زمان و مکان ---------- مرکب عطفی

عدم کی جان ---------- مرکب اضافی

رگِ دل ---------- مرکب اضافی

وہ منزلیں ---------- مرکب اشاری

ازل سے ---------- مرکب جاری

سوال نمبر۴: مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

حیاتِ جاوداں، فرقت، کایا، دم ساز، پیامِ زندگی، وجد، عدم، چشمِ پُرنم۔

جواب:

الفاظ	جملوں میں استعمال
حیاتِ جاوداں	شہید کو حیاتِ جاوداں نصیب ہوتی ہے۔
فرقت	بچے کی فرقت سے ماں کا برا حال ہو گیا۔
کایا	عمر گل نے ایک اوور میں تین کھلاڑیوں کو آوٹ کر کے میچ کی کایا پلٹ دی۔
دم ساز	اکبر میرا گہرا دوست اور دم ساز ہے۔
پیامِ زندگی	محبت پیامِ زندگی ہے۔
وجد	داتا دربار میں بہت سے لوگ وجد میں آجاتے ہیں۔
عدم	موت کے بعد عدم کی زندگی شروع ہو گی۔
چشمِ پرنم	سلیم اپنے محبوب کی جدائی میں چشم پرنم ہے۔

www.emqilab.com

سوال نمبر۵: پہلی غزل کے مطلع میں "کارواں" اور "خاک" سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: پہلی غزل کے مطلع میں "کارواں" سے مراد وہ لوگ یا شاعر کے وہ دوست ہیں جو ان سے پہلے وفات پا چکے ہیں اسی مطلع میں "خاک" سے مراد شاعر کی اپنی ذات ہے۔

سوال نمبر۶: متضاد لکھیں: دور، مکان، وصال، غم، ازل۔

جواب:

الفاظ	متضاد الفاظ
دور	نزدیک
مکان	لامکان
وصال	فراق
ازل	ابد
غم	خوشی

☆☆☆☆☆

باب نمبر۲۲

﴿غزلیات﴾

ادا جعفری

﴿غزل نمبر 1﴾

شعر نمبر۱:

ہونٹوں پہ کبھی اُن کے میرا نام ہی آئے
آئے تو سہی برسرِ الزام ہی آئے

حوالہ جات:

شاعر کا نام	ادا جعفری
ماخوذ از	شہر درد

حل لغت: ہونٹوں: لبوں۔ برسرِ الزام: الزام کے ساتھ۔

تشریح: شاعرہ ادا جعفری کہتی ہیں۔ کہ یہ میری بہت بڑی خواہش ہے کہ محبوب کے ہونٹوں پر میرا نام آجائے۔ یعنی وہ مجھے میرا نام لے کر پکارے لیکن وہ تو بھولے سے بھی میرا نام زبان پر نہیں لاتا۔ اگر وہ میری برائی بھی بیان کریں تو مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہے لیکن وہ ایک دفعہ اپنے ہونٹوں پر میرا نام تو لے آئیں۔ بس میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ وہ میرے سامنے میرا نام لے۔ بقولِ غالبؔ:

ع ذکر میرا بہ بدی بھی اسے منظور نہیں

شعر نمبر۲:

حیران ہیں، لب بستہ ہیں دلگیر ہیں غنچے
خوشبو کی زبانی ترا پیغام ہی آئے

حل لغت: لب بستہ: بند ہونٹ، خاموش۔ دلگیر: اداس، غمگین۔ غنچے: کلیاں۔ پیغام: خبر۔

تشریح: اس شعر میں شاعرہ ادا جعفری کہتی ہیں کہ چمن کی کلیاں آج بہت اداس ہیں۔ اس کے ہونٹ بند ہیں اور حیران و پریشان ہیں۔ انہوں نے مسکرانا اور چٹکنا چھوڑ دیا ہے۔ انہیں محبوب کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ کہ وہ کہاں گیا ہے۔ کوئی اس کا پیغام لانے والا نہیں ہے۔ اب اگر تیرا پیغام خوشبو کی زبانی مجھ تک پہنچ جائے تو غنیمت ہے۔

awazeinqilab.com

بقول شاعر:

اے صبا کہنا مرے دلدار کو
دل تڑپتا ہے ترے دیدار کو

شعر نمبر۳: لمحات مسرت ہیں تصور سے گریزاں
یاد آئے ہیں جب بھی غم و آلام ہی آئے

حل لغت: لمحاتِ مسرت: خوشیوں کے لمحے۔ تصور: سوچ، خیال۔ گریزاں: دور رہنا، نالاں۔ آلام: مصیبتیں

تشریح: ادا جعفری اس شعر میں کہتی ہیں۔ کہ محبت کی ناکامی نے میری زندگی سے خوشی، راحت اور مسرت کے لمحات بھی چھین لئے ہیں۔ اگر کسی طریقے سے مسرت اور خوشی کے لمحات یاد بھی آئے تو غم و رنج اور مصائب ساتھ لے آتے ہیں۔ میں کوشش کے باوجود بھی ان یادوں سے چھٹکارا نہیں پا سکتی۔ جب محبوب میرے ساتھ تھا تو ہر چیز خوبصورت اور حسین تھی۔ لیکن جب وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تو ہر طرف اداسی پھیل گئی اور ہر چیز سے غم ٹپکنے لگا۔ بقول داتش

گزر چکی ہے جو احسان ان کی محفل میں
انہی قرار کی گھڑیوں نے بے قرار کیا۔

شعر نمبر۴: تاروں سے سجائیں گے رہِ شہر تمنا
مقدور نہیں صبح، چلو شام ہی آئے

حل لغت: سجائیں گے: خوبصورت بنائیں گے۔ راہِ شہر: شہر کا راستہ۔ تمنا: ارمان، خواہش۔
مقدور: طاقت، قسمت میں ہونا۔

تشریح: اس شعر میں شاعرہ ادا جعفری اپنی لازوال محبت کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میری خواہش ہے کہ محبوب میرے پاس آ کر اپنا دیدار کرائے اور وصال کی لذتوں سے لبریز کرا دے۔ لیکن اگر وہ صبح کے وقت آنے سے معذور ہے تو بے شک شام کے وقت آ جائے۔ (کیونکہ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر واپس آئے تو اس کو بھولا نہیں کہتے)۔ میں اپنی خواہش کے مطابق شہر کو اس کے استقبال کے لیے ایسا سجا دوں گی کہ تمام راستوں کو جگمگاتے ستاروں سے بھر دوں گی۔ بقول شاعر:

ہم انتظار کریں گے ترا قیامت تک
خدا کرے کہ قیامت ہو اور تو آئے

شعر نمبر۵: کیا راہ بدلنے کا گلہ ہم سفروں سے
جس رہ سے چلے تیرے در و بام ہی آئے

حل لغت: راہ بدلنا: بے وفائی کرنا، راستہ بدلنا۔ ہم سفروں: دوستوں۔ در: دروازہ۔ بام: منڈیر، چھت۔

تشریح: اس شعر میں شاعرہ ادا جعفری کہتی ہیں کہ مجھے اپنے ہم سفروں کی بے وفائی کا دکھ اس لیے نہیں ہے کہ ایسا ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ میں جن لوگوں کا ساتھی اور ہم راہی بن کر سفر کر رہی ہوں۔ انھوں نے اگر راستہ تبدیل کر لیا ہے۔ مجھے چھوڑ دیا ہے تو میں اس کا شکوہ ہرگز نہیں کروں گی۔ کیونکہ ہر راستہ میرے محبوب کی گلی تک جاتا ہے۔ میں جس راستے سے بھی جانا چاہوں۔ وہ مجھے محبوب کے دروازے تک پہنچا دے گا۔ بقول فراز۔

میں راستہ نہیں بھٹکوں گی جس کا یقین مجھے آدھے
راستے میں چھوڑنے والوں کا ہے
جس سمت بھی دیکھوں نظر آتا ہے کہ تم ہو
اے جانِ جہاں یہ کوئی تم سا ہے کہ تم ہو

شعر نمبر۶: تھک ہار کے بیٹھے ہیں سرِ کوئے تمنا
کام آئے تو پھر جذبہ ناکام ہی آئے

حل لغت: سرِ کوئے: گلی کا آخری سرا۔ جذبہ: ولولہ، جوش۔

تشریح: شاعرہ کہتی ہیں کہ بعض اوقات ناکامیاں بھی انسان کو بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔ کہتی ہیں کہ عشق کے علاوہ بھی زندگی کے بعض مراحل میں مجھے ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور میں تھک ہار کر اوروں کے شہر کی گلی کے سرے پر بیٹھی ہوں اور مجھ میں اب مزید آگے بڑھنے کی تاب نہیں ہے۔ اب میرا ناکام جذبہ ہی میرے کام آ سکتا ہے اور مجھے میرے منزل تک پہنچا سکتا ہے یعنی ناکامی کے بعد دل میں جو اُمید قائم رہتی ہے وہ حوصلہ دلا کر لاپرواہوں کو منزل پر پہنچا کر رہتی ہے۔ بقول شاعر۔

ناکامیوں نے اور بھی سرکش بنا دیا
اتنے ہوئے ذلیل کہ خوددار بن گئے
دیکھتا ہوں جب بلاؤں کا ہجوم
اور بڑھ جاتے ہیں میرے حوصلے

awazeniqlab.com

شعر نمبر ۷:

باقی نہ رہے ساکھ ادا دشت جنوں کی
دل میں اگر اندیشہ انجام ہی آئے

حل لغت: ساکھ: عزت۔ دشتِ جنون: دیوانگی کا بیاباں/صحرا۔ اندیشہ انجام: انجام کا خطرہ۔

تشریح: ادا جعفری مقطع کے اس شعر میں کہتی ہیں کہ اگر عاشق کے دل میں انجام کا خوف پیدا ہو جائے کہ آیا اس منزل پر پہنچ جاؤں گا یا نہیں یا عشق میں مجھے کامیابی مل جائے گی یا ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو وہ کبھی عشق اختیار نہیں کرے گا۔ تو عشق و محبت کے دیوانے جس صحرا میں بھٹکتے پھر رہے ہیں اور جن کی وجہ سے بیابان کا وقار قائم ہے۔ وہ عزت اور وقار باقی نہ رہے گا۔ اور کوئی اس میں قدم نہیں رکھے گا۔ بقول غالب:

یہ عشق نہیں آسان اتنا ہی سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

دریائے محبت میں قدم سوچ کے رکھنا
دریائے محبت کے کنارے نہیں ہوتے

﴿غزل نمبر 2﴾

شعر نمبر ۱:

کیا جانیے کس بات پر مغرور رہی ہوں
کہنے کو تو جس راہ چلایا ہے چلی ہوں

حل لغت: مغرور: غرور۔ تکبر۔ راہ: راستہ

شاعر کا نام	ادا جعفری
ماخوذ از	شہرِ درد

تشریح: اس شعر میں شاعرہ ادا جعفری اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ معلوم نہیں مجھ میں وہ کون سی خوبی اور صفت ہے کہ جس پر میں مغرور رہی ہوں۔ اور اپنے آپ کو برتر سمجھتی ہوں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو میرے غرور کا کوئی حق نہیں بنتا۔ کیونکہ آپ نے مجھے جن راہوں پر چلنے کی تاکید کی ہے۔ میں بخوشی اسی راستوں پر چلی ہوں۔ میں نے آپ کی محبت میں ہر حکم کی تعمیل کی ہے۔ اور آپکی ہر خواہش کو حتی الوسع پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھ میں غرور اور تکبر کا ہونا ناممکن ہے۔ میں تو دوسروں کے اشاروں پر ناچتی رہتی ہوں۔ اور دوسروں کا حکم مانتی رہی ہوں۔ پھر بھی آپ ہمیں غرور اور تکبر کے القابات سے نواز رہے ہیں۔

مطابقت کا شعر:

پتھر مجھے کہتا ہے مرا چاہنے والا
میں موم ہوں اس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا

شعر نمبر ۲:

تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کا
یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں

حل لغت: پاس: قریب۔ عجب: عجیب۔

تشریح: شاعرہ ادا جعفری کہتی ہے۔ کہ اے میرے محبوب میں آپ کی جدائی میں ایسی تڑپ رہی ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔ جب تم میرے پاس نہیں ہوتے۔ تو دل کی عجیب حالت ہوتی ہے۔ میں ایسا محسوس کرتی ہوں جیسے مجھ سے کوئی چیز گم ہو اور میں سارا دن اسے تلاش کرتی رہتی ہوں۔ تیرے بغیر میرے دل کو چین و قرار نہیں آتا۔

حوالے کا شعر:

ہوا ہے تجھ سے بچھڑنے کے بعد اب معلوم
کہ تو نہیں تھا تیرے ساتھ ایک دنیا تھی

شعر نمبر ۳:

تیرے لیے تقدیر مری جنبش ابرو
اور میں تیرا ایمائے نظر دیکھ رہی ہوں

حل لغت: جنبش آبرو: آنکھ کا اشارہ۔ ایمائے نظر: چھپا ہوا اشارہ۔

تشریح: ادا جعفری اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں۔ اے میرے محبوب آپ تو میری آبرو کے ہلکے سے اشارے کو سمجھ جاتے ہو اور اس پر عمل بھی کرتے ہو۔ لیکن میں بھی اس محبت کا جواب محبت سے دیتی ہوں اور آپ کے اشاروں سے آپ کی مرضی جان کر عمل کرتی ہوں۔ مطلب یہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔ بقول شاعر۔

الفت کا جب مزا ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

شعر نمبر ۴:

صدیوں سے مرے پاؤں تلے جنت انسان
میں جنت انسان کا پتا پوچھ رہی ہوں

awazeinqilab.com

حل لغت: صدیوں: سینکڑوں سال۔ تلے: نیچے۔

تشریح: ادا جعفری کہتی ہے۔ کہ میں صدیوں سے سن رہی ہوں کہ انسان کا جنت عورتوں کے پاؤں کے نیچے ہے یعنی ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے۔ یعنی بطور انسان میں ایک بڑے مرتبے پر فائز ہوں۔ اور انسان ہی کائنات میں اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز ہے۔ لیکن افسوس کہ میں ہمیشہ اس جنت کا پتا پوچھ رہی ہوں۔ اور مجھے اس کے بارے میں خود بھی معلوم نہیں۔ یعنی اگر انسان دنیا میں اپنی حیثیت، اپنا مقام اور خودی پہچان لیں۔ تو اسے دونوں جہانوں کی جنت نصیب ہو جائے گی۔

شعر نمبر ۵:

دل کو تو یہ کہتے ہیں کہ بس قطرۂ خوں ہے
کس آس پہ اے سنگ سرِ راہ چلی ہوں

حل لغت: سنگ سرِ راہ: راستے میں پڑا ہوا پتھر۔ آس: امید۔ قطرہ خون: لہو کا قطرہ۔

تشریح: عام طور پر شاعر دل کو قطرہ خون قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دل تو بس خون کا ایک قطرہ ہے۔ اس کے سوا اس کی کوئی اہمیت نہیں اور نہ اس میں کوئی قوت ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر اے راستے میں پڑے ہوئے پتھر! میں کس کے سہارے اس کٹھن سفر پر روانہ ہوئی ہوں۔ میں تو دل کی بات مان کر محبت کر بیٹھی۔ میں نے تو دل کے سہارے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ اور اس دل کے سوا میرا کوئی آسرا نہیں۔ اے راستے کے پتھر تو ہی بتا میں نے اچھا کیا یا برا؟ میں منزل تک پہنچ جاؤں گی یا ساری عمر پچھتاوے کا آنسو بہاتی پھروں گی۔

شعر نمبر ۶:

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
قسمت کے کھلونے ہیں اجالا کہ اندھیرا
دل شغلہ طلب تھا سو بہر حال جلی ہوں

حل لغت: شغلہ طلب: چنگاری کا آرزومند۔ بہر حال: ہر حال میں۔

تشریح: ادا جعفری کہتی ہیں کہ زندگی میں اندھیرے اور اجالے لازم و ملزوم ہیں۔ یہ قسمت کے کھیل ہیں۔ کبھی خوشی ملتی ہے اور کبھی غم۔ یہ قسمت کے کھلونے ہیں۔ جن سے کھیلتے ہوئے انسان زندگی بھر اپنے آپ کو بہلاتا رہتا ہے۔ جن کی قسمت میں اندھیرا ہے ان کی زندگی اندھیرے میں گزرے گی۔ اور جن کی قسمت میں روشنی ہے وہ روشنیوں میں زندگی بسر کریں گے۔ لیکن میری بدقسمتی کہ

میرا دل تو ہر وقت کسی نہ کسی غم کی آگ میں مبتلا رہا۔ میری قسمت نے مجھے اندھیروں میں دھکیل دیا ہے۔ میرا دل عشق کے شغلے کا طالب تھا۔ اب جلنا ہی اس کا مقدر ہے۔ کیونکہ جو قسمت میں ہوتا ہے۔ آخر کار وہی ہوتا ہے اور میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔

میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا

☆☆☆☆☆

﴿مشق﴾

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل الفاظ و مرکبات کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مطلب واضح ہو جائے۔

دیگر، در و بام، ہم سفر، جنت انسان، قطرہ خوں، بہر حال۔

جواب:

الفاظ	جملوں میں استعمال
دیگر	عثمان اور علی کے دیگر دوست بھی امتحان میں پاس ہو گئے ہیں۔
در و بام	اس گھر کے در و بام کو میں کبھی نہیں بھول سکتا جہاں میرا بچپن گزرا ہے۔
ہم سفر	لاہور کے سفر میں عثمان میرا ہم سفر تھا۔
جنت انسان	جنت انسان ماں کے قدموں تلے ہے۔
قطرہ خون	زخم گہرا تھا لیکن ایک قطرہ خون بھی نہ نکلا۔
بہر حال	حسین نالائق تھا بہر حال امتحان میں پاس ہو چکا ہے۔

سوال نمبر ۲: ادا جعفری کی چند تصانیف کے نام تعارف میں دیئے گئے ہیں۔ آپ علامہ اقبال کی چند تصانیف کے نام لکھیں۔

جواب: علامہ اقبال کی اردو شعری تصانیف میں ''بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، شامل ہیں۔ جبکہ فارسی تصانیف میں پیامِ مشرق، زبورِ عجم، ارمغانِ حجاز، اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی وغیرہ شامل ہیں۔

سوال نمبر ۳: مندرجہ ذیل کے مترادف لکھیں۔

ہونٹ، تصور، بام، دشت، شبنم، جنبش، سنگ، جنت، اُجالا۔

www.shamsiqbal.com

جواب:

الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف
ہونٹ	لب	سنگ	پتھر
تصور	خیال۔سوچ	دشت	صحرا
بام	چھت	شبنم	اوس
جنبش	حرکت	جنت	بہشت
اجالا	روشنی		

سوال نمبر۴: مندرجہ ذیل کے متضاد لکھیں۔

جواب:

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
مسرت	غم	ویران	آباد
ہار	جیت	افسردہ	خوش
آخری	پہلی	آس	یاس
صبح	شام	جنت	دوزخ

سوال نمبر۵: مندرجہ ذیل کس قسم کے مرکبات ہیں؟

غم وآلام، آخری عید، ویران گزرگاہ، ماضی کے دھندلکے۔

جواب:

غم وآلام ---------- مرکبِ عطفی

آخری عید ---------- مرکبِ توصیفی

ویران گزرگاہ ---------- مرکبِ توصیفی

ماضی کے دھندلکے ---------- مرکبِ اضافی

سوال نمبر۶: پہلی غزل کے قافیے اور ردیف لکھیں؟

جواب: پہلی غزل کے قافیے:

نام، الزام، پیغام، آلام، شام، بام، ناکام اورانجام۔

پہلی غزل کا ردیف:

ہی آئے۔

سوال نمبر۷: پہلی غزل کا مطلع لکھیں؟

جواب: مطلع:

ہونٹوں پہ کبھی ان کے مرا نام ہی آئے
آئے تو سہی، بر سرِ الزام ہی آئے

☆☆☆☆☆☆

awazeinqilab.com

حصہ مضامین

تندرستی ہزار نعمت ہے

نولہ:

''تندرستی ہزار نعمت ہے''۔ یہ مقولہ صدیوں پرانا ہے۔ لیکن اسکی صداقت آج بھی مسلم ہے۔ دنیا کی کوئی بھی نعمت ندرستی کی سی قدر و قیمت نہیں رکھتی۔ اس نعمت کی موجودگی میں انسان دوسری کئی نعمتوں کے حصول کے لئے کوشش کرسکتا ہے اور کامیاب بھی ہوجاتا ہے لیکن اس کے بغیر وہ کہیں کا بھی نہیں رہتا۔ وہ ایک نعمت ہی سے محروم نہیں ہوتا۔ بلکہ ان تمام نعمتوں سے محروم وجاتا ہے۔ جو تندرستی کے بدولت حاصل کرسکتا ہے۔

دوسروں پر بوجھ:

صرف تندرست آدمی ہی زندگی کی ذمہ داریاں اٹھا سکتا ہے۔ بیمار آدمی تو زندگی کی کوئی ذمہ داری بھی اٹھانے کے قابل نہیں رہتا۔ بلکہ وہ خود بھی آہستہ آہستہ دوسروں پر بوجھ بنے لگتا ہے۔ وہی انسان جسے معاشرے کے لئے مفید ثابت ہونا چاہیے تھا۔ ب یکسر غیر مفید اور دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے۔

دوسروں کی علیحدگی:

انسان جب تک تندرست رہتا ہے اس کے بے شمار دوست ہوتے ہیں اور نت نئے دوست بنتے بھی رہتے ہیں لیکن باری کی حالت میں آہستہ آہستہ سب دوست ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ آدمی مایوسی کا شکار ہوکر بدمزاج ہونے لگتا ہے طبیعت میں بد زاجی پیدا ہونے پر رہے سہے دوست اور قریبی عزیز بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ وہ بالآخر تنہا رہ جاتا ہے اور بے کسی اور بے بسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

طے شدہ بات:

چنانچہ یہ بات طے شدہ ہے کہ تندرستی ایسی نعمت ہے جس کی کوئی بھی نعمت تلافی نہیں کرسکتی اور جس کے ضائع ہوجانے کی صورت میں انسان کی ہر طرح کی ترقی رک جاتی ہے اور وہ کئی دوسرے نعمتوں سے بھی محروم ہوکر بے کس و بے بس ہوکر رہ جاتا ہے ہیں اتنی اہم نعمت کے حصول کے لئے کوشش بھی کرنی چاہیے اور اس نعمت کی حفاظت کی بھی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

صحت مند غذا:

صحت کو برقرار رکھنے کے لئے اچھی غذا بہت ضروری ہے اچھی غذا سے مراد پر تکلیف خوراک نہیں بلکہ اس سے مراد ایسی

غذا کے ضروری اجزا ہیں۔ انہیں باقاعدہ استعمال کرنا چاہیے تاکہ جسمانی توانائی بحال رہے اور تندرستی قائم رہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھنا چاہیے۔ کہ کھانے کا آٹا بہت زیادہ چھنا ہوا نہ ہو۔ ہوسکے تو بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی استعمال کرنی چاہیے اور کچی سبزیاں بھی کھانے چاہیں۔ اور بغیر پانی نچوڑے چاول استعمال کرنا چاہیے او کچی سبزیاں بھی کھانے چاہیے جو ہمارے صحت کے لئے خاص طور پر مفید ہیں۔

احتیاط:

خوراک کے معاملے میں بے احتیاطی بھی نہیں برتنی چاہیے کھانے سے پہلے ہاتھ دو لینے چاہیں۔ اور کھانے کے بعد بھی ہاتھ دھو لینے چاہئیں اور کلی کرنا چاہیے۔ اچھی صحت کے لئے صاف ہوا بھی بنیادی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ وقت کھلی ہوا میں گزاریں اور کھلی ہوا میں سیر کریں اور تفریح کے لئے جائیں۔ ہمارے گھروں میں بھی صاف ہوا کی آمد و رفت کے لئے کھڑکیاں اور روشن دان ہونے چاہیے اور کمرے میں آگ روشن کرکے یا کوئلے جلا کر کبھی نہیں سونا چاہیے۔ اس کمرے کے اندر کی ہوا خراب ہوجاتی ہے اور انسان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

صاف ہوا:

اچھی اور معیاری صحت کے لیے ورزش بھی بے حد ضروری ہے۔ ورزش سے جسم تندرست رہتا ہے اور کھایا پیا بھی اپنا اثر دکھاتا ہے۔ ورزش کے بغیر کھایا پیا ہضم نہیں ہوتا۔ اور باقاعدگی سے بھوک بھی نہیں لگتی۔ ہر روز صبح کے وقت کچھ ورزش کر لینی چاہیئے اور صبح و شام کے وقت کھلی ہوا میں تھوڑی سی سیر بھی کر لینی چاہیے۔ سیر کے دوران آہستہ آہستہ چلنے سے سیر کا صحیح فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ تیز تیز قدم اٹھا کر رکھنے چاہیے۔ جس سے جسم تھوڑا بہت تھک بھی جائے۔ سیر اور ورزش کا یہ معمول بنا لیا جائے اور باقاعدہ غسل بھی کیا جائے۔ تو جسم چست رہتا ہے بھوک خوب لگتی ہے اور دن بھر کے کام کاج کے دوران تھکن کا احساس نہیں ہوتا۔

خاص اصول:

صحت کا برقرار رکھنے کے لئے ایک خالص اصول اور بھی ہے یعنی کام کے وقت کام اور آرام کے وقت آرام کیا جائے۔ بہت زیادہ کام کرنے سے بھی صحت گر جاتی ہے۔ اور بہت زیادہ آرام کرنے سے بھی صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ جس طرح صرف کام سے غرض رکھنے والے بیمار پڑھ جاتے ہے وہاں صرف آرام کے خواہش مند لوگ بھی تساہل پسند ہوجاتے ہیں اور صحت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ پس کام کے اوقات مقرر کر لیے جائیں اور ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں خوب آرام کرنا چاہیے اور سیر و تفریح کرنی چاہیے۔

ayazemailab.com

علم کی دولت

علم کے لغوی معنی جاننا اور اصطلاح میں کسی چیز کی پوری واقفیت حاصل کرنا ہے۔ گویا ہر چیز کی اصلیت اور کیفیت کو معلوم کرنا علم کہلاتا ہے۔ کسی چیز کو جان کر سمجھنا علم کہلاتا ہے اور علم عمل کا نام ہے۔

ہم نشینی اگر کتاب سے ہو　　اس سے بہتر نہیں ہے کوئی رفیق

علم کی اہمیت:

علم کی اہمیت وصداقت موجودہ دور کا زمانہ جہالت سے موازنہ کرنے سے بخوبی ہوسکتی ہے۔ زمانہ سلف کی تاریخ شاہد ہے کہ آج ہر قسم کی ترقی علم کی بدولت ہوئی ہے۔ علم کے بغیر انسان اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا اور نہ وہ کسی قسم کی ترقی کرسکتا ہے۔ عالم اور جاہل میں وہی فرق ہے جو بنجر اور آباد زمین میں ہے۔ جاہل آدمی اور ادنی حیوان میں صرف شکل کا فرق ہے۔ جس ملک میں علم نہیں وہ جانوروں کا جنگل ہے۔ انسان جو کبھی وحشی درندوں سے ڈرتا تھا علم کی وجہ ان کو رام کر کے بھرپور خدمت دے رہا ہے۔ ازاں بعد یہی انسان عمل وہمت سے روشن زندگی پا گیا ہے۔

علم کے فوائد:

علم ہر کام میں انسان کا رہنما اور معین کار ہے۔ یہی اس کو رزم اور بزم میں کام دیتا ہے یہی مصیبت اور مشکل میں مدد ومعاون ہوتا ہے۔ یہی پیری میں اس کا سچا رفیق ہے۔ یہی اس کی ضروریات زندگی کی کفیل ہے۔ یہی ہر قسم کی ترقی کا ذریعہ ہے اس سے انسان کو راحت ابدی اور سعادت داریں حاصل ہوتی ہے۔ علم دین ودنیا میں کارآمد ہے بلکہ ابدی زندگی میں نجات ہے۔

علم نور ہے:

علم ایسا نور اور روشنی ہے جس سے جہالت کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں انسان کو معرفت الٰہی اور خوبصورت طرز زندگی مل جاتی ہے۔ فراخ دلی، رواداری۔ اخوت ومحبت اور فتح اور کامیابی وکامرانی علم کی ہی بدولت ملتی ہیں۔ علم بلاشبہ مینارہ نور ہے جو روشنی دیتا ہے۔ جس کے ذریعے کامرانی ملتی ہے۔

علم قوت ہے:

علم حکمت ودانائی کا منبع ہے۔ اسی سے انسان کے دل ودماغ منور ہوتے ہیں۔ اسی سے اس کے خیالات کو وسعت، تخیل کو بلند پروازی، عقل کو ضیاء اور نفس کو قوت تمیز حاصل ہوتی ہے جس سے وہ معاملات زندگی کے صدق وکذب کو جانتا ہے۔ انسان اسی سے زندگی کے اصول معلوم کرتا ہے۔

علم طاقت ہے:

علم سب طاقتوں کا سرتاج ہے۔ ایک علم کی طاقت لاکھ جاہلوں کی قوت سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے۔ علم ہی کی وجہ سے انسان نے قدرت کے تمام مخفی خزانے دریافت کئے ہیں۔ آگ، پانی اور ہوا کی طاقت سے بڑے خیرت انگیز کام کیے ہیں۔ نباتات سے جوہر اور پانی سے گوہر نکالے ہیں۔ تمام قسم کی ایجادیں مثلاً ریل، تار، موٹر، ہوائی جہاز، بحری جہاز، بجلی، ریڈیو، مشین ٹیلی وژن، وہ سی آر، ٹیلی فون، موبائل فون، کلکولیٹر، کمپیوٹر، انٹرنیٹ۔ ای میل، ڈی وی ڈی اور افلاک کی تسخیر انسان کی ترقی کے کمالات ہیں۔ یہ سب علم کی طاقت کے مظاہرات ہیں۔

علم دولت ہے:

علم پیدائش دولت کا واحد ذریعہ ہے کیونکہ دولت پیدا کرنے کے سب سامان، آوزار، ایجادات وکمالات سب علم سے ہی ممکن ہیں۔ جب زمانہ جہالت میں علم کا نام نہ تھا تو دولت کا بھی نشان نہ تھا۔ کیونکہ دولت علم کی بدولت ملتی ہے۔ لیکن دولت زوال پذیر شے ہے جبکہ علم کو کبھی زوال نہیں۔ دولت کو ہمیشہ خطرہ ہے اور اس کی خوشی عارضی ہے۔ علم کی دولت خطرات سے محفوظ ہے اور اس کی مسرت دائمی اور لازانتہا ہے۔ علم کا زیور نہ چوری سے چھینا جاسکتا ہے۔ علم کا زیور بڑھتا ہی رہتا ہے۔

علم وراثت ہے:

علم وراثت ہے جو شخص اپنی اولاد کے لئے صرف گنج دولت کی وراثت چھوڑتا ہے وہ ان میں نفاق اور کاہلی کا بیج بوتا ہے اور اپنے خاندان کی بنیاد کمزور کرتا ہے مگر جو علم کی وراثت چھوڑتا ہے وہ مسلسل ترقی اور استقامت کی بنیاد قائم کرتا ہے اور اپنی اولاد کو خوداری اور محنت وترقی کا سبق سکھلاتا ہے۔

علم سائنس ہے:

علم کی بدولت انسان نے تسخیر کائنات کی سمندری، فضاؤں، ہواؤں اور زمینوں پر اپنا راج قائم کیا بلکہ اب تو دوسرے سیاروں کو بھی تسخیر کیا جارہا ہے یہ صرف سائنس کی بدولت ہے۔

علم عزت ہے:

علم عزت حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ دولت اور حکومت جو عزت اسباق ہیں سب علم سے حاصل ہوتے ہیں۔ اہل علم کی ہر جگہ عزت اور قدر ہوتی ہے۔ معاشرہ میں عالم کی سبھی تعظیم کرتے ہیں۔ علم باعث عزت وافتخار ہے۔ علم باعث مقام ہے۔ علم باعث نجات ہے۔

awazenqilab.com

علم ترقی وکامرانی ہے:

دور قدیم سے آج تک جتنی ترقی وکامرانی انسان کو نصیب ہوئی صرف علم ہی کے بدولت ہے۔ جدید علوم سے واقفیت علم ہی کی وجہ سے ملی ہے اور ترقی وعروج علم ہی کا نام ہے۔

علم حکومت ہے:

ایک صاحب علم کی طاقت لاکھ جاہلوں کی طاقت سے بڑھ کر ہے۔ علم کی طاقت سے صرف ایک آدمی لاکھوں پر حکومت کرتا ہے۔ عرض حکومت عالم کی ہے۔ کیونکہ جاہل کو حکومت کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ گویا عزت، دولت اور حکومت سب علم کی بدولت ہیں کیونکہ علم ہم کو شعور بخشتا ہے۔

علم راحت ہے:

علم لطف وسرور کا سرچشمہ ہے۔ صاحب علم صاحب مال سے زیادہ خوش رہ سکتا ہے۔ علم تفریح طبع کا بہترین مشغلہ ہے اور خوشی حاصل کرنے کے جتنے اسباب اور ذرائع ہیں سب علم سے حاصل ہوتے ہیں۔ پس علم راحت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جبکہ علم بے چین ونامراد ہوتا ہے۔

علم تہذیب ہے:

علم ہی سے انسان اپنی اور اپنے تمدن کی اصلاح کرتا ہے۔ علم کی بدولت وہ عادات واطوار میں شائستگی لاتا ہے یوں اس کے اخلاق درست ہوتے ہیں اور رسومات بد کا انسداد ہوتا ہے۔

علم روحانیت ہے:

علم کے بغیر کسی فعل کے نیک وبد میں تمیز نہیں ہوسکتی۔ عیب صواب کا پتہ نہیں چلتا۔ گناہ کا قیاس اور احساس نہیں ہوتا۔ خدا کی ہستی اور توحید کا یقین نہیں آتا۔ عرض علم کے بغیر خدا کی شناخت بھی نہیں ہوسکتی۔ اسی سبب سے آدم علیہ السلام کو خدا نے علم سکھلایا اور عالم کا درجہ عابد سے زیادہ بتلایا اسی سے انسان کو روحانیت حاصل ہوتی ہے جو اس کی نجات کا وسیلہ بھی ہے۔

عمل اور قرآن پاک:

حکم خداوندی ہے "انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے" گویا اللہ کا بھی حکم ہے کہ جتنا کام کروگے یا محنت وعمل کروگے اتنا ہی پھل پاؤگے۔

علم کی زندہ مثالیں:

کسان کا زمین میں ہل چلانا، بیج بونا، پانی دینا، فصل کاٹنا پھر پوری قوم کو پیش کرنا عملی نمونہ ہی تو ہے۔ اسی طرح طالب علم کا الف کے قاعدے سے ے تک پڑھنا پھر کوشش علم اور عمل کے ذریعے اپنے منصب تک پہنچنا اور ڈاکٹر، وکیل، انجینیر، معلم، سائنس دان اور آفیسر بننا یقیناً بغیر عمل کے ناممکن ہے۔ لہذا علم اور عمل ذریعہ نجات ترقی وکامیابی ہے۔

علم پھل ہے:

جو ہم بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں جیسے ہمارے اعمال ہوتے ہیں ویسے انکے نتائج ہوتے ہیں۔ کام کے بغیر مزدوری نہیں اور عمل کے بغیر پھل نہیں ملتا۔ اگر ہم زمین پر ہل نہ چلائیں، نہ بوئیں اور پھر کھیتی کا انتظار نہ کریں تو یہ جہل ونادانی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

عمل زندگی ہے:

عمل زندگی کا سب سے بڑا دستور العمل ہے۔ انسان کی عقلی، اخلاقی، جسمانی، مذہبی اور روحانی ہر قسم کی ترقی کا دارومدار اس کی قوت عمل پر ہے۔ زندگی کو بہترین بنانے کے لئے ہر فرد واحد کو قوت عمل پیدا کرنی چاہیے اور اس کا صحیح استعمال سیکھنا چاہیے۔ برے کاموں میں قوت ضائع ہو جاتی ہے اور محض نمود اور ریاکاری کے کاموں میں یہ اصل فائدہ نہیں دیتی۔ ترقی وتہذیب کا عروج وزوال اور روحانیت کی تاثیر سب قوت عمل اور اس کے درست استعمال پر منحصر ہے۔

عمل دین ہے:

ہمارے دین نے بھی عمل کی بار بار تاکید کی ہے اور رب العزت کے احکامات اور احادیث رسولؐ میں عمل کے بارے میں بار بار یہی کہا گیا ہے۔ ہمارے دین اسلام تو نام ہی عمل کا ہے بانی پاکستان قائداعظم نے بھی جو اصول ہمیں دیئے۔ ان میں عمل کا نام سرفہرست ہے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا

نیک اعمال کی جزا:

رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس نے نیکی اس غرض سے کی کہ لوگ سنیں اور اس کی شہرت ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو مشہور کرے گا اور اسکو رسوا کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے گا۔

awazemqilab.com

﴿خدمت والدین﴾

والدین دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی اور چیز ہم سے کھو جائے اسے کسی نہ کسی طرح دوبارہ حاصل کر لینا ممکن ہے لیکن والد یا والدہ کے وجود سے ایک دفعہ محروم ہو جانے کے بعد ہم دوبارہ اسے کسی قیمت پر بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہیں سب سے بڑی سعادت ماں باپ کی خدمت، سب سے بڑی عبادت ماں باپ کی خدمت ہے۔

مقام والدین:

ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت انمول چیز ہیں۔ اس نعمت عظمیٰ کی قدر وہی جانتے ہیں جو دنیا میں اس نعمت سے محروم ہو چکے ہیں۔ یتیم سے پوچھیں کہ کائنات میں اس بڑی نعمت کا کیا کوئی حل ہے تو معلوم ہوگا کہ نہیں ہرگز نہیں ہوتا۔ ماں اور باپ دونوں کی محبت صرف بخت والوں کو ملتی ہے۔

شفقت والدین:

ماں بچے کو کتنی محبت سے اپنی گود میں پالتی ہے۔ راتوں کو اس کے لئے جاگتی ہے وہ بچے کی خوشی سے خوش اور اس کی تکلیف سے غمگین ہوتی ہے بلکہ تڑپ اٹھتی ہے۔ باپ کو لیجئے اپنے بچوں کی پرورش کے لیے کیا کچھ نہیں کرتا۔ دن بھر محنت مزدوری کرتا ہے اور جو کچھ اسے ملتا ہے اپنی بچوں کی پوشاک، تعلیم، کی نذر کر دیتا ہے۔ عرض ماں باپ اپنی ذاتی آرام و آسائش کی پروا کئے بغیر اپنی اولاد کی تمام سہولتوں اور آسائشوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اپنا پیٹ کاٹتے ہیں مگر بچوں کو اچھا پہناتے اور اچھا کھلاتے ہیں افسوس اس اولاد پر جو ایسے محسنوں کا حق نہ پہچانے اور ان کی خدمت کو فرض اولین نہ سمجھے۔

خدمت والدین قرآن وسنت کی روشنی میں:

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جہاں اپنا شکر ادا کرنے کی تاکید کی ہے وہاں والدین کا شکر گزار رہنے کی تلقین بھی فرمائی ہے اور ان کے حق میں دعا کرنے کی تلقین کی ہے۔ رسولؐ خدا کی اس حدیث کو بہت اہمیت حاصل ہے کہ ''جنت ماں کے قدموں میں ہے''۔ نیز یہ کہ رب کی رضا باپ کی رضا ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے جو انسان اپنے ماں باپ کو خوش رکھتا ہے خدا بھی اس سے خوش ہوتا ہے اور بہترین اجر دیتا ہے

ماں باپ سے نعمت کوئی دنیا میں نہیں ہے
حاصل ہو یہ نعمت تو جہاں خلد بریں ہے

والدین کے حقوق وفرائض:

ارشاد نبویؐ ہے ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے'' جس نے دنیا میں نیک اعمال کیے جنت خریدی۔ نیک اعمال میں اسلام نے جو سب سے پہلا سبق دیا وہ والدین کی اطاعت ہے۔ اسلام نے والدین کو جس قدر اعلیٰ مقام دیا اس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ ''والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور مت جھڑکو۔ ان سے عزت سے بات چیت کرو''۔ رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ ''وہ شخص ذلیل ہو پھر ذلیل ہو جس نے والدین کو دونوں کو یا ایک کو بڑھاپا میں پایا اور جنت میں نہ گیا'' گویا والدین کی خدمت حصول جنت ہے۔

نعمت خداوندی:

خداوند کریم اور رسول کریم ﷺ کے واضح ارشادات کی موجودگی میں ہمیں والدین کے حقوق ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ والدین اولاد کی پیدائش سے لے کر پرورش، تعلیم و تربیت، صحت، لباس، غرض یہ کہ انہیں کارآمد اور مفید شہری بنانے میں اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ والدین کا نعم البدل اس پوری دھرتی میں کوئی نہیں ہے۔ اس نعمت خداوندی کی قدر کریں۔

والدین سے حسن سلوک:

والدین سے نیکی کرنی چاہیے اور انکے ساتھ نہایت اعلیٰ سلوک کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ کے پاس ایک دفعہ ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا کہ اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے آپؐ نے فرمایا کہ ''تیری ماں'' اس نے پھر پوچھا تو اس نے فرمایا ''تیری ماں'' اس نے پھر پوچھا تو اس نے فرمایا ''تیری ماں'' اس نے پھر پوچھا تو اس نے فرمایا ''تیری ماں'' پوچھا پھر کون تو آپؐ نے فرمایا ''تیرا باپ'' گویا ماں کا مقام تین گنا زیادہ ہے۔ ماں باپ کے ساتھ اعلیٰ درجے کا حسن سلوک کیا جائے۔

احترام والدین:

والدین کا حد درجہ احترام کرنا چاہیے۔ صرف خلاف شرع کاموں میں ان کی اطاعت لازم نہیں۔ دوسرے ہر امر کے بارے میں ان کی اطاعت لازم ہے۔ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔ اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''کہ جس انسان کے ماں باپ اس سے خوش ہوں اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہے اگر ان میں سے ایک زندہ ہو اور اسے خوش کر لیا جائے تو ایک دروازہ جنت کا کھل جاتا ہے''۔ آپ نے تاکید فرمائی کہ اگر والدین تمہاری حق تلفی بھی کریں تو بھی ان کا احترام لازم ہے۔ ایک آدمی کسی ولی اللہ کے ہاں گیا اور درخواست کی کہ میرے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ کے بزرگ نے پوچھا کیا آپ کی والدہ زندہ ہیں؟ جواب دیا جی ہاں زندہ ہے ولی اللہ نے فرمایا پھر میرے

awazeqilab.com

پاس کیا لینے آئے ہو دعاؤں کا منبع تو تیرے گھر میں موجود ہے جاؤ اور ان کے قدموں میں گر کر اس کی دعا لو۔ جنت ماں کی قدموں میں ہے۔

عظمت والدین:

رات ہو یا دن' گرمی یا سردی' دھوپ ہو یا آندھی والدین اپنے بچوں کے آرام و اسائش کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ بچوں کی ذرا سی تکلیف پر رات بھر کا جاگنا اور اپنے تمام پریشانیوں' آسائشوں' دکھوں اور مصیبتوں کو بھول کر اولاد کی خاطر قربانی دینا والدین ہی کا کام ہے

خدمت والدین:

ارشاد نبویؐ ہے والدین کی خدمت بھی اولاد پر فرض ہے۔ والدین اولاد کے لئے جو تکلیفیں برداشت کرتے ہیں ان کا بدلہ تو دیا ہی نہیں جا سکتا جب تک اولاد انہیں غلامی کی حالت میں پا کر خریدے اور آزاد نہ کر دے'' ایک اور جگہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ'' بڑے گناہ یہ ہے خدا کا شریک بنانا' والدین سے بدسلوکی کرنا' ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا'' گویا والدین کی خدمت نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ والدین کے رشتہ داروں سے سلوک، والدین کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ'' بہترین نیکی یہ ہے کہ باپ کے تعلق داروں اور محبت کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے'' آپؐ نے خالہ اور ساس کو بھی ماں قرار دیا ہے اور بار بار ماں باپ کے رشتوں کا لحاظ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

ماں کی اطاعت:

ماں کی اطاعت کا حکم یہی تک ہے اگر نفل نماز پڑھ رہے ہو اور ماں پکارے تو لبیک کہو۔ گویا سارے کام چھوڑ کر ماں حکم بجا لائیں۔ ماں کو ہر حالت میں خوش رکھنا چاہئے۔

والدین کے لئے دعائے خیر:

حضورﷺ سے کسی شخص نے پوچھا کہ والدین کے موت کے بعد ان کے ساتھ کیا نیکی کر سکتا ہوں؟ ان کی نماز جنازہ پڑھو ان کی بخشش کی دعا مانگو ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔ یوں والدین کی بخشش کی دعا کرنا ان کے رشتہ دارں اور احباب سے نیک سلوک عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔

'' اپنے والد کے دوستوں کا اکرام کرو۔

بوڑھے والدین:

ارشاد نبویؐ ہے ہلاکت ایسے شخص پر جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا اور خدمت نہ کی'' قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ'' والدین کے ساتھ احسان اور مروت کا سلوک کرو''۔ ہمیں چاہیئے کہ والدین کے تمام حقوق پورے کریں اور حضورؐ کے ارشادات کی تعمیل کر کے دنیا دین کے بلند مراتب حاصل کریں۔ والدین کی خدمت، عزت و احترام میں فلاح اور صلاح ہے۔

جو خدمت نہ کی تو نے ماں باپ کی تو پھر زندگی ہے تری باپ کی

تقدس والدین:

نبی کریمؐ نے فرمایا'' گناہ کبیرہ میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے'' لوگوں نے عرض کیا یا رسولؐ اپنے ماں باپ کو گالی کون دے گا آپؐ نے ارشاد فرمایا'' آدمی کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور اگر کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا گویا کسی کی ماں باپ کو گالی نہ دے۔ پھر ارشاد فرمایا اپنے آباء (والدین) کی خدمت و فرمانبرداری کرو تمہاری اولاد تمہاری فرمانبرداری اور خدمت گزار ہوگی۔ یہ بات عین فطرت ہے کہ ہمیشہ ماضی ہی مستقبل ہوتا ہے۔ ایک شخص نے نبی پاکﷺ سے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت مانگی آپؐ نے جواب دیا۔'' کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں'' بولا جی ہاں۔ ارشاد فرمایا'' جاؤ ان کی خدمت کرو یہی جہاد ہے''

﴿موسم بہار، آمد بہار، بہار کی رونقیں﴾

موسم بہار اوائل مارچ سے شروع ہوتا ہے اور وآخر اپریل تک رہتا ہے۔ یہ موسم کائنات میں زندگی اور جوانی کا زمانہ ہوتا ہے۔ آمد بہار سے پہلے ہر طرف خزاں کا دور دورہ تھا۔ ہر چیز پر اداسی اور افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ کوہ، دشت اور باغ و راغ میں ہر جگہ خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ گلستانوں میں خاک اُڑ رہی تھی۔ حیوانات پر تکان و ماندگی کے آثار نمایاں تھے۔ انسان زندگی کے بوجھ سے اُکتائے ہوئے اور مایوس نظر آ رہے تھے کہ اچانک بہار کی آمد آمد سے ہر طرف ہل چل مچ گئی۔ کائنات کا ذرا ذرا جی اُٹھا، مردہ دلوں میں جان پڑ گئی اور پژمردہ چہرے تر و تازہ ہو گئے۔ اسی کو آمد بہار کی نوید کہتے ہیں۔

پھر اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

awazenqilab.com

بہار کی آمد:

بہار نے آتے ہی اپنا رنگ جمایا۔ نسیم صبح اور بادصبا میں خوش الحان پرندے فضاء میں ہر طرف موسیقی کی تانیں اڑانے لگے۔ چرندے مرغزاروں میں خوشی سے جھومنے لگے جمادات کا رنگ بدلنے لگا۔ زمین نے خاکستری لباس اُتار پھینکا اور سبز مخمل کا جوڑا پہن لیا۔ جس پر رنگین پھولوں کی گل کاری اپنی بہار دکھا رہی ہے۔ پاسبان چمن نئی وردیاں پہنے خوشی میں جھوم رہے ہیں۔ جھاڑیاں نہیں زندگی کا لباس پہنے پھولی نہیں سماتیں۔ اور ہر طرف ہریالی ہی ہریالی نظر آئی ہے۔ آمد بہار سے خوشبو پھیل گئی۔

بہار کی دلفریبیاں:

گلبن کو دیکھو پھولوں کا زیور پہنے مست ہے۔ پھولوں کو دیکھو بلبل کی داستان درسراپا گوش بنا سن رہا ہے۔ شاخیں چڑیوں کی زبان سے حق سبحانہ کے نغمے چوں چوں کی لے، سن سن کر وجد میں آرہی ہیں۔ پتے نسیم وصبا کے رقص کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں۔ پھولوں کی کثرت اور رنگینی کو تڑپا رہی ہے گویا ہر پتی اپنی زبان حال سے تفسیر بیان کر رہے ہے۔

نکھر آئی نکھار آئی سنور آئی سنوار آئی　　گلوں کی زندگی لے کر گلستان میں بہار آئی

نشہ بہار:

جس کو دیکھو نشہ بہار میں مست ہے۔ رگوں میں نیا خون گردش کر رہا ہے شاخیں برگ وبار سے لدی جھک جھک کر خالق کائنات کے گن گا رہی ہیں۔ تتلیاں دیوانہ وار کبھی اس پھول کا کبھی اس پھول کا منہ چوم رہی ہے۔ آتش ہجر کا جلا پھنکا بھنورا پھولوں پر قربان ہو کر ایام ہجر کی داستان سنا رہا ہے شہد کی مکھیوں کو دیکھو پھولوں کے رس بھرے برتن اٹھائے خوشی کے گیت گاتی اپنے چھتوں کو جا رہی ہیں۔

بہار آئی نکھرے نہال چمن　　بدلنے لگے نخل رخت کہن

جنت نگاہ:

کیا پہاڑ' کیا جنگل' کیا وادی' کیا گھاٹی' کیا صحرا' کیا گلشن' کیا باغ' کیا راغ' کیا نشیب' کیا فراز جہاں نظر ڈالو سبزہ ہی سبزہ دکھائی دے رہا ہے۔ رنگ رنگ کے خودرو پھول نظر آرہے ہیں۔

پھر بہار آئی ہوائے مشک بار آنے لگی　　پھر پپیہے کی صدا دیوانہ وار آنے لگی

ہر چیز پر شباب ہے ہر شے میں حسن ہے　　دنیا جوان ہوگی فصل بہار میں

﴿صبح کی سیر﴾

صبح کو اٹھتا ہے جو پاتا ہے صحت بے گمان　　جاگنا ہے صبح کا ایک تندرستی کا نشان

مثل مشہور ہے کہ ''تندرستی ہزار نعمت ہے'' اس کہاوت سے یہ پتا چلتا ہے کہ دنیا میں انسان کے لیے صحت اور تندرستی سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو اپنی صحت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ صحت کو قائم رکھنے اور اسے بہتر سے بہتر بنانے کے لئے جہاں عمدہ خوراک اور پرہیز کی ضرورت ہے وہاں صبح کی سیر کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ صبح کی سیر صحت مندی دیتی ہے بلکہ انتہائی مفید تندرستی ملتی ہے۔

سیر و تفریح:

جو لوگ ہر روز صبح سویرے اُٹھتے ہیں اور تازہ ہوا کھانے کے لیے آبادی سے باہر دور کھیتوں کی طرف نکل جاتے ہیں ان کی صحت ہمیشہ اچھی رہتی ہے۔ کاہلی ان کے نزدیک تک نہیں پھٹکتی۔ ان کا دماغ اور جسم دونوں صحت مند رہتے ہیں۔ کسانوں کو دیکھیے ان کی عمدہ اور قابل رشک صحت کا راز بھی یہی ہے کہ وہ صبح سویرے یعنی، منہ اندھیرے اُٹھتے ہیں اور وہ اپنے کھیت کی راہ لیتے ہیں جہاں زیادہ سے زیادہ آکسیجن ان کے پھیپھڑوں میں جاتی ہے اور وہ ہمیشہ تندرست وتوانا رہتے ہیں۔ صحت مندی کا راز ہی صبح اُٹھ کر سیر کرنے میں ہے۔ انسان کو صبح کی سیر سے خود بخود چستی اور تازگی ملتی ہے۔

سہانا منظر:

صبح کی سیر انسان کو ایک خاص قسم کا لطف اور سرور ملتا ہے اور وہ سارا دن چاق وچوبند اور ہشاش بشاش رہتا ہے سرسبز کھیتوں اور ہرے بھرے درختوں کو دیکھنے سے آنکھوں کی طراوت اور دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ دماغی تکان کو دور کرنے کے لیے بھی اس سے بہتر اور کوئی نسخہ نہیں۔ جو شخص دن چڑھے تک بستر پر پڑا رہتا ہے اور صبح کو سہانے مناظر سے لطف اندوز نہیں ہوتا وہ اصل میں ایک بہت بڑی قدرتی نعمت سے محروم رہتا ہے، جو صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

سیر میں میری باقاعدگی:

میں روزانہ صبح سیر کرنے کا عادی ہوں۔ میرا دوست ندیم بھی ہر روز میرے ساتھ جاتا ہے کل اتوار کا دن تھا میں حسب معمول صبح سویرے بیدار ہوا۔ ندیم کے ہاں پہنچا اور اسے ساتھ لے کر شہر سے باہر نکل گیا۔ چھوٹی پگڈنڈیوں سے ہوتے ہوئے ہم کھلی فضاء میں پہنچ گئے۔ بڑا سہانا منظر تھا کسان کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے۔ پرندوں کے چہچہاتے کی آوازیں آرہی تھیں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے خدا کی ہر بے زبان مخلوق بھی اپنی زبان میں حمد وثناء کے گیت گا رہی ہے۔ غافل انسان کو اس کا فرض یاد دلا رہی

awazemqlab.com

ہے۔ہم پھرتے پھراتے کافی دور نکل گئے۔یہی جی چاہتا تھا کہ آگے ہی آگے چلتے جائیں۔زمین پر دور دور تک سبز مخمل کا فرش بچھا ہوا تھا ہر طرف ہریالی ہی ہریالی نظر آتی تھی۔ہری ہری گھاس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔سورج آہستہ آہستہ مشرق سے طلوع ہو رہا تھا اور اس کی سنہری کرنیں چاروں طرف نور برسا رہی تھیں۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔اور اسکے نرم نرم جھونکے روح کو شگفتہ اور تر و تازہ کر رہے تھے۔

قابل قدر عادت:

صبح سویرے سیر کے دوران بڑا پیارا اور دلکش سماں تھا۔گھر لوٹنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔گھر لوٹنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ہم کوئی دو گھنٹے تک اسی طرح گھومتے رہے۔جب سورج پورا اوپر آ گیا تو ہم گھروں کو واپس آ گئے۔جس طرح صحت کے لئے ورزش ضروری ہے۔اس طرح ورزش کے لئے صبح سویرے اٹھنا بہت ضروری ہے۔ہمیں چاہیے کہ صبح صبح اٹھ کر غسل کرنے کے بعد نماز ادا کریں اور پھر سیر کو نکل جائیں۔صبح کی سیر جسمانی، روحانی، طبعی اور ذہنی لحاظ سے ایک قابل قدر عادت ہے۔صبح کی سیر سے چہرہ روشن اور جسم توانا ہوتا ہے۔صبح کی سیر کے بعد تمام دن انسان تر و تازہ اور تندرست و توانا رہتا ہے۔

صبح کی سیر کی اہمیت:

آج مصروفیت کے دور میں مسلسل محنت اور مشقت سے انسانی جسم ریت کی دیوار بن گیا ہے۔مختلف امراض نے انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ صبح کی سیر کا معمولات زندگی میں نہ ہونا۔صحیح جسم میں ہی صحیح ذہن ہوتا ہے۔یہ دونوں چیزیں صرف صبح کی سیر سے ہی مل سکتی ہیں۔یوں بھی صبح کے وقت ہر چیز رب قدوس کی حمد و ثنا کرنا یہ سب کچھ دیکھنے کے لیے صبح کی سیر بہت ضروری ہے۔حصول علم، روشن مستقبل، تندرستی اور صحت مندی کے لئے صبح کی سیر کا معمولات زندگی میں لانا اشد ضروری ہے۔اس سے طبیعت اور جسم میں نفاست آتی ہے۔

﴿ورزش کی اہمیت﴾

ورزش ہر انسان کی قدرتی ضرورت ہے۔جسم کو زندہ رکھنے کے لیے حرارت و حرکت کی ضرورت ہے۔حرارت کا نام ہی قوت زندگی یا شعلہ حیات ہے۔جسم کو متواتر اور باقاعدہ حرکت دینے کا نام ورزش ہے۔

دوا کوئی ورزش سے بہتر نہیں ۔۔۔ یہ نسخہ ہے کم خرچ بالانشیں

ورزش کے فوائد:

ورزش بقائے حیات اور قیام صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ورزش سے غذا بخوبی ہضم ہو جاتا ہے۔ورزش سے بدن

کے تمام مسامات کھل جاتے ہیں۔اور ان کے ذریعے فاسد مادہ خارج ہو جاتا ہے۔یوں کثافت دور ہو جاتی ہے۔دوران خون تیز ہو کر دل و دماغ کو تقویت دیتا ہے، ورزش سے ہر ایک عضو کو حرکت ملتی ہے۔جس سے وہ مضبوط ہو جاتا ہے۔جس کا فعل درست ہو جاتا ہے۔جس سے صحت ترقی کرتی ہے۔ورزش سے بدن کے تمام عضلات طاقتور ہو جاتے ہیں۔سینہ فراخ ہو کر پھیپھڑے مضبوط اور تنفس آسان ہو جاتا ہے۔معدہ اور جگر میں ہضم کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔جس سے سادہ غذا بھی بہت طاقت دیتی ہے۔اس سے بھوک تیز ہو جاتی ہے اور انسانی جسم متوازن ہو جاتا ہے۔

ورزش اور جسم:

ورزش کے بعد جسم ہلکا ہو جاتا ہے۔جی خوش ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں میں چستی و ہوشیاری آ جاتی ہے۔جس سے آدمی تندرست و توانا معلوم ہوتا ہے۔سستی نام کو نہیں آتی۔کام کی استعداد اور رغبت بڑھ جاتی ہے۔زندگی کی جہد و جہد میں مشکلات کا مقابلہ کرنے کی جرات اور طاقت، حوصلہ اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔پس ہمتی، بزدلی اور کاہلی ختم ہو جاتی ہے۔جس بھرپور انداز میں توانا و تندرست ہو جاتا ہے۔

ورزش اور چہرہ:

ورزش سے انسان کا چہرہ بھرواں سرخ اور بارونق ہو جاتا ہے اور اس میں رعنائی آ جاتی ہے۔ان تمام خوبیوں کی موجودگی میں انسانی حسن و جمال کی ایک زندہ مثال نظر آتی ہے۔

ورزش اور خیالات:

جو ورزش کا عادی ہے اس کی قوت ارادی اور توجہ تمام تر جسم کی تربیت کی طرف مائل ہوتی ہے۔وہ جسم کو طاقتور بنانے میں ایسا مشغول رہتا ہے کہ اس کے دل میں کسی برے جذبے یا بری خواہش کے پیدا ہونے کی مطلق گنجائش نہیں رہتی۔ورزش سے انسان کے خیالات ہمیشہ نیک رہتے ہیں قوی مضبوط ہوتے ہیں اور جسم چست رہتا ہے۔ورزش کرنے سے پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔

قائداعظم کا فرمان:

قائداعظم کا فرمان ہے کہ "طبقہ نسواں کی جسمانی ورزش کی طرف خیال کیجئے کیونکہ عمدہ اور طاقتور بچے ایک تندرست ماں ہی پیدا کر سکتی ہے۔ہر قسم کی ترقی و تنزلی کا دارومدار اس کی آئندہ نسلوں ہی پر ہے" تندرست و توانا عورت کو بھی ورزش کرنی چاہیے تاکہ اولاد بھی پیروی کرے۔

awaizinqilab.com

ورزش کی ضرورت:

ہر فرد واحد کو ورزش کی ضرورت ہے۔ تمام زن و مرد لڑکی' اور لڑکے' ہر عمر اور ہر حال میں سب کو کم و بیش اپنے اپنے طور پر ورزش کی ضرورت ہے۔ حتی کہ بعض قسم کے مریضوں کا ورزش ہی علاج ہے۔ دور جدید میں فزیو تھراپی ورزش ہی کا ایک ذریعہ ہے۔

ورزش اور طلبہ:

طلبہ کے لئے ورزش کی خاص ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ان کی بالیدگی کا زمانہ ہے ان کو ہر وقت دماغی محنت کرنا پڑتی ہے۔ دن بھر بیٹھے رہنے سے ان کے اعصاب اور نظر پر زور پڑتا ہے۔ اگر وہ ورزش نہ کریں تو اعصاب کمزور ہو جائیں سینہ تنگ ،تنفس کمزور اور قد خمیدہ ہو جائے۔ ورزش نہ کرنے سے انسان بہت جلد بوڑھا ہو جاتا یا کمزور ہو جاتا ہے۔ کام کرنے یا پڑھنے لکھنے کو بھی جی نہیں کرتا۔

ورزش یہ بہتر ہے بندہ نواز
صحت کی کنجی ہے فقط اک نماز

ورزش کے طریقے:

یوں تو چلتے پھرتے اور کام کرتے ورزش ہوتی رہتی ہے مگر باقاعدہ ورزش کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔ ورزش اپنی عمر ' طاقت' ضرورت' موسم اور وقت کے مطابق کرنی چاہیے۔ اس کے لیے بہترین وقت صبح و شام کا ہے۔ ورزش غذا ہضم ہونے میں مدد کرتی ہے۔ ورزش کے فوراً بعد پانی نہیں پینا چاہیے۔ ورزش پاک صاف اور کھلی ہوا میں کرنی چاہیے۔ تاکہ خون صاف ہو اور جسم کو ہوا اور روشنی ملے۔

ورزش میں اعتدال:

ورزش میں اعتدال لازمی ہے۔ تھک جانے اور سانس چڑھ جانے پر ورزش بند کر دینی چاہیے۔ ورزش خوش طبعی سے کرنی چاہیے افسردہ دلی سے ورزش کا کما حقہ' فائدہ نہیں ہوتا ورزش کے ساتھ عمدہ خوراک لازمی ہے اس سے ورزش کا فائدہ بڑھ جاتا ہے۔ متوازن غذا اور ورزش لازم و ملزوم ہیں۔

عضویات کی ورزش:

ہر ایک عضو کی ورزش مثلاً آنکھ' ہاتھ' پاؤں' ٹانگ' بازو' گردن' کمر' سر' پاؤں اور پیٹ کی ورزشیں بہت مفید ہوتی ہیں۔ خاص خاص عضو کی صحت مندی کے لیے ہر ایک عضو کی ورزش کریں۔

چہل قدمی:

چہل قدمی بھی ایک قسم کی ہلکی ورزش ہے۔ یہ بڑی فرحت بخش ورزش ہے۔ یہ صحت کے لیے مفید ہے۔ اس سے سینہ فراخ ہوتا ہے اور ہاضمہ درست ہوتا ہے۔ تنفس آسان ہوتا ہے۔ دوران خون تیز ہوتا ہے۔ یہ تفریح قلب کا باعث ہے۔ چہل قدمی کرنا بہت فرحت بخش ہوتا ہے۔ چہل قدمی کرتے وقت طبیعت کو بشاش اور جسم کو درست رکھنا چاہیے۔ سینہ کشادہ' سر سیدھا' کمر سیدھی' منہ بند رکھیں' تنفس ناک کی راہ لیں۔ کپڑے قدرے ڈھیلے' رفتار نہ تیز نہ کم ہونی چاہیے۔ آج کل چہل قدمی کی مشقیں بھی ورزش کا بہترین ذریعہ ہے۔ باغ' پارک' میدان یا کھلی جگہ پر چہل قدمی بھی ورزش ہے۔

ورزش کی اقسام:

صبح کی سیر' سپرنگ کھینچنا' کشتی' تیراکی' گھڑ سواری' نیزہ بازی' کشتی چلانا' شکار کھیلنا' مختلف کھیلوں میں حصہ لینا مثلاً فٹ بال' ہاکی' کرکٹ' کبڈی' فوجی تربیت اور سپورٹس سے جسم کی نشو و نما اور قوی کی مضبوطی ہوتی ہے۔ ان سے نہ صرف جسم صحت مند ہوتا ہے۔ بلکہ دماغ بھی تر و تازہ رہتا ہے اور انسان ہشاش بشاش رہتا ہے۔ مزید یہ کہ ورزش سے ہر فرد عالی ہمت' متحمل مزاج' دلیر' نڈر' چست و توانا رہتا ہے۔ ورزش کے جدید ادارے بھی مفید و معاون ہیں۔ آجکل جدید ایجادات بھی ہیں۔

جسم اور ورزش لازم و ملزوم ہیں:

جسم اگر صحت مند ہے تو دماغ بھی صحت مند ہی ہوگا۔ اس لیے ذہن اور جسم دونوں کی صحت کے لیے ورزش لازم ہے۔ گویا جسم اور ورزش لازم و ملزوم ہیں۔

﴿ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا﴾

ہمت ایک ایسا جذبہ ہے کہ اس سے ہر مشکل کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔ مشکلات میں انسان کو کبھی گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ آگے بڑھنے کی ہمت کرنی چاہیے۔ ہمت سے کام لیا جائے تو ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ انسان کے راستے میں چاہے جتنی بھی دشواریاں اور مشکلات آئیں، انھیں برداشت کرتے ہوئے اگر ثابت قدم رہا جائے تو کامیابی و کامرانی ضرور حاصل ہوگی۔ ہمت و کوشش منزل کے لئے شرط ہے۔

ہمت صلاحیت ہے:

ہمت ایک صلاحیت ہے جس سے اللہ تعالی نے انسان کو نوازا ہے۔ اگر کوئی اس صلاحیت سے کام لیتا ہے اور فائدہ اٹھاتا ہے تو ہمت اس میں زیادہ سے زیادہ بڑھتی ہے۔ جو اس صلاحیت سے کام نہیں لیتا وہ سست کاہل اور نکما ہوتا جاتا ہے۔ دنیا کی تمام تر

awazeinqilab.com

ترقی، ایجادات، تحقیق اور بے شمار اشیاء، مثلاً بحری ہوائی جہاز۔ ریل، ریڈیو، ٹیلی وژن، ٹیلیفون۔ بجلی گاڑیاں، ہمت سے ملتی ہیں۔

موبائل فون، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ:

ایٹمی توانائی اور انسان کا چاند تک پہنچنا۔ آگ و پانی اور ہواؤں پر حکمرانی، یہ سب ہمت ہی کے کرشمے ہیں۔ ہمت کے بل بوتے پر انسان مٹی سے سونا پیدا کر سکتا ہے۔ گمنامی کی تاریکیوں سے نکل کر شہرت و دولت حاصل کر سکتا ہے۔ کسی فرد نے آج تک ہمت اور محنت کے بغیر کامیابی حاصل نہیں کی۔ بڑے بڑے ڈاکٹر، سائنسدان، رہنما، انجینئر اور ماہرین ہمت، محنت استقلال اور بردباری ہی سے کامیاب ہوئے۔ ان کے ارادے بلند تھے۔ انہوں نے مصائب اور مشکلات کا حوصلے اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کوشش کو جاری رکھا اور اپنے مقصد و منزل کو حاصل کیا۔

حصول وطن:

حصول وطن ہمت و کوشش کی بہترین مثال ہے۔ قائداعظم اور دیگر ساتھیوں نے وطن عزیز کو حاصل کرنے کے لیئے انتہا محنت و کوشش کی پھر کہیں وطن عزیز ملا جس میں ہم آزاد زندگی گزار رہے ہیں۔

ہمت ممکن ہے:

ہمت کے آگے نہ سمندر رکاوٹ بن سکتا ہے نہ پہاڑ نہ دشت و صحرا۔ تاریخ ایسے کارناموں سے بھری پڑی ہے، قائداعظم محمد علی جناح نے تمام تر مخالفت کے باوجود ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور ہمارے لیے انتہا محنت و کوشش کی پھر کہیں وطن عزیز ملا جس میں ہم آزاد زندگی گزار رہے ہیں۔

اپنی مدد آپ:

اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کی مدد کرتا ہے جو محنت سے، لگن سے، حوصلہ سے اپنے مقصد کے لیے کوشش کرتا ہے اور ناامید نہیں ہوتا۔ مشکلات سے گھبرا کر اپنا مقصد چھوڑ دینا ہمت لوگوں کا کام نہیں۔ اللہ ہمت کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اور کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔ ہمت کے لیے پہلے اپنی مدد آپ کا اصول اپنانا چاہیے پھر منزل بہت قریب ہے بلکہ کامیابی و کامرانی مل جاتی ہے۔

وہ کون سا عقیدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

﴿پابندی وقت﴾

زندگی کا ہر لمحہ وقت کہلاتا ہے۔ وقت اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دراصل وقت ہی زندگی ہے۔ زندگی کا اچھا یا برا ہونا بھی وقت کے اچھے یا برے استعمال پر منحصر ہے۔ جو وقت اچھی طرح گزرا وہ اچھی زندگی میں شمار ہے اور جو ضائع ہوا اس کو زندگی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ وقت کا ضیاع ہے

صبح ہوتی شام ہوتی ہے — عمر یونہی تمام ہوتی ہے

وقت اور نظام کائنات:

زندگی اور وقت کے گزرنے کی اکثر خبر تک نہیں ہوتی۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ کھویا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ گویا گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ گھڑی کی ٹک ٹک اس بات کی منادی کرتی ہے کہ ہوش کرو۔ وقت کو سنبھالو اور پابندی وقت کا احساس کرو۔ اُٹھو اور کام کرو۔

غافل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منادی — گردوں نے گھڑی عمر کی ایک گھٹا دی

وقت کی قدر:

جس نے وقت کی طرف سے غفلت کی اس نے اپنی زندگی کی طرف سے غفلت کی۔ اور جس نے وقت کی پروا کی اور اس کا اچھا استعمال کیا اس نے زندگی کا اصل مقصد پالیا اور اس کو بہترین بنالیا۔ وہی کامیاب و کامران ٹھہرا جس نے وقت کی قدر کی اس کا ساتھ دیا اور اس کا جائز استعمال کیا۔

تقسیم وقت:

عمر کے لحاظ سے وقت کی تقسیم بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا چار حصوں میں ہے زمانے کے لحاظ سے حال، ماضی اور مستقبل بھی تین حصوں میں ہے۔ یہ تمام حصے چھوٹے موٹے لمحوں کا مرکب ہے ہر ایک لمحے کی پروا کرنے سے تمام زندگی کی پروا ہو سکتی ہے گویا پابندی وقت بہترین حکمت عملی ہے۔

جو سو کے وقت گزار گئے — وہ مہریں اپنی ہار گئے

پابندی وقت کے فوائد

وقت دولت ہے بلکہ قدر و قیمت میں دولت سے بھی اعلیٰ ہے وقت کی قدر سے دولت پیدا ہوتی ہے۔ دولت اگر ضائع ہو جائے تو دوبارہ حاصل ہو سکتی ہے مگر ضائع شدہ وقت واپس نہیں مل سکتا۔ دنیا میں جس نے مرتبہ پایا اور عروج کمال پر پہنچا صرف

awazeinqilab.com

وقت کی قدر کرنے سے ہوا۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں　　سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

وقت کا استعمال:

زندگی کو بہترین بنانے اور ہر قسم کی ترقی کے لیے لڑکپن، بالیدگی اور عملی زندگی کے لیے تیاری کا زمانہ ہے۔ جوانی تعلیم وتربیت کا زمانہ زر وجواہر سے زیادہ قیمتی اور قابل قدر ہے۔ یہی زندگی کا اصل سرمایہ ہے۔ جوانی کے وقت کو غنیمت جان کر اس کو نہایت ہی اعلیٰ مشاغل اور مفید کاموں میں گزارنا چاہیے۔

سبز باغ دہر میں برگ خزاں ہوتا نہیں　　پیر ہو کر پھر بشر کوئی جواں ہوتا نہیں

وقت کی اہمیت:

وقت کا درست استعمال کرنے کے لیے اس کو ضبط میں لانا ضروری ہے۔ ہر کام کے لئے وقت مقرر کیا جائے۔ پھر اس کام کو اس کے مقررہ وقت میں پابندی کے ساتھ کیا جائے۔ صرف اسی صورت میں اس سے استفادہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نے تمام نظام قدرت کی بنیاد پابندی وقت پر رکھی ہے۔ اسی سے انسان کو پابندی وقت سکھلایا ہے مثلاً ستاروں کا طلوع وغروب دن رات کا ظہورہ پھل سبزیوں اور اجناس کا وقت پر تیار ہونا، موسموں کے تغیر وتبدیل سب پابندی وقت کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔ اگر یہ تمام اپنے وقت کے پابند نہ ہو تو دنیا کے نظام میں سخت خلل واقع ہو جائے اور انسانوں پر بھی اس کا بہت برا اثر ہو بلکہ تمام نظام پلٹ ہو جائے۔ گویا نظام فطرت پابندی وقت ہے۔

وقت اور نظام کائنات:

اللہ تعالیٰ نے دن کام کے لیے بنایا اور رات آرام کے لیے۔ اگر انسان اس کے برعکس عمل کرے تو اس کے لیے خرابی کا باعث ہوگا۔ وقت کی پابندی' ادنی حیوانات میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ مرغان سحر کو دیکھو صبح خیزی کے کیسے عادی ہوتے ہیں صبح صبح ہی اپنے وقت پر گھونسلوں سے جاگ اٹھتے ہیں اور حمد وثناء شروع کر دیتے ہیں۔ افسوس ہے اس انسان پر جو اشرف المخلوقات ہو کر بھی اپنے وقت کا پابند نہ ہو اور وقت پر بیدار نہ ہو۔ صبح خیزی سے دن پر کام بہت بہتر اور کارآمد ہوتا ہے۔

شرط وقت:

وقت کے لئے دو بڑی شرائط ہیں۔ اول یہ کہ ہر وقت کے لئے ایک کام مقرر کیا جائے۔ دوم یہ کہ اس کام کو اس کے مقرر وقت میں کیا جائے۔ جن لوگوں کو آج کا کام کل پر چھوڑنے کے عادت ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہوتے ہیں۔ اور کامیاب نہیں ہو سکتے۔

وقت کی پابندی کے لیے حسب حال اپنے روزمرہ کے کاموں کا ایک باقاعدہ پروگرام مرتب کرے پھر اس پر سلیقہ مندی سے عمل پیرا ہو۔

پابندی وقت کی عادت:

چونکہ کام کا آغاز اس کے انجام میں بہت زیادہ موثر اور دخیل ہوتا ہے اس لیے کام کا آغاز نہایت ہی اچھا ہونا چاہیے۔ روزمرہ کے کام میں پوری پابندی کے لیے صبح خیزی کی مستقل عادت ڈالنی چاہیے۔ صبح کے کاموں میں کام داخل کرنے چاہیں سیر وتفریح غسل، مسواک، عبادت۔ ناشتہ، ورزش تعلیم جبکہ رات کو سوتے وقت دن بھر کے تمام کاموں کا محاسبہ کرنا چاہیے تاکہ ان کی کمی وبیشی اور حسن وقبح کا پتہ لگتا رہے۔ رفتار ترقی کا علم ہو کر ساتھ ساتھ ہی اصلاح ہوتی ہے۔

پابندی وقت اور فرصت:

فرصت کے وقت کو بھی مفید اور عمدہ مشاغل میں گزارنا چاہیے اس وقت کا قدرتی استعمال آرام واستراحت ہے کیونکہ کام کے بعد آرام لازمی اور انسان کا قدرتی حق ہے تاکہ انسان اگلے دن کام کے قابل ہو سکے۔ علاوہ ازیں فرصت کا وقت سیر وتفریح' کھیل یا کسی خانگی کام میں استعمال کرنا چاہیے۔ میل ملاقات کے لیے بھی بالعموم فرصت کا وقت ہی ہوتا ہے بعض قلیل آمدنی والے لوگ فرصت کے وقت میں کوئی دوسرا کام بھی اختیار کر کے مالی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

قدر جس کو نہیں ہے وقت کی　　ان کو کیا ہوگی پیاری زندگی

تضیع اوقات:

زندگی کے لیے وقت کا برا استعمال نہایت ہی مضر بلکہ تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ جن باتوں میں وقت ضائع ہوتا ہے ان سے کلی اجتناب کرنا چاہیے۔ آج کا کام کل پر چھوڑنے کی عادت۔ بے وقت کام کرنے کی کوشش۔ بے وقت کھانا پینا اور سونا۔ حد سے زیادہ آرام واستراحت، بلاضرورت میل ملاپ۔ خارج ابحث معاملات پر گفتگو، سستی اور بے کاری کی عادت، فضول مشاغل مثلاً نکے کھیل تاش، کبوتر بازی، پتنگ بازی وغیرہ۔ یہ بری عادت سخت نقصان دہ ہوتی ہیں۔ ان سے قیمتی وقت کا خون ہو جاتا ہے اور زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ اس طرح ریڈیو۔ کیسٹ کا بے وقت سنتے رہنا انٹرنیٹ کا ضرورت سے زیادہ استعمال مضر ہیں۔ ویڈیو سینٹر پر بھی بچوں کا بے مقصد وقت ضائع ہوتا ہے۔

وقت قیمتی خزانہ ہے:

انسان کی ہر قسم کی ترقی اور بہتری کا راز وقت کے صحیح استعمال میں مضمر ہے جس کو زندگی عزیز ہونا چاہیے۔

awaziniqilab.com

زندگی کا اچھا برا ہونا بھی وقت کے اچھے برے استعمال پر منحصر ہے۔ لہذا وقت کو اچھے کاموں میں صرف کیا جائے اور اس میں پابندی بھی کی جائے۔

وقت کا استعمال:

وقت کا برا استعمال زندگی کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ التواء یعنی کاموں کو دوسرے وقت پر ٹال دینا ایک مہلک مرض ہے۔ جس سے تمام کام بگڑ جاتے ہیں ہر انسان کو وقت کا استعمال سیکھنا چاہیے۔ یہی کامیاب و کامران زندگی گزرنے کا راز ہے۔ بے کار وقت ضائع کرنا وقت کا قطعی غلط استعمال ہے۔

جوہر کام کرتا رہے وقت پر ملے اس کو آرام شام و سحر

جوانی میں توبہ:

انسان کو یہ چاہئے کہ اچھے وقت پر جوانی ہی میں توبہ کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کرے تو پیغمبروں کا رتبہ و درجہ پائے گا۔ دنیا و آخرت دونوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سرخرو ہوگا اور فیض پائے گا۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار

﴿انفارمیشن ٹیکنالوجی﴾

تعریف:

انفارمیشن ٹیکنالوجی کی اصطلاح سے مراد وہ ٹیکنالوجی ہے جو کمپیوٹر ٹیکنالوجی جس میں سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر دونوں شامل ہیں ڈیٹا اواز اور تصویر وغیرہ کو محفوظ کرنے بھیجنے، وصول کرنے اور ان کی عمل کاری (پروسیسنگ) کرنے اور اس پیش کرنے والی ٹیکنالوجی ''انفارمیشن ٹیکنالوجی'' کہلاتی ہے

ناممکن سے ممکن:

جب ہم انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بات کرتے ہیں تو کمپیوٹر کا نام ضرور سامنے آتا ہے اسی طرح کمپوٹر کی روز افزوں بڑھتی ہوئی رفتار نے بہت سے ایسے ناممکن کام ممکن بنا دیے ہیں اس سے پہلے کئی ایسے کام جو ناممکن ہوتے اور یا پھر کوئی انجام دیے کے بارے پست بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سب کچھ انفارمیشن ٹیکنالوجی ہوا۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی کی اہمیت:

موجودہ دور میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے زریعے مختلف اداروں اور عام شہری بھی آپس میں سماجی، سیاسی۔ اور معاشرتی

تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی میں ہر قسم کی تازہ ترین معلومات جس میں سماجی، اخلاقی، سیاسی، سائنسی اور تعلیمی ہر قسم کی اطلاعات کا تبادلہ کیا جا سکتا ہے۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی اور جدید دنیا:

انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وجہ سے ورلڈ وائیڈ اطلاعات کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ اسکی وجہ لوگ با آسانی دنیا کی جدید ٹیکنالوجی تک پہنچ سکتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ جس نے دفتروں اور مختلف کاموں میں کافی حد تک آسانی پیدا کی ہے۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ضرورت:

موجودہ دور میں انفامیشن ٹیکنالوجی کی کافی ضرورت ہے جس نے خاص طور پر نوجوان نسل کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ یہ انکی تعلیمی زندگی اور ان کے مستقبل کے لیے لازمی جز ہے۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی اور طلبہ:

انفارمیشن ٹیکنالوجی موجودہ دور اور خاص کر نوجوان طبقے کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ طلبہ اس کے ذریعے اپنی تعلیمی استعداد میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اس کے ہونے سے دنیا کی جدید لائبریریوں سے کافی حد تک استفادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جدید دنیا میں یعنی بیرونی ملک، تعلیم اور ملازمتوں کے حصول کے لئے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

معاشی اور سائنسی میدان میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ضرورت:

جدید اور برق رفتار ترقی کرتے وقت دنیا میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا نام بڑھ چکا ہے کمپیوٹر اور نیٹ کی دستیابی سے ہر مشکل میں اور خاص کر تعلیمی امور، معاشی، اور سائنسی معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے آنے سے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے جدت اختیار کی ہے اور موجودہ دور میں اسکی اہمیت اور ضرورت بڑھ گئی ہے۔

پاکستان اور انفارمیشن ٹیکنالوجی:

انفارمیشن ٹیکنالوجی میں انٹرنیٹ کا کافی رول رہا ہے اور یہ مختلف اداروں سے ملاتا ہے اسی طرح ہم ویب سائٹ پر جا سکتے ہیں اور ہر ادارے ملک اور دنیا کا کونا کونا دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح پاکستان میں پی ٹی سی ایل (ptcl) کے علاوہ آن لائن اور پاکستان آن لائن کمپنیاں بھی انٹرنیٹ کی سہولت فراہم کر سکتی ہیں، الغرض نئے تقاضوں اور چیلنجز کا سامنا کرنے کے لئے انفارمیشن ٹیکنالوجی کی اہمیت اور ضرورت مزدوری ہے اس کے علاوہ پاکستان اور بیرونی ملک میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا وسیع جال پھیلا ہوا ہے۔ جس نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں دے رکھا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مزید پیش رفت ہوتی ہی ہے۔

awazenqilab.com

﴿ٹیلی ویژن کے فوائد اور نقصانات﴾

موجودہ دور کا سب سے مقبول اور پسندیدہ ذریعہ:

آرام و آسائش کی بے شمار چیزوں کی ایجاد میں ٹیلی ویژن بھی عجیب و غریب ایجاد ہے۔ پہلے جو خبریں اور معلومات عام، ڈرامے جو ریڈیو سے سنے جا سکتے تھے اب ٹیلی ویژن سے براہ راست دیکھے جا سکتے ہیں اس طرح لوگ ٹیلی ویژن کی آواز اور تصویر دونوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ موجودہ صدی کا مقبول اور پسندیدہ ذریعہ ہے۔

گھروں کی زینت:

ٹیلی ویژن نہ صرف گھر کی زینت ہے بلکہ فوائد کا ایک ذریعہ بھی ہے روزانہ کے معمولات تھکے کے بارے ذہن اور ہڈھال جسم کے لیے ایک آسانی اور جیسا ذریعہ تفریح ہے۔ ٹیلی ویژن پر ڈرامے، فلمیں، مزاحیہ خاکے، کارٹون اور رنگا رنگ پروگرامات دکھائے جاتے ہیں۔ جس سے بوڑھے، جوان، بچے، اور عورتیں مستفید ہوتے ہیں۔

ملکی اور غیر ملکی خبریں:

ٹیلی ویژن پر ملکی اور غیر ملکی خبریں اور سرگرمیاں نشر ہوتی ہیں۔ یہ خبریں اور سرگرمیاں تو ہم ریڈیو اور اخبارات میں بھی دیکھ سکتے ہیں لیکن ٹیلی ویژن ہمیں وہ جگہ، مقام اور لوگوں کے سامنے لے آتا ہے جن کے متعلق وہ خبر ہوتی ہے۔

مختلف جگہوں اور ملکوں کی سیر کرانے کا ذریعہ:

ٹیلی ویژن ہمیں اس جگہ کا سیر کراتا ہے جہاں تک رسائی کسی طرح ممکن نہیں ہوتی۔ دنیا کے ہر حصے میں اور تازہ ترین واقعات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اور دنیا کے کونے کونے کا نظارہ کر سکتے ہیں۔

علم، انسائیکلوپیڈیا اور ٹیلی ویژن:

ٹیلی ویژن توسیع علم کا بڑا ذریعہ ہے اس سے بڑے بڑے پروگرامات جن میں نیلام گھر ''انسائیکلوپیڈیا'' جو ہمیں رنگا رنگ علمی، ادبی اور تاریخی معلومات فراہم کرتا ہے اسی طرح مختلف ملکوں کی زبانیں، تہذیب و ثقافت رسم و رواج ہم دیکھ سکتے ہیں اور پوری دنیا کے قدرتی مناظر پہاڑ، دریا، پودوں اور جانوروں کے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

معلومات کا بیش بہا خزانہ:

ٹیلی ویژن معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے ٹیلی ویژن کے ذریعے دنیا بھر کی سیاسی، مذہبی، ثقافتی، علاقائی، تاریخی، جغرافیائی اور علمی و ادبی معلومات دیکھی جا سکتی ہیں اس طرح ٹیلی ویژن کے بعض چینلز پر درس و تدریس جس طرح علامہ اقبال

یونیورسٹی کے پروگرام نشر ہونے میں با آسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔

کھیلوں کی خبریں:

موجودہ صدی میں کھیلوں کی دلچسپی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے ٹیلی ویژن کھیلوں کی خبریں نشر کرتا ہے اس طرح ٹیلی ویژن کی سکرین پر ہم کرکٹ، فٹ بال، ہاکی، ٹیبل ٹینس وغیرہ کے میدان براہ راست دیکھتے ہیں۔

نقصانات

جس طرح ہر چیز کے نقصانات اور فوائد ہوتے ہیں اسطرح ٹیلی ویژن کے بھی نقصانات ہوتے ہیں۔

وقت کا ضائع:

ٹیلی وژن کا بڑا نقصان وقت کا ضائع کرنا ہے۔ کیونکہ وقت قیمتی سرمایہ ہے۔ جس سے طالب علم کو درسی کتب کے مطالعے میں وقت گزارنا چاہیے وہ کسی مخصوص پروگرام کے دیکھنے کے انتظار میں ہوتا ہے۔ اس طرح گھر اور افراد بھی ضروری کام کرنے کی بجائے ٹیلی ویژن دیکھنے میں وقت ضائع کرتے ہیں۔

صحت کے نقصانات:

ٹیلی ویژن صحت کے لئے نقصان دہ ہے کیونکہ لوگ سارا دن بند کمرے میں بیٹھے ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں تازہ ہوا صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے اس کے علاوہ ٹی وی کے لیز رنظر کے لیے بھی خطرناک ہے۔

ٹیلی ویژن میں کام کرنے والی لڑکیاں اور ان کا فیشن:۔

ٹیلی ویژن کے پروگرامات میں لڑکیاں اور مرد رنگ برنگ لباسوں میں ملبوس نظر آتے ہیں انہیں دیکھ کر نوجوانوں میں فیشن پرستی کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ جس سے ہمارے معاشرے میں اخلاقی بے راہ روی پیدا ہوئی ہے۔ العرض ٹیلی ویژن کے فوائد بھی ہے اور نقصانات بھی البتہ اسے محتاط انداز میں استعمال کرنا ضروری ہے۔

awazeinqilab.com

﴿میرا پسندیدہ کتاب﴾

(قرآن مجید)

ہم نشینی اگر کتاب سے ہو
اس سے بہتر کوئی رفیق نہیں

مطالعہ کتب ایک ایسا شوق اور شغل ہے جو ہر طالب علم کی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے لیکن مختلف کتب تعداد میں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے مطالعہ کے لئے عمر نوح بھی ناکافی ہے۔ اس لئے لامحالہ ان کتب میں سے اپنی پسند اور ذوق کے مطابق انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ اب ہر شخص کی پسند اور ذوق الگ ہے۔ کتاب کا انتخاب کرتے وقت ایک تو ہمیں اپنی پسند اور ذوق کا لحاظ رکھنا چاہیے اور دوسرا یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کتاب کہاں تک مفید اور کارآمد ہے۔ صحیح کتاب کا انتخاب زندگی کو سنوار سکتا ہے۔ اور غلط انتخاب زندگی کو برباد بھی کر سکتا ہے۔ اس لئے جس طرح دوستوں کے انتخاب میں احتیاط ضروری ہے اسی طرح کتابوں کے انتخاب میں بھی بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

عالمگیر اور دائمی کتاب:

مشہور مفکر بیکن کا قول ہے " کچھ کتابیں محض چکھنے کے لئے ہوتی ہیں، کچھ نگلنے کیلئے ہوتی ہیں اور صرف چند کتابیں ایسی ہوتی ہے جنہیں خوب خوب چبا چبا کر ہضم کرنا پڑتا ہے"۔ علامہ اقبال نے بھی اس قسم خیال کرنے کا اظہار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں" ایسی کتاب صدیوں کے بعد وجود میں آتی ہے، جس کا ایک ایک لفظ خوب غور سے پڑھنے کے قابل ہوتا ہے"۔

قرآن مجید:

قرآن مجید ایک ایسی ہی کتاب ہے دائمی، عالمگیر اور آفاقی کتاب ہے۔ یہ ہر زمان و مکان کی حدود سے ماورا ہے۔ یہی میری پسندیدہ کتاب ہے۔ آئندہ سطور میں مجھے یہ واضح کرنا ہے کہ میری پسند کے اسباب کیا ہیں اور یہ کتاب کن خصوصیات کی حامل ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار!

سرچشمہ رشد و ہدایت:

قرآن مجید بنی نوع انسان کیلئے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ علم و حکمت کی کتاب ہے۔ افراد و اقوام کی اصلاح و فلاح

اور نجات کیلئے اس میں راہنمائی اصول بیان ہوئے ہیں۔ جن پر عمل کر کے عرب قوم جو اس وقت، تہذیب و تمدن سے نا آشنا تھی۔ انسانیت کے اعلیٰ اخلاق سے آراستہ ہوئی اور قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیت کو ختم کر کے بہترین اسلامی معاشرے اور عظیم ترین اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی۔ قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے۔ جس پر عمل کر کے انسان دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کر سکتا ہے اور منصب خلافت پر صحیح معنوں میں فائز ہو سکتا ہے۔

بقول مولانا حالی:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابیں کسی کی ایک خاص ملک یا خاص قوم کے لوگوں کے لئے تھیں۔ لیکن قرآن مجید پوری دنیائے انسانیت کیلئے پیغام ہدایت ہے۔ یہ کلام پاک یا ایھا الناس (اے لوگوں) کا خطاب کر کے تمام انسانوں کو ہدایت کا پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر کتاب ہے جس کی تعلیمات ہر دور میں ہر ملک میں قابل عمل ہیں۔ اس کتاب کی تعلیمات فطری ہیں اس لئے کہ ہر دور کا انسان یوں محسوس کرتا ہے جیسے یہ اسی دور کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خالق کائنات کا کلام ہے۔ اور وہ اپنی مخلوق کی ضرورتوں، تقاضوں اور نفسیات کو بہتر سے بہتر جانتا ہے۔

حفاظت قرآن:

قرآن مجید سے پہلے جس قدر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ ان میں قدر ردوبدل ہو چکا ہے کہ اب یہ معلوم کرنا محال ہے کہ ان میں کونسی بات اللہ کی طرف سے ہے۔ اور کونسی انسان کی خود ساختہ۔ لیکن اس کے مقابلے میں قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو آج بھی بعینہ اس صورت میں موجود ہے جس صورت میں یہ رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ اس کے ایک ایک لفظ، بلکہ حرف میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ ہم پورے اطمینان سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ یہ خالص اللہ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون

یعنی "بے شک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"۔ اسی حفاظت قرآن کا یک ذریعہ یہ ہے کہ دنیا میں لاکھوں حافظ ہیں یہاں تک کہ کم سن بچوں کے سینوں میں بھی یہ کتاب محفوظ ہے۔

awazeilmilab.com

انقلاب آفرین کتاب:

قرآن مجید ایک انقلاب آفرین کتاب ہے۔ پورا قرآن مجید پڑھ جایئے آپ کو ایک آیت بھی ایسی نہیں ملے گی جس میں آداب غلامی سکھائے گئی ہوں اس کے برعکس یہ اپنے ماننے والوں کو سراسر اصول جہانگیری وحکمرانی سکھاتی ہے۔

بقول علامہ اقبال:

ان بیچاروں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں بندوں کو غلامی کے طریق!

یہ ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔ اس کے آتے ہی ایک خاموش طبع اور نیک نہاد انسان کو گوشہ عزلت سے نکال کر خدا سے پھری ہوئی دنیا کے مقابلے میں لا کھڑا کیا اور اس کے خلاف اس سے آواز اُٹھوائی اور وقت کے علمبرداران کفر وضلالت سے اس کو گھر گھر سے ایک سعید روح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ لائی اور داعی حق کے جھنڈے تلے ان سب کو اکٹھا کیا۔ گوشے گوشے سے ایک فتنہ جو فساد پر بھڑ کا کر اُٹھایا اور حامیان حق سے ان کی جنگ کرائی۔ ایک فرد واحد کی پکار سے اپنے کام شروع کر کے خلافت الٰہیہ کے قیام تک پورے 23 سال یہی کتاب اس عظیم الشان تحریک کی رہنمائی کرتی رہی اور حق اور باطل کی اس طویل جان گسل کشمکش کے دوران ایک ایک منزل اور ایک ایک مرحلے پر اسی نے تہذیب کے ڈھنگ اور تعمیر کے نقشے بنائے۔

ادبی شاہکار:

قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ایک ادبی شاہکار ہے۔ اس میں پہاڑوں کا جلال، سمندروں کا تلاطم، دریاؤں کی روانی، بجلی کی تڑپ، سحر آفرینی اور جواہرات کی مرصع کاری ہے۔ عربوں کو خطابت اور شعر وشاعری پر بڑا فخر اور ناز تھا۔ اور وہ اپنے مقابلے میں اوروں ملکوں کو عجم یعنی گونگا کہہ کر پکارتے تھے۔ لیکن جب قرآن مجید نازل ہوا تو عرب کا بڑا عالم، مقرر، خطیب یا شاعر اس جیسا کلام پیش نہ کر سکا۔ قرآن مجید نے چیلنج دیا کہ اس جیسی ایک سورت بنالاؤ۔ لیکن آج تک کوئی شخص اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکا۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے؟

قرآن مجید خالق کائنات کا کلام ہے۔ ظاہر ہے مخلوق اپنے خالق کا کس طرح مقابلہ کر سکتی ہے۔ جب سورۃ الکوثر نازل ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰ نے اسے لکھ کر کعبہ کے دیوار پر آویزاں کر دیا۔ ایک بہت بڑے عرب شاعر لبید نے اسے دیکھا تو دریائے حیرت میں گم ہو کر رہ گیا۔ اور وہیں دیوار پر لکھ دیا۔

ما هذا كلام البشر

یعنی یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔

جامع کتاب:

پہلی آسمانی کتابوں میں سے کچھ کتابیں صرف اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھیں۔ بعض صرف مناجات اور دعاؤں کا مجموعہ تھیں کچھ صرف فقہی مسائل کا مجموعہ تھیں۔ بعض میں صرف عقائد کا بیان تھا اور بعض صرف عقائد کا بیان تھا۔ اور بعض صرف تاریخی واقعات کا مجموعہ تھیں لیکن قرآن مجید ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں اخلاقی تعلیمات بھی ہیں ۔اور عقائد واعمال کا بیان بھی ہے۔

﴿میری پسندیدہ شخصیت﴾

حضرت امام حسینؓ:

میری پسندیدہ شخصیت وہ پیکر وفا اور فخر انسانیت ہے جس پر بشریت ناز کرتی ہے، جس نے حق کا بول بالا کیا، جو باطل کے آگے سینہ سپر ہو گیا۔ جس نے اپنے نانا کے دین حق کی سربلندی کے لئے سر نیزے پر چڑھوا کر پوری انسانیت کے لئے سبق چھوڑا کہ اگر حق کی خاطر اپنے گھرانے سمیت سر بھی دینا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے۔ سیدنا حضرت امام حسینؓ کی داستان شہادت انسانی سربلندی کی داستان ہے۔ جب انسانیت حق کی پاسبانی میں باطل کے شکنجے میں گھر جائے، جب شیطانیت حق سے ہٹا کر باطل کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور ناکامیوں سے بوکھلا کر انسان حق پر باطل ہونے کا شبہ کرنے لگتا ہے۔ جب سیم وزر کی جھلکیاں ایمان کو کمزور کرنے لگتی ہیں۔ جب ایک طرف دنیاوی کامیابی وکامرانی ہو، دولت واقتدار ہو اور دوسری طرف حق ہو تو فاقہ مستی میں بھی تقلید حسین کا راستہ ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

احسان عظیم:

حضرت امام حسینؓ حق کے علمبردار تھے۔ وہ اسی کے لئے پیدا ہوئے تھے اور اسی کے لئے انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا وہ اپنی عظیم قربانی سے ایسی شمع روشن کر گئے جس سے انسانیت ہمیشہ راہنمائی حاصل کرتی رہے گی۔ حسینؓ نے محض اُمت مسلمہ کو ہی حق کی حمایت میں کٹ مرنے کا سبق نہیں سکھایا بلکہ یہ سبق پوری دنیا کے لئے ہے انہوں نے حق کو بچا کر اور باطل کو رسوا کر کے پوری دنیا پر احسان عظیم کیا ہے۔

awazemqilab.com

یزید کی خواہش:

یزید چاہتا تھا حضرت امام حسینؑ اس کی بیعت کر لیں۔ مگر وہ حق کو باطل کے سامنے کیسے جھکنے دیتے کیونکہ یہ صرف یزید کی بیعت نہ تھی بلکہ اسلام کا جاہلیت کے سامنے جھک جانا تھا، حریت اور مساوات کی شاندار روایت کا خون کرنا تھا اور ظلم و ستم کو پروان چڑھانا تھا۔ حضرت امام حسینؑ کے پاس کوئی مادی وسائل نہیں تھے مگر ان کے پاس ایمان کی بے شمار دولت تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایمان کی طاقت سے ہی ایسے حکمران کا مقابلہ کیا۔ ان کے دل میں صرف خدا کا خوف تھا۔ جس نے انہیں اتنا بے وقوف کر دیا تھا کہ موت ان کی محبوب بن گئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کا خون گلستان اسلام میں شگفتگی کی بہار پیدا کر دے گا۔ چنانچہ نویں محرم کو آپ اپنے ساتھیوں سے یوں مخاطب ہوئے۔

جنگ کا آغاز:

''کل کا دن ہماری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ رات کی سیاہی پھیل چکی ہے، جس کا جدھر دل چاہے جائے۔'' لیکن ان کے جانثاروں نے کہا'' آپ کے لئے ہماری جانیں ایک ناچیز ہدیہ ہیں۔ ہم آپ کو اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں؟'' دسویں محرم کو یزیدی لشکر اپنی پوری طاغوتی طاقتوں کو لے کر کربلا میدان میں آ گیا اور انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ حضرت حسینؑ کے عزیز و اقارب یہاں تک کہ چھ ماہ کا بچہ علی اصغرؑ بھی ان کے سامنے ہی شہید ہو گیا۔ لیکن انہوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اکیلے رہ جانے پر بھی انہوں ہمت تک نہ ہاری بلکہ اپنے ظلم دشمنوں اس طرح خطاب فرمایا۔

حضرت امام حسین کا خطبہ:

''اے قوم! میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں تم کیوں میرے قتل کے درپے ہو۔ کیا میں نے نیا دین ایجاد کیا ہے؟ کیا میں کسی شریعت کو تبدیل کیا؟ کیا میں وہی حسینؑ نہیں جس کو تمہاری رسولؐ نے اپنا فرزند کہا۔ جس کے لب و دہن کے بوسے نے لئے اے اہل کوفہ! جس نبیؐ کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی کے نواسے کے قتل پر کمر بستہ ہو یاد رکھو وہ وقت قریب ہے جب عذاب الٰہی کے شعلے گھیر لیں گے''۔

ابھی ان کا خطبہ ختم نہ ہوا تھا کہ ان پر یلغار شروع ہو گئی۔ آپ نے کمال جوانمردی اور بے مثال بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ بالآخر انہیں شہید کر دیا گیا۔ انہوں نے جان دے کر کربلا کے ریگ زار کو رنگین بنا دیا۔

حسینؑ آج بھی زندہ ہیں۔ ان کی یاد میں آنکھیں روتی ہیں، دل روتا ہے اور روح لرز جاتی ہے۔ ان کی یاد آج بھی اربوں انسانوں کے دلوں میں تازہ ہے۔ قلب و نظر آج بھی مضطرب ہیں۔ جبکہ امام عالی مقام کے لئے درود سلام کا ورد رات دن

چلتا رہتا ہے۔ حسینؑ کا نام تاریخ کا صفحات پر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو چکا ہے اور مورخ انہیں ایک بہادر، حق پرست اور عظیم قربانی پیش کرنے والے کے طور پر یاد کرتا ہے۔ جب تک دنیا باقی ہے حسینؑ کا نام زندہ رہے گا اور انسانیت ان کے احسان کے بوجھ تلے دبی رہے گی بے شک انہوں نے جان کا نذرانہ دے کر دین حق کا علم سربلند کیا۔

awazeinqilab.com